

جولائی 2022
خواتین کے لیے صاف ستھرا اور معیاری ادب
ماہنامہ
آنچل
کراچی

ابتدائیہ

دانش کدہ

ہمارا آنچل

خلفاء راشدین

سلسلے وار ناول

مکمل ناول

افسانے

پبلشر مشتاق احمد قریشی پرنٹر جمیل حسن مطبوعہ ابن حسن پرنٹنگ پریس ہاکی اسٹیڈیم کراچی

دفتر کا پتا: مکان نمبر B-1 مدینہ اسٹریٹ بالمقابل انڈ بورڈ آفس، نارتھ ناظم آباد کراچی 74700



سرورق: تانیہ اور عبرہ ...... آرائش: روز بیوٹی پارلر ......عکاسی: موسیٰ رضا

مستقل سلسلے

خط وکتابت کا پتا: ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی، 74200

03008264242 یکے از مطبوعات نئے افق پبلی کیشنز ای میل: Info@naeyufaq.com

editor_aa@naeyufaq.com
www.facebook.com/EDITORAANCHAL

سرگوشیاں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جولائی 2022ء کا آنچل آپ کے ذوق مطالعہ کی نذر ہے۔

عیدالضحیٰ مبارک اللہ سبحان وتعالیٰ تمام آنچل وحجاب بہنوں کو بہت بہت ساری خوشیوں سے نوازے سب کا دامن اپنی رحمتوں، نعمتوں سے مالا مال کردے آمین۔

جس وقت آپ یہ سطور پڑھ رہی ہوں گی عید قرباں کی ساعتیں آچکی ہوں گی اور آپ قربانی کے گوشت سے بھرے ڈیپ فریزر کو دیکھ دیکھ کر نئی نئی ڈشیز کے پروگرام بنارہی ہوں گی (معذرت کے ساتھ) کیونکہ انسان انتہائی ناشکرا، پرلے درجے کا ندیدہ ہے۔ ورنہ عیدالاضحیٰ تو صبر اور قربانی کا درس دیتی ہے۔ آپ دیکھیں کہ حج کے ہر رکن کے پیچھے اللہ تعالیٰ نے صبر، استقامت اور اطاعت کا جذبہ رکھا ہے۔ بھوک اور پیاس کی شدت سے بے حال حضرت ہاجرہ علیہ السلام کا صفا ومروہ کے درمیان دوڑنے کے عمل کو اللہ تعالیٰ نے حج کا رکن بنادیا۔ یہ صبر اور اللہ تعالیٰ پر ایمان کی استقامت تھی کہ وہی لق ودق صحرا میں پینے کو پانی اور خوراک مہیا کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے لخت جگر کو ذبح کرنے کا ارادہ وعمل اس کے حکم کی اطاعت، حلال جانوروں کی قربانی، یہ سب اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ اعمال ہی تو ہیں مگر آج ہم نے ان اعمال کو مذاق بنالیا ہے، ہم میں کتنے ایسے ہیں جو ان اعمال کی روح کو سمجھتے ہیں۔ ہماری کوشش ہوتی ہے کہ ہم پورے کا پورا بکرا فریج اور ڈیپ فریزر میں بھرلیں چاہے ہمارا پڑوسی اس روز بھی بھوکا رہے اور اس کے گھر کا چولہا بجھا رہے تو بہنوں آپ عید کے روز نت نئی ڈشیز ضرور ٹرائی کریں نئے نئے کھانوں کی ترکیبیں آپ کو آنچل میں بھی مل جائیں گی لیکن خدارا اپنے غریب پڑوسیوں، عزیز واقارب کے حقوق کا احساس ضرور رکھیں۔

ملک کے جو حالات چل رہے ہیں اس میں کچھ سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ کیا کریں، ضرورت کی ہر چیز کو پر لگ گئے ہیں اور پہنچ سے باہر ہوتی جارہی ہے اور یہی حال کاغذ کا بھی ہے، کاغذ کی کمیابی اور بڑھتے ہوئے دام نے اشاعتی اداروں کی کمر توڑ کر رکھ دی ہے اب تو اسکول وکالج کا کورس بھی چھاپنے سے انکار کردیا ہے جو قوم کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔ حکومت جھوٹی تسلی بھی نہیں دے پارہی بلکہ مسلسل پچھلی حکومت پہ گولہ باری کررہی ہے اور بے چاری عوام اس میں پس رہی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کب عوام اپنے حق کے لیے کھڑی ہوتی ہے۔

اس مہنگائی کے پیش نظر ادارہ آنچل اور حجاب میں صفحات کی کمی کررہا ہے، آپ کو پڑھنے کے لیے بہتر کہانیاں دی جائیں۔ امید ہے آپ بہنیں اس مشکل وقت میں ہمارا ساتھ دیں گی۔

اللہ سبحان وتعالیٰ اس مشکل وقت میں ہم سب کا ساتھ دے اور آسانیاں پیدا فرمائے آمین۔

اس ماہ کے ستارے:۔

نظیر فاطمہ، حوریہ بتول، ایشاء گل، سمیہ اقبال، فرزانہ صغیرا۔

اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ۔

مدیرہ
سعیدہ نثار

حمد

تری شان سب سے عظیم ہے
تیری ذات سب سے قدیم ہے
ترے نام دل کا سرور ہے
تیرے نام آنکھوں کا نور ہے
تجھے اپنے ناموں کا واسطہ
ترا فضل ہم پہ رہے سدا
کوئی ماہ ہو، کوئی سال ہو
ترا لطف شامل حال ہو
کوئی مرحلہ ہو حیات کا
رہے آسرا تری ذات کا
ملیں دو جہانوں کی دولتیں
تیرے سب خزانوں کی دولتیں
کبھی لب پہ تیری ثنا رہے
کبھی ذکر صلی علیٰ رہے
اے ملیک و مالک و کبریا
نہیں اور کوئی تیرے سوا

عابدنظامی

نعت

مدینے کا سفر ہے اور میں نمدیدہ نمدیدہ
جبیں افسردہ افسردہ قدم لغزیدہ لغزیدہ
چلا ہوں ایک مجرم کی طرح جانب طیبہ
نظر شرمندہ شرمندہ بدن لرزیدہ لرزیدہ
کسی کے ہاتھ نے مجھ کو سہارا دے دیا ورنہ
کہاں میں اور کہاں یہ راستے پیچیدہ پیچیدہ
کہاں میں اور کہاں اس روضہ اقدس کا نظارہ
نظر اس سمت اٹھتی ہے مگر درزیدہ درزیدہ
مدینے جا کے ہم سمجھے تقدس کس کو کہتے ہیں
ہَوا پاکیزہ پاکیزہ فضا سنجیدہ سنجیدہ
بصارت کھو گئی لیکن بصیرت تو سلامت ہے
مدینہ ہم نے دیکھا ہے مگر نادیدہ نادیدہ
وہی اقبال جس کو ناز تھا کل خوش مزاجی پر
فراق طیبہ میں رہتا ہے اب رنجیدہ رنجیدہ

اقبال عظیم

editor_aa@naeyufaq.com
www.facebook.com/EDITORAANCHAL

درجواب آں
مدیرہ

صائمہ قریشی...... آکسفورڈ

پیاری صائمہ! سدا سہاگن رہو، یوں تو اب ہم آپ کی جانب سے تحریر کے منتظر ہی رہتے ہیں کہ کب آپ آنچل کے لیے مختصر ہی سہی کوئی تحریر ارسال کرتی ہیں عید پہ اناڑی پیا کو قاری نے بہت پسند کیا اس عید پہ بھی یہ خواہش تھی کہ ناول یا ناولٹ آپ کی جانب سے موصول ہوگا پر آپ کی مصروفیات کی وجہ سے خواہش خواہش ہی رہی۔ آپ کی والدہ محترمہ کی طبیعت ناساز ہے اللہ سبحان وتعالیٰ ان کو صحت کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے اور ان کا سایہ تادیر آپ کے سر پہ قائم رکھے صحت وتندرستی کے ساتھ آمین۔

نزہت جبیں ضیا...... کراچی

پیاری نزہت! سدا سہاگن رہو، کہاوت ہے کہ اصل سے سود پیارا ہوتا ہے اور اس بات کی تصدیق آپ کی سوشل میڈیا پہ پوسٹ دیکھ کر ہو جاتا ہے جس طرح آپ پوتے اور اب پوتی کی تصویر لگا کر اپنی محبت کا اظہار کر رہی ہیں یہ قابل ستائش بات ہے بیٹی ہو یا بیٹا فرق نہیں رکھنا چاہیے اور آپ بھی محبت میں فرق نہیں رکھ رہیں۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کی خوشیوں میں مزید اضافہ کرے اور ننھی پری کی عمر دراز فرمائے آمین۔

مہناز نعیم...... کراچی

پیاری مہناز! جیتی رہو، والدین کے ساتھ زندگی کا اپنا ہی رنگ ومزا ہے، بے فکری کی زندگی ان کے درمیان گزارتے پتا ہی نہیں چلتا کہ کب بچپن گزرا اور کب جوانی کی دہلیز پہ قدم رکھ دیتے ہیں، یہ ان کا احسان ہے کہ زندگی گزارنے کا ڈھب ہمیں سکھا دیتے ہیں۔ آپ کے والد محترم کی رحلت کا پتا چلا دعا گو ہیں کہ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کے والد کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور آپ کو صبر جمیل عطا کرے آمین۔

ایڈوکیٹ سعدیہ ہما شیخ...... سرگودھا

پیاری سعدیہ! سدا آباد رہو، آپ کے ماموں کی رحلت کا پتا چلا دعا گو ہیں کہ اللہ سبحان وتعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے آمین۔ والدہ سے جڑا ہر رشتہ دل کے قریب ہوتا ہے اور دل ان کی جدائی پہ دکھی ہو جاتا ہے، اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو صبر جمیل عطا کرے آمین۔

مسکان نور...... لاڑکانہ

پیاری نور! جگ جگ جیو آپ کا نامہ موصول ہوا اور آپ کے معصوم سوال نے ہونٹوں پر مسکان بکھیر دی۔ آپ تحریر کسی اور ادارے میں بھیجنے کا کال پہ بھی پوچھ سکتی تھیں کیونکہ اب آپ کسی اور ادارے کو ارسال کرتی ہیں تو ان کو معلوم ہوگا کہ یہ ہمارے پاس سے ناقابل اشاعت ہو چکی ہیں اس لیے وہ آپ کو انتظار کروائے گا اور پھر تحریر کو ٹھیک کرنے کا کہہ کر آپ کو واپس بھیج دے گا تو بہتر ہے کہ آپ اس پہ محنت کر کے ہمیں ہی واپس بھیج دیں۔ آپ کی تحریر "اب سوچ کو بدلنا ہے" منتخب ٹھہری ان شاء اللہ جلد شائع کر دیں گے۔

فاطمہ عاشی...... جھنگ

پیاری فاطمہ! خوش رہو آپ کی تحریر "زادراہ" ابھی تک اپنی باری کے انتظار میں ہے کوشش تھی کہ اس ماہ اس کو شامل کر دیں پر صفحات کی کمی کی وجہ سے ممکن نا ہو سکا جہاں اتنا انتظار کیا ہے وہاں تھوڑا انتظار اور سہی۔ ان شاء اللہ آئندہ ماہ شامل کر دیں گے۔ "معراج محبت" ابھی پڑھی نہیں گئی۔

حنا حسن...... کوئٹہ

پیاری حنا! جیتی رہو، یہ آپ کا اپنا پرچا ہے اس لیے آپ کی خوشی اور غم میں ساتھ رہتا ہے، چھوٹی چھوٹی باتوں پہ جیسے ناراض ہو جاتے ہیں اور پھر منانے سے مان بھی جاتے ہیں تو اس سے اپنا پن ظاہر ہوتا ہے اور ہر انسان ایک ایسا رشتہ تو چاہتا ہی ہے کہ اس کو مان دیا جائے، اس کو سراہا جائے۔ کوشش یہ ہی ہوتی ہے کہ مان اور محبت سب کو دی جائے پر کوئی اس مان اور محبت کی قدر کرتا ہے اور کوئی نہیں۔ خیر آپ کو افسانہ

ابھی پڑھا نہیں گیا ان شاء اللہ جلد پڑھ کو آگاہ کردیں گے۔

اسماء گل...... جگہ نا معلوم

پیاری سماء! خوش رہو، آپ کی تحریر "وقت کے خدا" خط کے ساتھ موصول ہوئی، تحریر بے جا طوالت کا شکار ہے اور کردار بھی بہت ہیں جو کہانی کو کمزور کررہے ہیں، ہمیشہ یہ بتایا گیا ہے کہ تحریر لکھتے ہوئے مختصر موضوع کا انتخاب کریں تا کہ اس پہ گرفت ہوسکے۔ آپ تحریر کو کہیں اور بھیجنا چاہتی ہیں تو بھیج دیں ادارے کو کوئی اعتراض نہیں۔

فاطمہ سرور...... خیبر پختونخوہ

پیاری فاطمہ! خوش و آباد رہو، آپ کی تحریر "دفاع" موصول ہوئی پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آپ میں لکھنے کی صلاحیت موجود ہے جس طرح آپ نے ایک فقیر کو ایک لڑکی کی مدد کرتے دکھایا اور ایک اچھا سبق دیا یقیناً قاری ضرور پسند کریں گے۔ اسی طرح منفرد موضوع کو قلم بند کریں اور ابھی مختصر موضوع کا ہی انتخاب کریں۔ ہماری جانب سے اس کامیابی پہ مبارک باد قبول کریں۔

عطیہ ممتاز...... سرگودھا

پیاری عطیہ! خوش رہو آپ کی تحریر "دل تیرے دل سے جوڑ دیا" موصول ہوئی پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ابھی آپ کو مزید محنت کی ضرورت ہے۔ تحریر بہت محنت سے لکھی اس میں کوئی شک نہیں پر بے جا طوالت نے تحریر کو کمزور کردیا اور کہانی بھی واضح نہیں ہوئی، بہتر ہے مایوس ہونے کے بجائے مختصر موضوع کو قلم بند کرتے تحریر ارسال کردیں۔

محمل دائود...... اسلام آباد

پیاری محمل! خوش و آباد رہو، آپ کا خط موصول ہوا اور جواب بھی حاضر ہے، زندگی میں ایسے بہت سے واقعات رونما ہوتے ہیں جن سے انسان دل برداشتہ ہوجاتا ہے اور مایوس ہوکر آگے بڑھنے کی امید چھوڑ دیتا ہے جبکہ زندگی کہیں ٹھہرتی نہیں اور نا ہی کوئی کسی کے لیے رکا ہے اس لیے آپ بھی مایوسی کو چھوڑیں اور آگے بڑھیں امید ہے سب بھول کر پھر سے آگے بڑھنے کی کوشش جاری رکھیں گی۔

ماھا بشیر حسین...... ٹنگہ

پیاری ماہا! سدا سہاگن رہو، آپ کا خط ملا حقیقتاً مصروفیات بڑھ گئی ہیں اور اس مصروفیت میں سے وقت نکال کر دو سال بعد محفل میں حاضر ہوئیں، خوشی ہوئی، رب العالمین آپ کے بیٹے کو صحت و درازعمری عطا فرمائے اور اسے آپ کی دنیا و آخرت کی بھلائی کا ذریعہ بنائے آمین۔ تحریر کے لیے اجازت کیسی یہ آپ کا اپنا ماہنامہ ہے بلا جھجک تحریر ارسال کردیں بال پین کا استعمال کریں اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور تحریر مکمل کرکے ارسال کردیں۔

کومل ذکاء اللہ...... گوجرانوالہ

پیاری کومل! خوش رہو، آپ کی تحریر "ماں کی صدا لوٹ کر آجا" موصول ہوئی پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ابھی آپ کو مزید محنت کی ضرورت ہے اپنے مطالعہ اور مشاہدے کو وسیع کریں تا کہ تحریر میں پختگی آئے امید ہے مایوس ہونے کے بجائے محنت جاری رکھیں گی۔

رقیہ ناز...... فیروزہ

پیاری رقیہ! سدا سہاگن رہو، اس بار آپ کی آمد پر حیرت بھی ہوئی اور خوشی بھی۔ خوشی اس بات کی کہ کافی عرصہ بعد آنچل میں شامل ہوئیں اور حیرت اس بات پر کہ اس دوران آپ کے فرزند بھی دنیا میں آگئے اور آپ نے مصروفیات میں سے مختصر سی ملاقات کے لیے وقت نکالا۔ ہم سب آپ کی کمی تو محسوس کرتے ہیں پر آپ کی مصروفیت سے بھی آگاہ ہیں۔ اس لیے ہر ماہ شامل ہونے پر اصرار بھی نہیں کرتے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کی خوشیوں میں مزید اضافہ فرمائے آمین۔ کبھی کبھی یونہی وقت نکال کر محفل میں شامل ہوجایا کریں آپ کی دوستیں بھی آپ کو یاد کرتی ہیں۔

سمیرا سعید...... کراچی

پیاری سمیرا! شاد رہو آپ کی تحریر "چندیل" موصول ہوئی پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ابھی آپ کو مزید محنت کی ضرورت ہے۔ اس قسم کے موضوع کا چناؤ ہرگز مت کریں بلکہ اپنے گردو پیش کے ماحول کو سامنے رکھتے کوئی ایسی تحریر لکھیں جس پر آپ کی گرفت بھرپور ہو۔ موضوع اور انداز تحریر کی کمزوریوں کے سبب یہ تحریر اپنی جگہ بنانے میں ناکام رہی۔ امید ہے ان

کمزوریوں کو دور کرتے محنت اور کوشش جاری رکھیں گی۔

عظمیٰ صدیق...... کراچی

پیاری عظمیٰ! سدا مسکراؤ، "تیری چاہ میں" کے عنوان سے آپ کی تحریر موصول ہوئی، انداز تحریر اور موضوع نے متاثر کیا اور یہ تحریر آنچل کے لیے منتخب کرلی گئی ہے۔ آپ کے لکھنے میں بہتری آرہی ہے کوشش کیا کریں کہ جملے ملا کر نا لکھیں اس سے پڑھنے میں مشکل ہوتی ہے۔

منشاء درانی...... فیصل آباد

پیاری منشاء! جیتی رہو، آپ کی تحریر "تجھے کیا خبر" موصول ہوئی" پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آپ میں لکھنے کی صلاحیت موجود ہے، اس طرح کے موضوعات کو قلم بند کرتے اپنی تحریر ارسال کرسکتی ہیں۔ اس کامیابی پہ ہماری جانب سے مبارک باد قبول کریں۔

حمیرا علیم...... کوئٹہ

ڈیئر حمیرا! خوش رہو، آپ کی تحریر "مبارک ہو" اور "دہرا معیار" موصول ہوئی پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آپ میں لکھنے کی صلاحیت موجود ہے اس طرح کے منفرد موضوع کو قلم بند کرتے مزید تحریر بھی ارسال کرسکتی ہیں جبکہ "محبت یا کھیل" متاثر کرنے میں ناکام ٹھہری ہے۔

ثوبیہ علی...... وہاڑی

ڈیئر ثوبیہ! جگ جگ جیو، یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی کہ آپ جلد پیا دیس سدھارنے والی ہیں ہوسکتا ہے جب یہ سطور آپ کی نظر سے گزریں تو آپ نئی زندگی کے سفر پر گامزن ہوچکی ہوں ہماری دعا ہے کہ ہمیشہ ہنستی مسکراتی رہیں، بے شک آپ کا کہنا بجا ہے ایسے موقعوں پر جہاں والدین خوش ہوتے ہیں وہیں بیٹی کی جدائی کا خیال انہیں غمگین بھی کردیتا ہے لیکن آپ افسردہ مت ہوں اور خوشی خوشی اپنی زندگی کا آغاز کریں ہماری دعا ہے کہ آپ ہمیشہ شاد و آباد رہیں آمین۔

ماریہ الطاف...... لاہور

پیاری ماریہ! خوش و آباد رہو، آپ کی جانب سے تحریر "چکی کے دو پاٹ" موصول ہوئی پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ابھی آپ کو مزید محنت کی ضرورت ہے۔ اس لیے کسی ایسے موضوع کا انتخاب کریں جس پہ آپ گرفت کرسکیں، اپنا مطالعہ وسیع کریں تاکہ الفاظ کا چناؤ کرسکیں امید ہے کوشش جاری رکھیں گی۔

مشائل علی...... فیصل آباد

پیاری مشائل! خوش رہو، آپ کی تحریر "میری پہچان کا نام" موصول ہوئی پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ابھی آپ کو مزید محنت کی ضرورت ہے اس لیے اپنا مطالعہ وسیع کریں اور نامور افسانہ نگاروں کے افسانوں کا بغور مطالعہ کریں تاکہ لکھنے میں بہتری آئے امید ہے کوشش جاری رکھیں گی۔

شازیہ خان...... خانیوال

پیاری شازیہ! جگ جگ جیو، آپ کی تحریر "دل ناداں" موصول ہوئی پڑھ کر اندازہ ہوا کہ یہ آنچل اور حجاب کے معیار کی نہیں ہے کیونکہ اس میں ایک غلطی پہ جو لڑکی کو سزا ملتی ہے وہ ٹھیک نہیں، اس طرح کے موضوع لکھنے سے پہلے سوچ لیا کریں کہ اس سے معاشرے میں برائی تو نہیں پھیلے گی، امید ہے آئندہ اس بات کا خیال رکھیں گی۔ "مجرم" قابل اشاعت ٹھہری ہے ان شاء اللہ باری آنے پہ شائع کردیں گے۔

رحاب طاہر خان...... کراچی

پیاری رحاب! خوش رہو، آپ کی تحریر "فرض اور قرض" موصول ہوئی پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آپ میں لکھنے کی صلاحیت موجود ہے، تھوڑی محنت کی ضرورت ہے تاکہ اس سے بھی بہتر لکھ سکیں اس تحریر کو منتخب کرلیا گیا ہے ان شاء اللہ باری آنے پہ شائع کردیں گے۔

سحر نصیر...... سیالکوٹ

پیاری سحر! جگ جگ جیو، آپ کی جانب سے تحریر "ضروری ہے انا" موصول ہوئی موضوع اور انداز تحریر کی بنا پہ جگہ بنانے میں کامیاب ٹھہری۔ اس طرح کے موضوع کو قلم بند کریں تاکہ آپ بھی بہت جلد نامور مصنفین میں اپنا نام شامل کرسکیں۔

صائمہ سکندر سومرو...... حیدر آباد

ڈیئر صائمہ! سدا مسکراؤ، یادگار لمحے میں بعض اوقات ایسا

ہوتا ہے کہ ایک ہی معلومات یا اقوال زریں دو لوگوں کی جانب سے موصول ہوجاتے ہیں اس بناء پر پہلے موصول ہونے والی تحریر کو شامل کرلیا جاتا ہے۔ آپ کے ساتھ بھی یہی معاملہ رہا ہے، آپ کی دونوں تجاویز نوٹ کرلی ہیں جلد عمل کرنے کی کوشش کریں گے، دونوں پرچوں کی پسندیدگی کے لیے شکریہ۔

قابل اشاعت:

مات، دفاع، اب سوچ کو بدلنا ہے، تجھے کیا خبر، عید کے رنگ اپنوں کے سنگ، ضروری ہے انا، بھرم، وعدہ، فرض اور قرض، دوہرا زندگی، دوریاں، تیری چاہ میں، دھوکا، بدیع الجمال، میں تمہارا۔

ناقابل اشاعت:

شادی مبارک، مفت کا غلام، لمحہ محبت، مسافتیں، خط، خونی جڑیں، بڑھاپے کا عشق، قضا، جیت، بیٹی نعمت ہے، چند پل ساتھ حصہ، کچھ خواب ادھورے سے، وقت لوٹ کر آتا ہے، زندگی حسین ہوگئی، سحاب، بلاعنوان، محبت جیت گئی، جذبہ شہادت، درد بھری چھاؤں، محبت کیا ہے، میرے خوابوں کا شہزادہ، میرے رہنما، مغالطہ، کم بخت رجو، ہم پاگل اور سالگرہ، ملکہ بدصورت، اور آنا گھر مرغیوں کا، جو ہم نہیں، عشق زندہ ہے، گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے، محافظ، میرے ہمسفر میرے ہمنوا، میری پہچان کا نام، شکستہ مگر عظیم تر، بھڑکتے شعلے، پرچھائی، محبت یا کھیل، منزل، بنت حوا کی روشنی میں، پہلا قدم، وقت کا خدا، دل ناداں، نیلم، دور جہالت۔

مصنفین سے گزارش

☆ مسودہ صاف خوش خط لکھیں۔ ہاشیہ لگائیں صفحہ کی ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور صفحہ نمبر ضرور لکھیں اور اس کی فوٹو کاپی کرا کر اپنے پاس رکھیں۔

☆ قسط وار ناول لکھنے کے لیے ادارہ سے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔

☆ نئی لکھاری بہنیں کوشش کریں پہلے افسانہ لکھیں پھر ناول یا ناولٹ پر طبع آزمائی کریں۔

☆ فوٹو اسٹیٹ کہانی قابل قبول نہیں ہوگی۔ ادارہ نے ناقابلِ اشاعت تحریروں کی واپسی کا سلسلہ بند کردیا ہے۔

☆ کوئی بھی تحریر نیلی یا سیاہ روشنائی سے تحریر کریں۔

☆ مسودے کے شروع میں کہانی اور اپنا نام لکھیں اور آخری صفحہ پر اپنا مکمل نام، پتا اور رابطہ نمبر خوشخط تحریر کریں۔

☆ کہانی ای میل کرنے کے لیے ان پیج کی فائل ہو، ایم ایس ورڈ کی فائل میں اردو میں لکھیں تحریر ہونی چاہیے یا یونی کوڈ پر ہو۔ کہانی کے نام سے فائل کا نام رکھنا ہوگا۔ کہانی کے شروع میں کہانی اور اپنا نام لکھیں اور آخر میں اپنا پورا نام، مکمل پتا اور رابطہ نمبر بھی لکھنا ہوگا۔

☆ ای میل چاہے کہانی کی کرنی ہو یا مستقل سلسلوں میں ہمیشہ نئی ای میل کا انتخاب کریں اور سبجیکٹ میں کہانی اور سلسلے کا نام لکھیں۔ جوابی میل پر کچھ بھی ای میل نا کریں اگر جوابی میل پر کچھ بھی ای میل کیا جائے گا وہ قابل قبول نہیں ہوگا۔

☆ ای میل پر کہانی یا مستقل سلسلے میں شرکت کے لیے اسکین، امیجز، رومن یا پی ڈی ایف قابل قبول نہیں ہوتی۔

☆ دیگر سوشل ایپ پر بھی کہانی یا سلسلوں کی کوئی بھی چیز قابل قبول نہیں ہوگی۔

☆ اپنی کہانیاں دفتر کے پتا پر رجسٹرڈ ڈاک یا کوریئر کے ذریعے ارسال کیجیے۔ 81 ٹیپو بیر گس ہاکی کلب آف پاکستان اسٹیڈیم نزد آنچل پریس کراچی 75510

دانش کدہ

سورۃ القدر

مشتاق احمد قریشی

کتاب اللہ قرآن مجید کو مالکِ کائنات مالکِ برحق نے اسے حق پر نازل کیا ہے۔ اس میں عدل نازل کیا ہے اسی سبب اسے میزانِ عدل قرار دیا گیا ہے تاکہ انسانوں میں پیدا ہونے والے اختلافات کا فیصلہ حق و سچ کے مطابق کیا جاسکے۔ فیصلہ چاہے لوگوں کی خواہشات دَعاوِی کے بارے میں ہوں یا ان کی آراء کے بارے میں یا عقائد و نظریات کے بارے میں۔ قرآن مجید کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے ایک مکمل نظامِ شریعت نازل فرمادیا ہے۔ جسکی بنیاد عادلانہ فیصلوں پر رکھی ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے عدل کے لیے میزان کا لفظ استعمال کیا ہے۔ یعنیٰ ایسا عدل کہ جس کے مطابق تمام حقوق و اعمال اور تصرفات کا وزن کیا جاسکے انہیں تولا جاسکے۔

کتاب اور شریعت نے ہی لوگوں کے درمیان اس دنیا میں عدل کرنا ہے اور آخرت میں بھی میزان لگا کر عدل و انصاف ہوگا۔ قیامت کا قیام چونکہ ایک غیب ہے اس کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے سوا کسی کو کچھ معلوم نہیں۔ اس لیے ہوسکتا ہے کہ وہ بہت ہی خراب ہو' اس وجہ سے ہی آیتِ مبارکہ میں ارشاد ہورہا ہے۔ ''اور تمہیں کیا معلوم کہ فیصلے کی گھڑی قریب آ لگی ہو۔'' اور لوگ اس سے غافل ہوں اور وہ ان کے قریب ہو اور یہ کہ عدل و انصاف کے لیے ترازو بھی لگ جائے۔ اس وقت ہمارے کسی مہمل سے مہمل عمل کو بھی نہیں چھوڑا جائے گا اور نہ ہی کوئی عمل کسی کا کہیں گم ہوسکے گا۔ سب کیا دھرا ہر کسی کے سامنے لے آیا جائے گا اس کے نامہ اعمال تو لحہ لحہ کراماً کاتبین تحریر کررہے ہیں وہ ہر کسی کے ہاتھ میں تھما دیا جائے گا۔ اس وقت کوئی کسی بھی طرح اپنے کسی عمل سے بھاگ نہیں سکے گا انکار نہیں کرسکے گا۔

ترجمہ:۔ بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب دی' پس آپ کو ہرگز اس ملاقات میں شک نہیں کرنا چاہیے اور ہم نے اسے بنی اسرائیل کی ہدایت کا ذریعہ بنایا۔ (السجدہ۔۲۳)

آیتِ مبارکہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے بظاہر خطاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہے لیکن دراصل مخاطب قریشِ مکہ اور کفارِ مکہ ہیں جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت میں اور آپ پر نازل ہونے والی کتابِ الٰہی قرآن مجید پر شک کررہے تھے۔ جیسا کہ گزشتہ صفحات میں اس سورۃ کی آیت نمبر۳ میں گزر چکا ہے کہ کفارمکہ کہہ رہے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اللہ کی طرف سے کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی ہے بلکہ انہوں نے خود ہی گھڑ لیا ہے اور دعویٰ کررہے ہیں کہ یہ کلامِ الٰہی ہے۔ اسی بات کا یہ دوسرا جواب ہے۔

اعلانِ نبوت سے پہلے خود حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں نہ تو نبی بننے کی کبھی کوئی

خواہش پیدا ہوئی تھی نہ ہی آپ کو ایسی کوئی توقع تھی نہ اس سے پہلے آپ نے کبھی کوئی ایسا کسی سے اظہار ہی فرمایا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توقع کے بالکل خلاف یکا یک حضرت جبرائیل علیہ السلام کے وحی لے کر آنے نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ صرف حیرت میں ڈال دیا بلکہ شک بھی ہوا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب ترین بندے کے خوف اضطراب کو دور کرنے اور اس کا ازالہ فرمانے کے لیے حضرت جبرائیل امین کے ہی ذریعے یہ وحی نازل فرمائی کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کسی شک وشبہ میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں' کیونکہ وحی کا نزول کوئی نئی بات نہیں ہے۔ آپ سے پہلے بھی انبیاء علیہم السلام تشریف لاتے رہے ہیں ان پر وحی کا نزول ہوتا رہا ہے۔ انہیں صحائف وکتب دی جاتی رہی ہیں۔ اس سلسلے میں پہلی بات یہ فرمائی گئی ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ نادان لوگ آپ پر کتابِ الٰہی کے نزول کو اپنے نزدیک بعید از امکان سمجھ رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ہر کوئی نہیں تو ہر دوسرا شخص اس کے بارے میں شک وشبہ میں پڑ جائے۔ یہ کوئی نرالا واقعہ نہیں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھی کتب نازل ہوتی رہی ہیں ان میں سے مشہور ترین کتاب وہ ہے جو حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کو تورات دی گئی تھی' اسی نوعیت کی ایک چیز آپ کو بھی دی گئی ہے۔ اس میں کسی شک وشبہ میں پڑنے کی کوئی بات ہی نہیں ہے۔

ایک تشریح اس آیت کی اس طرح بھی کی گئی ہے کہ یہ اشارہ ہے اس ملاقات کی طرف جو معراج کی رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان ہوئی تھی جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نمازوں میں تخفیف کرانے کا مشورہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا تھا۔

ترجمہ:۔ اور یقیناً' یہ ام الکتاب (لوح محفوظ) میں ہے اور ہمارے نزدیک بڑی بلند مرتبہ اور حکمت والی ہے۔ (الزخرف۔۴)

آیتِ کریمہ میں قرآن حکیم کی عظمت وشرف کا بیان ہے جو ملاء اعلیٰ میں اسے حاصل ہے تاکہ اہلِ زمین بھی اس کے شرف وعظمت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کو قرار واقعی اہمیت دیں' اس سے ہدایت کا مقصد حاصل کرسکیں جس کے لیے اسے دنیا میں اتارا گیا ام الکتاب سے مراد وہ اصل کتاب ہے جس سے تمام انبیاء علیہم السلام پر نازل ہونے والی کتابیں ماخوذ ہیں' اسی کو سورۂ واقعہ میں پوشیدہ اور محفوظ کتاب کہا گیا ہے' اور سورۂ بروج میں اس کے لیے لوح محفوظ کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ یعنی ایسی لوح جس کا لکھا ہوا کسی طرح مٹ نہیں سکتا جو ہر قسم کی دراندازی سے قطعی محفوظ ہے۔ قرآن مجید کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ یہ ''ام الکتاب'' میں ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے مختلف زمانوں میں مختلف ملکوں اور قوموں کی ہدایت کے لیے مختلف انبیاء علیہم السلام پر ان کی قومی زبانوں میں کتابیں نازل ہوتی رہی ہیں' ان سب میں ایک ہی عقیدے کی ایک ہی دعوت دی گئی ہے' حق ایک ہی سچائی توحید کو قرار دیا گیا ہے' خیر وشر کا ایک ہی معیار پیش کیا گیا ہے' اخلاق وتہذیب کے یکساں اصول بیان کیے گئے ہیں کیونکہ دینِ حق دینِ اسلام ایک ہی دین ہے جسے تمام کتب الہیہ لے کر آئی ہیں' سب کی اصل ایک ہے صرف عبارتیں لہجے اور تحریر کی زبانیں مختلف ہیں۔ سب کے معنی ایک ہی ہیں جو اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں ایک بنیادی کتاب میں محفوظ ہے۔ جب جب ضرورت پیش آئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے کسی نبی کو مبعوث فرمایا تو اس وقت موقع محل

اور معنی کی مناسبت سے کسی خاص عبارت کو کسی خاص زبان میں نازل فرمایا گیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام اقوام عالم میں اپنے منتخب نمائندے بطور نبی' رسول' پیغمبر مبعوث فرمائے اور ہر نبی کو اُس ہی قوم سے منتخب فرمایا گیا جس کی اصلاح وہدایت کرنا مقصود ہوا کرتی اسی سبب کتابِ الٰہی بھی اُن کی ہی قومی زبان میں نازل ہوا کرتی تھی۔

اُم الکتاب سے مراد کتابِ مبین جو لوح محفوظ پر نقش ومحفوظ ہے اور اُم الکتاب تعریف ہے قرآن حکیم فرقان حمید کی اور اس اصل کتاب کی بھی جس سے قرآن کریم منقول یا ماخوذ ہے۔ دراصل اس تعریف سے لوگوں کو یہ بات ذہن نشین کرانی مقصود ہے کہ کوئی شخص بھی اپنی نادانی کج فہمی کے باعث اگر اس عظیم کتاب کی حکیمانہ تعلیم سے فائدہ نہ اٹھائے تو یہ اس کی اپنی بدنصیبی بدقسمتی ہی ہوگی۔ اور اگر کوئی اسکی قدرومنزلت اس کی حیثیت گرانے کی کوشش کرے اور اس کے احکامات وقوانین پر اعتراض کرے تو یہ بھی اس کی اپنی نادانی اور ناقدری ہوگی۔ قرآن حکیم کلامِ الٰہی ہے اور ایک بلند مرتبہ کتاب ہے۔ اس کی بے نظیر تعلیم اور اس کی معجزانہ بلاغت اور بے عیب حکمت کسی کے گرائے سے کیسے گرسکتی ہے۔ یہ تو خالص کلامِ الٰہی ہے۔

ترجمہ:۔ (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے اس (قرآن) کو تیری زبان میں آسان کردیا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ (الدخان۔۵۸)

آیتِ کریمہ کے براہ راست مخاطب نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے چونکہ آپ کی بعثت عرب میں ہوئی ہے آپ کی قوم کی زبان عربی ہے جسے وہ آسانی سے بولتے اور سمجھتے' لکھتے لکھاتے ہیں اس لیے ان کی ہدایت فلاح اور بھلائی کے لیے جو ہدایت نامہ قرآن مجید آپ پر اتارا گیا ہے وہ کسی اجنبی یا بیرونی زبان میں نہیں ہے۔ بلکہ آپ کی قوم کی اپنی زبان میں اُتارا گیا ہے تاکہ وہ اسے سمجھ سکیں اور اس پر عمل کرسکیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کے لیے ہر ہر طرح کی آسانیاں فراہم فرماتا ہے تاکہ اس کے بندے اپنی آخرت کی دائمی زندگی کا بہتر سے بہتر بندوبست آسانی اور سہولت سے کرسکیں۔ اس کے باوجود کہ اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ اور اہلِ قریش کے لیے یہ آسانی فراہم کی کہ قرآن کا ہدایت نامہ ان کی ہی زبان میں اتارا تاکہ وہ اسے اچھی طرح سمجھ سکیں لیکن اس کے باوجود انہوں نے دینِ حق کو قبول کرنے کے بجائے اس کا راستہ روکا اور قرآنی آیات کا مذاق اڑایا توحید وآخرت' زندگی بعدالموت اور جنت ودوزخ کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو محض شاعری قرار دے کر اپنے نزدیک اسے بے وزن بے توقیر ٹھہرانے کی مذموم کوشش کرتے تھے اسی کا ذکر آنے والی آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس طرح فرمایا ہے۔

ترجمہ:۔ نہ تو ہم نے اس (پیغمبر) کو شعر سکھائے اور نہ یہ اس کے لائق ہے۔ وہ تو صرف نصیحت اور واضح قرآن ہے۔ (یٰس۔۶۹)

آیتِ کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کفار کو ان کی طرح طرح کی باتوں اور توحید وآخرت کی زندگی بعدالموت حیات اور جنت ودوزخ کی جو باتیں کیا کرتے تھے اس کا دوٹوک اور واضح جواب دے رہا ہے۔ کیونکہ مشرکین مکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نہ صرف تکذیب کیا کرتے تھے اور طرح

طرح کی باتیں کہتے رہتے تھے' ان میں ایک بات یہ بھی کہتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شاعر ہیں اور قرآن کریم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شاعرانہ تک بندی ہی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی اس بات کی نفی فرمائی ہے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شاعر ہیں اور نہ ہی قرآن پاک شاعری کا مجموعہ ہے بلکہ یہ تو نصیحت اور موعظت ہے۔ شاعری میں تو بالعموم مبالغہ' افراط وتفریط اور محض تخیلات کی ندرت کاری ہوتی ہے۔ یوں اگر کہا جائے کہ شاعری کی بنیاد ہی جھوٹ پر ہوتی ہے تو غلط نہ ہوگا۔ شاعر تو گفتار کے ہی غازی ہوتے ہیں کردار کے نہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہم نے نہ صرف یہ کہ اپنے پیغمبر کو شعر نہیں سکھلائے' اور نہ ہی اشعار ان پر وحی کیے ہیں۔ بلکہ ان کے مزاج وطبیعت کو ایسا بنایا ہے کہ شعر سے ان کو کوئی مناسبت ہی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اگر کسی کا کوئی شعر پڑھتے بھی تھے تو وہ اکثر صحیح نہیں پڑھ پاتے اور اس کا وزن ٹوٹ جاتا تھا۔ جس کی مثالیں احادیث میں موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ طرز اس لیے اختیار کیا کہ منکرین پر اتمام حجت ہو سکے اور ان کی شبہات کا خاتمہ کردیا جائے اور وہ لوگ یہ نہ کہہ سکیں کہ یہ قرآن شاعرانہ تک بندی کا نتیجہ ہے' جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمیت (پڑھا لکھا نہ ہونا) بھی قطع شبہات کے لیے تھی تاکہ لوگ قرآن پاک کے لیے یہ نہ کہہ سکیں کہ اس نے تو یہ فلاں سے سیکھ پڑھ کر مرتب کرلیا ہے۔ کفارِ مکہ کے ان الزامات کی تردید وضاحت اللہ تعالیٰ نے سورۂ حم السجدہ میں بھی ارشاد فرمائی ہے۔

ترجمہ:۔ اتاری ہوئی ہے بڑے ہی مہربان اور بہت رحم والے کی طرف سے (ایسی) کتاب جس کی آیتوں کی واضح تفصیل کی گئی ہے' (اس حال میں کہ) قرآن عربی زبان میں ہے اس قوم کے لیے جو جانتی ہے (عربی سمجھتی ہے) (حم السجدہ۔۳،۲)

آیت کریمہ میں خوب وضاحت سے ارشاد فرما دیا گیا ہے بلکہ دوٹوک انداز اختیار کیا گیا ہے کہ یہ کلام اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے' یعنی کفار جو چاہے کہتے سمجھتے رہیں کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم خود تصنیف کررہے ہیں' لیکن حقیقت تو یہی ہے کہ اس کلام کا نزول اللہ تبارک وتعالیٰ کی ہی طرف سے ہورہا ہے۔ یہ اعلانِ عام فرما کر اپنے مخاطبین جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم کے لوگ تھے کو متنبہ کیا جارہا ہے۔ اس کلام الٰہی کو کہ تم لوگ جو اعتراضات کررہے ہو جس غصے کا اظہار نبی برحق حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر کررہے ہو تو تمہارا غصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف نہیں درحقیقت تم لوگ تو اپنے اللہ اپنے خالق کے خلاف اپنے غصے وشدت کا اظہار کررہے ہو۔ اس طرح تم لوگ رسول اللہ سے نہیں بلکہ اپنے رب اپنے خالق ومالک سے منہ موڑ رہے ہو۔

(جاری ہے)

ہمارا آنچل

صائمہ شیر علی

اسلام علیکم ورحمتہ اللہ برکاتہ! مجھے ہمیشہ سے ہی اپنی کتاب حیات کو دوسروں پر کھولنا بہت کٹھن مرحلہ معلوم ہوتا ہے۔ لیکن آج میں نے یہ کھٹن مرحلہ پار کرنے کا فیصلہ کر ہی لیا ہے۔ تو چلیے پیارے قارئین کرام آج اپنی کتاب حیات کے چند صفحات نہ صرف آپ کو وا کرنے کی بلکہ پڑھنے کی بھی اجازت دیتی ہوں ۔میرا نام ہے صائمہ جو کہ مجھے کچھ خاص پسند نہیں بیس نومبر کو اس دنیا میں آ کر والدین کی ذمہ داریوں میں اضافہ کیا (بٹی بوجھ، ذمہ داری) ستاروں پر یقین نہیں رکھتی تو یہ جاننے کی بھی کوشش نہیں کی کہ میرا اسٹار کون سا ہے۔ سات بہن بھائیوں میں میرا نمبر پانچواں ہے دو بہنوں شادی شدہ ہیں بھانجی عائزہ اور بھانجہ عبدالرحمن اور احمد میں میری جان ہے میری پہلی محبت میری پیاری ٹیچر صدف محمود ہیں میری ٹیچر میرا غرور ہیں میری ٹیچر میرا دل اور میری فیملی میری دھڑکن ہے میں تھرڈ ائیر کی اسٹوڈنٹ ہوں۔ آنسو بہت پسند ہیں صرف اپنی آنکھوں میں دوسروں کی آنکھیں مسکراتی ہوئی اچھی لگتی ہیں۔ آندھی اور بارش سے بہت زیادہ خوف آتا ہے رات کے وقت کبھی بارش یا آندھی آتی ہے تو میں کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتی ہوں اور ساتھ میں آیت الکرسی اور درود شریف کا ورد کرتے بس دل میں ایک ہی التجا اللہ پاک سے کرتی ہوں کہ یہ آندھی یا بارش جلد از جلد بند ہو جائے ۔بزدل ہونے کے ساتھ ساتھ حساس بھی بہت زیادہ ہوں کوئی تھوڑی سی اونچی آواز میں بات کر لے تو آنسوؤں کا نہ رکنے والا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے رونا اچھا لگتا ہے سب سے چھپ کر روتی ہوں رونے کے بعد دل کو سکون سا آ جات ہے ۔ بہار سبز رنگ بہت زیادہ پسند ہے اتنا زیادہ پسند ہے دل چاہتا ہے کہ پوری دنیا اس رنگ میں رنگ جائے (بے وقوف لڑکی) بہت بڑی رائٹر بننا چاہتی ہوں رائٹر سمیرا احمید پر رشک آتا ہے] سمیرا احمید میری فیورٹ رائٹر ہیں زندگی میں ایک بار ان کا دیدار کرنے کی خواہش ہے بیسٹ رائٹر کا ایوارڈ ملنا چاہیے انہیں میری خواہش ہے کہ میں تھوڑی سی موٹی ہو جاؤں میرا دل چاہتا ہے کہ پوری دنیا میں امن ہو اور محبت ہو رشتوں کو کھونے سے خوف آتا ہے، رشتوں میں رنجشیں، بغض ونفرت کی جگہ پیار و محبت اور شفقت دیکھنے کی تمنائی ہوں (ہاہ......) مجھے اپنا بچپن بہت یاد آتا ہے بچپن کی ایک ایک بات، شرارت، کھیل، ضد، لڑائی کے فوراً بعد صلح، بے فکری اور معصوم نیند، معصوم قہقہے اور معصوم خواہشیں، دل عناد و بغض سے پاک، دماغ فکر و پریشانی سے آزاد غرضیکہ بچپن کی ایک ایک یاد موجودہ فریبی زندگی کے فریبی لبوں پر مسکراہٹ لانے کا موجب بنتی ہے میں اپنے بچپن پر پوری ایک کتاب لکھ سکتی ہوں لیکن یہاں ان چند سطور پر اکتفا کرنا ہوگا ورنہ قارئین کرام غصہ میں آ کر مجھے غائبانہ طمانچہ رسید کر سکتے ہیں۔ کائنات ارشد (نیہا) کو میری بچپن کی اور مدیحہ حسن کو میری بیسٹ فرینڈ ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ ان کے علاوہ رمشاء خوشی، حناء رباب، سویرا، یاسمین اور ثناء یہ سب بھی میری بہت اچھی فرینڈز ہیں ۔نئے لوگوں سے گھلنے ملنے میں بہت زیادہ وقت لگتا ہے۔ یہ میری بی ایس کی نئی کلاس سے پوچھیں ۔نئی کلاس اور نئی کلاس فیلوز سب مجھے کم گو اور تنہائی پسند کہتے ہیں اوز گھر والوں کے بقول میری بہت زیادہ چلتی ہے۔ گھر

میں واقعی میں بہت بولتی ہوں بقول میرے میں کبھی بہت معصوم اور کبھی بہت چالاک ہوتی ہوں' ایسے مرد برے لگتے ہیں جو عاشقی تو بہت اچھی نبھا لیتے ہیں لیکن اچھے بیٹے اور اچھے بھائی کا کردار ادا نہیں کرتے ۔اپنے وطن پاکستان سے بہت زیادہ پیار ہے۔ پاکستانی کہلوانے پر بہت فخر محسوس ہوتا ہے ۔کوئی پاکستان کی تعریف کرتا ہے تو ایسا لگتا ہے میری تعریف ہو رہی ہے اور جب کوئی میرے وطن کے خلاف ایک لفظ بھی کہتا ہے تو دل چاہتا ہے کہ اس کا جواب میں اس شخص کا منہ توڑ کر رکھ دوں ۔کتابوں سے عشق ہے ۔گاؤں اور گاؤں کی سادہ زندگی پسند ہے ۔جب آسمان اور سورج کو بادلوں نے ڈھکا ہوتا ہے تو ایسا موسم میرے دل میں گاؤں کی سیر کرنے کی خواہش پیدا کرتا ہے ۔کھانا پکانے کی شوقین ہوں اور کھانے کی بھی' کھانے میں میٹھا زیادہ پسند نہیں ۔میٹھے میں بس ایک چائے ہے جو تینوں ٹائم شوق سے پی لیتی ہوں اس کے علاوہ کوئی بھی میٹھی چیز ہو بس دیکھ کر ہی پیٹ بھر جاتا ہے۔ ہاں کھٹی چیزیں بہت پسند ہیں جیسے کھٹے پانی والے گول گپے، کچے آم، دہی بڑے، اچار ، املی وغیرہ وغیرہ (منہ میں پانی آ گیا ہے تو ...... پی جاؤ) ہی ہی ہی ۔اللہ پاک اور آنحضور ﷺ کی ذات اقدس سے بے حد محبت ہے اور دلی خواہش ہے کہ اس محبت کو عشق کا درجہ مل جائے (آمین ثم آمین) ۔طوطا' چڑیا، بیا' تتلی، خرگوش، گلہری یہ سب جانور بہت اچھے لگتے ہیں ۔فیورٹ سنگر کوئل ہے' کوئل کی کو کو کانوں کو بہت بھلی لگتی ہے۔ گرمیوں کی لمبی دوپہریں اور سردیوں کی لمبی راتیں، پسند ہیں' میں پینٹنگ بھی اچھی کر لیتی ہوں۔ میری دوست رباب کو میری رائٹنگ اچھی لگتی ہے جبکہ مجھے نہیں لگتی مجھے اس کی اچھی لگتی ہے' میں نے اپنے دوستوں سے اپنی خوبیوں خامیوں کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ میں باتوں کا بہت جلد برا مان جاتی ہوں اور جلد ناراض ہو جاتی ہوں اور وہ کہتی ہیں کہ اس کے علاوہ کوئی خاص نہیں مجھ میں' جبکہ میرا کہنا ہے کہ مجھ میں خامیوں کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں' میری سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ مجھے غصہ بہت آتا ہے اور غصے کا زیادہ تر اظہار رو کر کرتی ہوں۔ اس کے بعد دوسری خامی یہ ہے کہ بدتمیز بھی ہوں' اکثر بڑوں کے ساتھ بدتمیزی کر جاتی ہوں ' جھوٹ بھی بولتی ہوں' میری ٹیچر کے بقول میں بہت زیادہ حساس ہوں اور ضرورت سے زیادہ حساسیت خامی میں شمار ہوتی ہے ۔تھوڑی سی ضدی بھی ہوں' اپنے کام میں کسی کی دخل اندازی اور ٹوکنا برداشت نہیں کرتی ۔یہ تو ہو گئیں میری خامیاں جو کہ میں نے بغیر پردہ پوشی کے سب بتا دی ہیں' ان کے علاوہ بھی بہت سی ہوں گی' اور پہلے خوبی یہ ہے کہ کسی بھی قسم کے معاملے میں کسی کے ساتھ بھی معمولی سی ناانصافی بھی برداشت نہیں ہوتی' مختصراً یہ کہ انصاف پسند ہوں ذہین ہوں (الحمدللہ) یہ دوسروں کا کہنا ہے' سادہ ہوں فیشن ایبل نہیں ہوں اور خوبیاں اس وقت یاد نہیں آ رہیں (ہوں گی تو یاد آئیں گی) ۔تعارف طویل ہوتا جا رہا ہے ۔قارئین کے چہرے اکتائے ہوئے لگ رہے ہیں ۔چلیں جی بہت امتحان لے لیا آپ کے صبر کا اب اجازت دیجیے ۔اللہ حافظ۔

حصہ دوم

نازیہ کنول نازی

وہ جو عشق تھا

دل جل رہا تھا غم سے مگر نغمہ گر رہا
جب تک رہا، میں ساتھ، مرے یہ ہنر رہا
صبح سفر کی رات تھی، تارے تھے اور ہوا
سایہ سا ایک دیر تلک بام پر رہا

السلام علیکم دوستو

آنچل کے پلیٹ فارم پر ایک طویل مدت کے بعد آپ سے مخاطب ہوں امید کرتی ہوں آپ سب بالکل بخیر وعافیت ہوں گے "وہ جو عشق تھا" ایک طویل مدت کے بعد آنچل کے لیے میرا ناول ہے۔

بے شک یہ ناول روایتی انداز میں لکھا گیا ہے مگر یہ صرف روایتی ناول نہیں ہے اس ناول کے اندر آپ کو اس معاشرے کی حقیقت بھی ملے گی ذہن کو فریش کرنے کا اینڈھن بھی ملے گا اور بہت سی معلامات بھی حاصل ہوں گی۔ کیونکہ ایک طویل عرصہ کے بعد آنچل کی محبت میں آپ سب دوستوں کے لیے، بہت مصروف زندگی میں سے وقت نکال کر بہت محبت سے یہ ناول آپ کے لیے لکھا ہے۔

آپ کی پسندیدگی کے گراف پر یہ ناول کس لیول تک رہا اپنی رائے سے نوازنا ہرگز مت بھولیے گا اس کی ہر قسط پر مجھے آپ کے قیمتی الفاظ کا انتظار رہے گا۔ اسی کے ساتھ آنچل سے وابستہ آپ سب قاری بہنوں سے ریکویسٹ ہے کہ پلیز آنچل کے ساتھ جڑے رہیں اور آپ کی وہ دوست اور رشتہ دار جو آنچل کے بارے میں نہیں جانتے انہیں آنچل کے بارے میں متعارف کروائیں اگر آنچل کو آپ تک پہنچنے میں کوئی مشکل ہے تو پلیز آپ آنچل کی سالانہ خریدار بن کر گھر بیٹھے اپنے گھر کی دہلیز پر آنچل وصول کریں

آپ لوگوں کی طرف سے حوصلہ افزائی اور محبت رہی تو ان شاءاللہ تعالی اس سے بھی بہتر ناول آپ کے لیے لے کر آؤں گی

آخر میں آپ دوستوں سے التجا ہے کہ پلیز یوٹیوب پر میرا معلوماتی چینل THI AIK NAZO لازمی سبسکرائب کریں اس چینل کی کامیابی کے لیے مجھے آپ سب دوستوں کے تعاون اور محبت کی اشد ضرورت ہے۔ اپنی محبتوں اور دعاؤں میں یاد رکھیں اللہ ہم سب کا حامی وناصر ہو آمین۔

نازیہ کنول نازی

☆......☆......☆

جھیل کی اداسی پر
بے دلی کی دلدل پر
بے خبر سے منظر میں
درد کے سمندر میں

ایک یاد باقی ہے
آنکھ میں خزاں رت ہے
گرد اتری رہتی ہے
پھر بھی ایک کونے میں
اک گلاب باقی ہے
ایک یاد باقی ہے!!

مردان خانے میں گہری خاموشی چھائی تھی۔ آج تک اس حویلی میں جو نہیں ہوا تھا وہ ہوگیا تھا' بے یقینی سی بے یقینی تھی۔ سردار عبدالرحیم ایک طرف بیٹے کے جرات مندانہ قدم پر مسرور تھے تو دوسری طرف ان کو علاقے کے معززین کی بھی فکر تھی۔ لوگ اس نکاح کے بعد ان کے لیے کیسا رویہ رکھتے؟ اس علاقے میں آج تک ایسا نہیں ہوا تھا کہ کسی بھاگی ہوئی لڑکی کو کسی نے قبول کیا ہو یا اسے امان دی ہو...... اگر وہ یہ کام کرتے تو یقیناً لوگ ان کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے۔ عجیب پیچیدہ سا معاملہ ہوگیا تھا۔ ایک طرف جان سے پیارا بیٹا تھا تو دوسری طرف صدیوں سے چلی آرہی قدیم روایات جن میں کسی تبدیلی یا نرمی کی گنجائش نہیں تھی۔ سردار عبداللطیف اٹھ کر چلے گئے تھے۔ شاید انہیں زارون کا فیصلہ پسند نہیں آیا تھا مگر سردار عبدالرحیم پریشان بیٹھے تھے۔ ان کا دل دو حصوں میں بٹ گیا تھا' کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کریں...... تب ہی زارون ان کے قدموں میں آکر بیٹھ گیا تھا۔

"میں جانتا ہوں بابا سائیں...... آپ کے لیے یہ فیصلہ کرنا آسان نہیں ہے' محراب کو عزت دینے کا مطلب ہے علاقے میں اپنے لیے بغاوت کو جنم دینا ہے اپنی ساکھ خراب کرنا ہے' اسی لیے بہت سوچ وبچار کے بعد میں نے ایک الگ راہ نکالی ہے' ایک ایسی راہ جس میں سانپ بھی مرجائے گا اور لاٹھی بھی نہیں ٹوٹے گی۔" اس کا دماغ ایسے موقعوں پر بہت چلتا تھا۔ سردار عبدالرحیم نے نگاہ اس کے چہرے پر جمادیں۔

"کیسی راہ؟"

"میں اب ایبروڈ نہیں جاؤں گا بابا...... میری تعلیم سے



زیادہ یہ مسئلہ میرے لیے اہم ہے محراب کو ذہنی طور پر نئے رشتے میں بندھنے کے لیے ابھی وقت کی ضرورت ہے اور مجھے بھی...... لہٰذا میں نے سوچا ہے کہ میں شہر میں کوئی اچھی جگہ دیکھ کر وہاں گھر تعمیر کرواتا ہوں...... جب تک وہ مکمل ہوگا ہم یہاں نکاح کی رسم کرکے محراب اور مریم چچی کو شہر شفٹ کردیں گے اسی نکاح کے ساتھ ہم عباد کے لیے کوئی اچھی سی لڑکی ڈھونڈ کر اس کی شادی طے کردیں گے علاقے کے لوگوں کے لیے یہ شادی محراب سے ان کی توجہ ہٹانے کا بہانہ ہوگی بعد میں جب لوگ اس مسئلے کو بھول جائیں گے مریم چچی اور محراب پھر سے حویلی کا حصہ بن جائیں گی۔“ اس نے سب کچھ پہلے ہی پلان کرکے رکھا تھا۔ سردار عبدالرحیم نے پرسوچ انداز میں آہستہ سے سر ہلایا تھا۔

......☆☆☆......

لال حویلی میں نئی تاریخ رقم ہورہی تھی۔ جس نے بھی سنا زارون محراب عبدالرحیم سے شادی کررہا ہے اس نے دانتوں تلے انگلی دبالی۔ بھلا زارون عبدالرحیم کو لڑکیوں کی کمی تھی جو اس نے ایک بھاگی اور دھتکاری ہوئی طلاق یافتہ لڑکی کو اپنے لیے چن لیا۔ مریم بیگم پر تو مانو غشی کی کیفیت طاری تھی۔ ان کی بیٹی آسمان سے گر کر کھجور میں اٹک گئی تھی۔ ادھر محراب بے حال تھی۔

”امی مجھے زارون سے شادی نہیں کرنی اس سے بہتر ہے مجھے بھی نایاب کی طرح شب کے اندھیرے میں بے دردی سے ماردیا جائے۔“ جس وقت اسے نکاح کے لیے تیار کیا جارہا تھا اس نے مریم بیگم کے ہاتھ پکڑ کر ان سے کہا تھا۔ جواب میں انہوں نے رکھ کر ایک تھپڑ اس کے بھیگے ہوئے گال پر جڑا تھا۔

”پاگل ہوئی ہو؟ منع کیا تھا تمہیں مدرسے مت جاؤ...... مگر تم نے اپنی مرضی کی نتیجہ دیکھ لیا ناں اس کا اب بھگتو مگر خدا کا واسطہ ہے تمہیں میری تربیت کا مزید تماشا مت بناؤ۔“ وہ خود اندر سے چور چور تھیں۔ بیگم عبدالرحیم جو پاس ہی کھڑی تھیں ان کے شکستہ لہجے پر آگے بڑھیں۔

”کیسی لڑکی ہو تم محراب عبدالکریم...... میرے بیٹے نے سالوں پرانی حویلی کی روایت توڑ کر تمہیں موت کے منہ سے نکال لیا اور تم ہو کہ ابھی بھی اپنی ضد پر اڑی ہو کیا چاہتی ہو تم؟ اس حویلی میں کوئی سکون کا سانس نہ لے۔“ وہ شکوہ کناں تھیں۔ محراب کے لبوں پر استہزائیہ سی مسکراہٹ بکھر گئی۔ وہ بولی تو اس کے لہجے میں ٹوٹے کانچ سی چبھن تھی۔

”مجھے اس حال میں پہنچانے والا خود آپ کا بیٹا ہے بڑی امی...... نایاب کی بے قصور موت کا ذمہ دار بھی وہی ہے۔“

”سن رہی ہو مریم تمہاری بیٹی کیا کہہ رہی ہے حویلی کے سرداروں تک اگر یہ بات پہنچ گئی تو قیامت آجائے گی۔“

”آجائے قیامت...... مجھے اب کسی قیامت کا ڈر نہیں مگر میں چیخ چیخ کر ساری دنیا کو بتاؤں گی کہ آپ کے بیٹے نے میری زندگی برباد کی ہے بے گناہ ہوتے ہوئے بھی اس نے مجھے سب کی نظروں میں گناہ گار بنادیا...... کبھی بخشا نہیں جائے گا بڑی امی میری اور نایاب کی بددعائیں کبھی اس کا پیچھا نہیں چھوڑیں گی۔“

”بس...... بہت ہوگیا زبان بند کرلو لڑکی...... نہیں تو چیل کوے تمہاری بوٹیاں نوچ کھائیں گے۔“ مارے غیض وغضب کے بیگم عبدالرحیم کا وجود کانپنے لگا تھا۔ تب ہی ان کی بڑی بہو آگے بڑھی تھی۔

”آپ یہاں سے چلیں امی...... یہ لڑکی اس قابل ہے ہی نہیں کہ اس پر کوئی احسان کیا جائے۔“

”صحیح کہا...... ذرا سی شرم بھی ہوتی اس کے اندر تو زارون بھائی پر اتنا بڑا الزام لگنے سے پہلے سو بار سوچتی جو شخص سمندر پار بیٹھا تھا اپنے گناہ کو اسی کے سر پر تھوپ رہی ہے یہ اور اسے دیکھو پھر بھی اس کی زندگی بچانے کے لیے حویلی میں سب سے لڑتا پھر رہا ہے۔“ چھوٹی بہو کیوں پیچھے رہتی۔ مریم بیگم نے ایک کڑی نگاہ اس کے جھکے سر پر ڈالی اور کمرے سے باہر نکل گئیں۔

ان کے پیچھے ہی بیگم عبدالرحیم اور ان کی دونوں بہویں بھی وہاں سے چلی گئی تھیں۔

بات دبالی گئی تھی ورنہ کچھ بعید نہیں تھا کہ حویلی واقعی طوفانوں کی زد میں آجاتی۔اسی شام مردان خانے میں علاقے کے مولوی صاحب کو بلا کر خاموشی سے زارون کا نکاح محراب عبدالکریم کے ساتھ پڑھا دیا گیا تھا۔سردار عبدالرحیم اور ان کے بڑے دونوں بیٹوں کی کوشش تھی کہ فی الحال علاقے میں یہ بات کسی کو پتا نہ چلے اسی مقصد کے لیے انہوں نے مولوی صاحب کو بھی تاکید کر دی تھی کہ وہ یہ راز ابھی راز ہی رکھیں۔سردار اعبدالطیف البتہ اس نکاح سے کچھ خاص خوش نہیں تھے۔عباد پچھلے تین روز سے حویلی سے غائب تھا۔محراب عبدالکریم کی بے وفائی کے باوجود اسے اپنی آنکھوں کے سامنے گولی کا نشانہ بنتے ہوئے دیکھنا اس کی برداشت سے باہر تھا۔

☆☆☆

اس رات پورے تین دن حویلی سے غائب رہنے کے بعد وہ حویلی واپس لوٹا تھا رات کے بارہ بجے تھے مگر زینب بیگم جاگ رہی تھیں۔وہ اپنے کمرے میں بیڈ پر بیٹھا پاؤں کو جوتوں کی قید سے آزاد کر رہا تھا جب وہ اس کے کمرے میں چلی آئی تھیں۔

"ارے امی جان آپ...... ابھی تک جاگ رہی ہیں؟" ماں کو سامنے دیکھ کر وہ فوراً اٹھا تھا زینب بیگم اثبات میں سر ہلاتی اس کے بیڈ کے کونے پر ٹک گئیں۔

"زارون اور محراب کا نکاح ہوا ہے ابھی...... کل صبح دونوں شہر چلے جائیں گے۔" زینب بیگم کو خبر ہوتی کہ ان کی اطلاع ان کے لاڈلے اکلوتے بیٹے پر کیسی بجلی بن کر گرے گی تو شاید وہ کبھی اسے یہ بات نہ بتاتیں۔عباد کو لگا جیسے ایک ہی پل میں کسی نے اس کا وجود بم سے اڑا دیا ہو..... اگلے چند لمحوں تک اسے جیسے اپنی سماعتوں پر یقین ہی نہیں آیا تھا۔

"یہ کیا کہہ رہی ہیں امی؟" اعصاب قدرے بحال ہوئے تو وہ بولنے کے قابل ہوا۔زینب بیگم اس کے احساسات سے بے خبر سر جھکائے کہہ رہی تھیں۔

"تمہاری حیرانگی بجا ہے میرے بچے...... آج سے پہلے کبھی ایسا ہوا جو نہیں مگر زارون نے ایسا کر دکھایا سب سے لڑا ہے وہ محراب کے لیے اور محراب کو دیکھو بجائے اس کا احسان ماننے کے وہ اپنے اغواء کا الزام اسی کے سر پر تھوپ رہی ہے اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ مردوں تک یہ بات نہیں پہنچی ورنہ شاید حویلی میں قیامت ہی آجاتی۔" وہ سادہ دل خاتون تھیں اپنی سادگی میں جو مناسب لگا سب بتاتی گئیں۔عباد کو لگا جیسے اس کا سانس سینے میں اٹک گیا ہو اسے یاد آیا محراب نے اسے بتایا تھا کہ نایاب کی ناگہانی موت زارون کی چال تھی...... اس نے اسے یہ بھی بتایا تھا کہ وہ اسے پریشان کرتا ہے وہ اس سے خوف زدہ اور ہراساں تھی۔اس نے اسے یہ بھی بتایا تھا کہ بچپن سے زارون کی اس پر نظر تھی صرف اسے پانے کے لیے اس نے نایاب کو راستے سے ہٹایا تھا تو عباد کو راستے سے ہٹانا کیا مشکل تھا اس نے محراب سے وعدہ کیا تھا کہ وہ زارون کا بندوبست کرے گا مگر اس کی نوبت ہی نہیں آئی تھی اس سے پہلے ہی وہ اپنی چال چل گیا تھا۔زینب بیگم اس کی حالت سے بے خبر اور بھی جانے کیا کیا کہتی رہیں مگر وہ کچھ سن ہی کہاں رہا تھا اس کا دماغ تو جیسے ماؤف ہو گیا تھا۔

"اچھا بیٹا...... اب تم آرام کرو میں بھی عجیب ہوں بجائے روٹی پانی کا پوچھنے کے اور ہی قصے لے بیٹھی۔" اس کی خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔عباد نے بہ مشکل خود کو سنبھالا۔

"نہیں امی...... میں کھانا کھا کر آیا ہوں ابھی بس آرام کروں گا۔"

اندر جھکڑ چل رہے تھے مگر اس نے خود پہ ضبط کر رکھا تھا۔زینب بیگم اسے دعائیں دیتی چلی گئیں تو اس نے کمرہ لاک کر لیا تھا۔دل کی حالت ایسی تھی گویا پسلیاں توڑ کر باہر نکل آئے گا۔

کتنا کمزور اور بزدل ثابت ہوا تھا وہ کہ ایک لڑکی کو جس کا کردار پہلے روز سے اس پر واضح تھا وہ سخت مشکل میں

اکیلا چھوڑ کر خود ایک طرف ہوگیا تھا۔ کیسی بودی محبت تھی اس کی کہ اس نے اپنی محبت کا یقین کرنے کی بجائے اجنبی لوگوں کا یقین کیا اور زارون نے اسی سے فائدہ اٹھالیا' ایک ذراسی چال سے اس نے ہر وہ راستہ بند کردیا تھا جس سے وہ محراب تک پہنچ سکتا تھا' جس سے محراب تک اس کی رسائی ممکن ہوسکتی تھی' کتنا شاطر نکلا تھا وہ اور کتنا بڑا بیوقوف ثابت کیا تھا اس نے عباد عبداللطیف کو...... کاش وہ اس کی طرف سے غافل نہ رہتا تو آج یہ نوبت نہ آتی۔ وہ یوں چھپ کر وار نہ کرتا۔

اس وقت وہاں کمرے کی کوئی بھی قیمتی چیز اس کے غصے سے محفوظ نہیں رہ سکی تھی' اس کا بس نہ چلتا تھا وہ پوری حویلی کو توڑ پھوڑ کر رکھ دے' کیا سوچتی ہوگی محراب اس کے بارے میں' بس یہی تھی اس کی مردانگی؟

اس کی محبت؟

اس کا اعتبار؟

ایک بار بھی اس نے اسے خبر نہیں ہونے دی کہ وہ اس پر شک کرنے لگا ہے' اس کے دل میں اس کے لیے بال آرہا ہے۔ قطعی بے خبر رکھ کر اس نے اسے بیچ منجدھار میں اکیلا ڈوبنے کے لیے چھوڑ دیا تھا۔ کتنا بڑا نقصان کردیا تھا اس نے اس کا' ایسا نقصان جس کا ازالہ وہ جان دے کر بھی ادا نہیں کرسکتا تھا۔

کبھی غم کی آگ میں جل اٹھے۔
کبھی داغ دل نے جلادیا
اے جنون عشق بتا ذرا
مجھے کیوں تماشا بنادیا
غم عشق کتنا عجیب ہے
یہ جنوں سے کتنا قریب ہے
کبھی اشک پلکوں پہ رک گئے
کبھی سارا دریا بہادیا
اے جنون عشق بتا ذرا
مجھے کیوں تماشہ بنادیا
جو رکے تو کوہ گراں تھے ہم
جو چلے تو جاں سے گزر گئے
راہ یار ہم نے قدم قدم
تجھے یادگار بنادیا......

□......☆□☆......□

اگلی صبح رات ہوئے فیصلے کے عین مطابق زارون محراب کو لے کر شہر نکل گیا تھا' مریم بیگم نے بیٹی کو یوں رخصت کیا جیسے کسی جنازے کو آخر بار گھر سے وداع کرتے ہیں۔ عباد جو رات سے جاگ رہا تھا حویلی سے زارون کے نکلتے ہی خود بھی بناء کسی کو مطلع کیے گاڑی لے کر اس کے پیچھے ہی حویلی سے نکل گیا تھا۔ زینب بیگم سے اسے پتا چلا تھا کہ فی الحال زارون نے شہر میں کرائے پر کوٹھی لے کر وہیں محراب کی رہائش کا بندوبست کیا تھا۔ اس کا ارادہ مریم بیگم کو بھی ساتھ لے جانے کا تھا مگر ان کی حالت ایسی نہ تھی کہ وہ شہر جا کر رہ سکتیں۔

وہ زارون کا ٹھکانہ دیکھنا چاہتا تھا تاکہ اس سے اپنی شکست کا بدلہ لے سکے اور اپنے اس مقصد کے لیے اس نے حویلی سے شہر تک زارون اور محراب کی گاڑی کا پیچھا کیا تھا۔ شہر کے قدرے پوش ایریا میں' کشادہ سڑک پر ایک نہایت دیدہ زیب بنگلے کے سامنے ان کی گاڑیاں رکی تھیں۔ عباد کی گاڑی قدرے فاصلے پر نگاہوں سے اوجھل ہی رہی۔ اس نے دیکھا نارنجی لباس میں ملبوس محراب عبدالکریم گاڑی سے یوں اتری جیسے کوئی زندہ لاش ہو۔ پہلو میں تیزی سے دھڑکتا دل گویا کٹ کررہ گیا تھا۔ قدرے فاصلے سے بھی وہ دیکھ سکتا تھا کہ زارون کی آنکھوں میں کتنی چمک تھی۔

اپنی جیت کی چمک!

اپنے مقصد میں کامیاب ہونے کی چمک!

وہ فاتح تھا اور اس نے کسی فاتح کی طرح ہی محراب عبدالکریم کا ہاتھ تھام کر اسے بنگلے کی طرف دھکیلا تھا۔

''تمہارا سوگ ختم نہیں ہوا ابھی تک؟'' بنگلے کی طرف قدم بڑھاتے اس نے ایک تیکھی نگاہ اس پر ڈالی تھی۔ وہ خاموش رہی تھی۔

"تمہارے لیے یہی بہتر ہے محراب عبدالکریم کہ تم اس حقیقت کو قبول کرلو...... ورنہ مجھے تو جانتی ہی ہو تم' بڑے ٹیڑھے دماغ کا انسان ہوں' زندگی اتنی مشکل بنادوں گا کہ سانس لینے کو بھی ترسو گی تم۔" وہ اس کی جاند چپ سے خائف ہو رہا تھا۔ محراب کے لبوں پہ بڑی مجروح سی مسکراہٹ بکھر گئی۔

"تمہیں اب بھی یہ لگتا ہے کہ میں سانس لینے کو ترسوں گی؟" نم آنکھوں کے ساتھ اس کی زخمی مسکراہٹ نے زارون کو تپا کر رکھ دیا تھا۔

"گویا تم چاہتی ہو کہ زندگی کو ابھی تم پر مزید تنگ کیا جائے۔"

"کرکے دیکھ لو...... سوائے جسم کے کچھ حاصل نہ کرپاؤ گے۔"

"چلو یہ تو وقت ہی بتائے گا کہ کیا حاصل ہوتا ہے کیا نہیں؟" وہ کہاں ہار ماننے والا تھا۔ اپنی گاڑی میں ان دونوں کو ساتھ ساتھ چلتے دیکھ کر عباد نے اسٹیئرنگ پر زوردار مکا مارا تھا۔

وہاں سے حویلی واپسی پر اس کا غصہ گویا آسمان کو چھو رہا تھا۔

مردان خانے میں اس وقت سردار عبدالرحیم' اور ان کے دونوں بڑے بیٹے موجود تھے۔ حویلی کے پچھواڑے میں گاڑی کھڑی کرنے کے بعد' تیز تیز چلتا وہ سیدھا وہیں پہنچا' سردار عبدالرحیم اسے اس وقت شدید غصے میں دیکھ کر پوچھے بغیر نہیں رہ سکے تھے۔

"کیا بات ہے برخوردار بہت غصے میں لگ رہے ہو؟"

"جی ہاں! میں واقعی اس وقت بہت غصے میں ہوں' کیونکہ مجھے حویلی میں اپنی اور آپ کے بیٹوں کی حیثیت کا پتا چل گیا ہے' مگر آپ کو کیا' آپ کے سامنے نہ میری کوئی اوقات ہے نہ میرے باپ کی۔" اس کی آواز اتنی بلند تھی کہ اپنے کمرے میں آرام کی غرض سے لیٹے سردار عبداللطیف خود کو وہاں آنے سے نا روک سکے۔ سردار عبدالرحیم کے بڑے بیٹے سردار ہارون کو اس کی یہ گستاخی ایک آنکھ نہ بھائی تھی وہ اس پر بگڑتے ہوئے بولا۔

"زبان سنبھال کر بات کرو عباد' بابا سائیں کے سامنے آج تک کسی نے ایسے لب و لہجے میں بات کرنے کی جرات نہیں کی۔"

"نہیں کی ہوگی مگر...... میں کسی نہیں ہوں' اس حویلی کے چھوٹے سردار کا اکلوتا بیٹا ہوں' یہاں جو حیثیت آپ کی اور آپ کے باپ کی ہے وہی میری اور میرے باپ کی بھی ہے۔" سردار عبداللطیف نے اپنے بیٹے کو آج سے پہلے اتنا مشتعل اور گستاخ کبھی نہیں دیکھا تھا تب ہی وہ اس کے قریب آئے تھے۔

"کیا بات ہے بیٹا...... کوئی شکوہ ہے تو کھل کر بیان کرو' یوں غصہ دکھانے کا کوئی فائدہ نہیں۔"

"جانتا ہوں بابا سائیں...... اسی لیے آج تک چپ رہا مگر...... اب نہیں رہوں گا۔"

"کھل کر کہو کیا کہنا چاہتے ہو' کیا حق تلفی کی ہے ہم نے تمہاری؟" سردار عبدالرحیم کی آنکھیں غصے سے سرخ ہوئی تھیں۔ مگر اس نے مطلق پروانہ کی' اندر آگ ہی ایسی لگی ہوئی تھی۔

"حق تلفی...... ظلم کیا ہے آپ نے' صرف اپنے بیٹے کے الزام پر بناء کوئی تحقیق کیے آپ نے اپنے مرحوم بھائی کی بے گناہ بیٹی کو موت کی نیند سلادیا...... جبکہ میں گواہی دیتا ہوں اس کا کردار شفاف تھا' مگر آپ نے اس کا یقین نہیں کیا اور اسے موت کی سزا سنادی' چلو ٹھیک ہے اپنی طرف سے آپ نے جو ٹھیک سمجھا وہ کیا مگر...... مجھے اطلاع نہیں دی' میرا یہاں ہونا کسی نے ضروری نہیں سمجھا' اس حویلی کی ایک عورت جھوٹے الزام میں موت کے گھاٹ اتار دی گئی مگر مجھے اس کی خبر تک دینا کسی نے گوارہ نہیں کیا مشورہ لینا تو دور کی بات ہے۔" اندر کی آگ لفظوں کی صورت باہر نکل رہی تھی۔ سردار عبدالرحیم کی آنکھوں کی سرخی اور غضب مزید بڑھ گیا۔ وہ بولے تو ان کے لہجے میں انگاروں سی تپش تھی۔

"کس نے کہا وہ بے گناہ تھی..... حویلی کی روایت کے خلاف شہر کے کالج میں پڑھ رہی تھی وہ اور اسی کالج کے لڑکے کو اس حویلی کے ایک ایک مکین نے خود اپنی آنکھوں سے آدھی رات میں اس کے کمرے سے باہر نکلتے دیکھا تھا' اس سے بڑھ کر بے حیائی کی کوئی بات ہو سکتی ہے اور رہی بات تمہیں مطلع کرنے کی تو تم ہم سے اوپر نہیں ہو برخوردار..... ہمارے فیصلوں کو چیلنج نہیں کر سکتے تم۔"

"جی ہاں..... بالکل صحیح فرمایا آپ نے' میری کیا اوقات ہے کہ میں آپ کے فیصلوں کو چیلنج کروں' یہ حق تو آپ نے صرف اپنے بیٹوں کو دیا ہوا ہے' تب ہی آپ کے سپوت زارون عبدالرحیم نے وہ کر دکھایا جو میں یہاں اپنی غیر موجودگی میں نہیں کر سکا سمندر پار ہو کر بھی اس نے آپ کے فیصلے کو چیلنج کر دیا' آپ کی بھاگی ہوئی بھتیجی کی موت کی سزا شادی میں بدل دی اور کمال یہ کیا کہ آپ میں سے کسی نے بھی اس پر سوچنے کی زحمت گوارہ نہیں کی کہ اس جیسے خود پسند انسان نے اتنی رحم دلی کیوں دکھائی کہ ایک بہن کو خود بے گناہ مروا کر دوسری کو موت کے منہ سے بچالیا..... نہ صرف موت کے منہ سے بچالیا بلکہ اسے اپنا نام بھی دے دیا۔"

"تمہیں کس بات کا ملال ہے نایاب کی موت کا یا اس کی بہن کے زندہ بچ جانے کا؟" سردار عبدالرحیم کا غصہ کم نہیں ہوا' عباد انہیں دیکھ کر رہ گیا تھا۔

"اپنی اور اپنے باپ کی حیثیت دو کوڑی ہونے کا ملال ہے مجھے' میں حویلی سے باہر تھا میری غیر موجودگی کو غیر ضروری سمجھتے ہوئے آپ نے میری بہن کو موت کی سزا سنادی اس پر عمل بھی کر لیا..... مگر آپ کا بیٹا جب حویلی سے باہر تھا تو آپ نے ایسا نہیں کیا' میرے بابا کی مخالفت کے باوجود آپ نے اپنے بیٹے کی بات کو اہمیت دی' اس سے مشورہ کیا' جبکہ یہ جال جس میں محراب عبدالکریم کو پھنسایا گیا کسی اور نے نہیں خود آپ کے اپنے بیٹے نے ہی بچھایا تھا۔" آج وہ کہاں کسی سے ڈرنے والا تھا۔ مردان خانے میں گویا آگ بھڑک اٹھی تھی۔

"زبان سنبھال کر بات کرو عباد..... شاید تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ تم میرے بیٹے پر کتنا بڑا الزام لگا رہے ہو۔" سردار عبدالرحیم شدید مشتعل ہو کر کھڑے ہو گئے تھے۔ ان کے دونوں بیٹوں کے چہروں پر بھی برہمی صاف دیکھی جا سکتی تھی مگر عباد کو پروا نہیں تھی' اس کے اندر جیسے الاؤ دہک رہا تھا۔

"الزام نہیں ہے یہ..... حقیقت ہے میں پچھلی پوری رات ایک لمحے کے لیے بھی نہیں سویا' جب سے پتا چلا کہ آپ کے اعلیٰ ظرف بیٹے نے ایک بھاگی ہوئی لڑکی سے شادی کر لی تب سے ہی اپنے قریبی دوستوں کو اس معاملے کی تحقیق پر لگا دیا تھا اور یہ انہی کی محنت کا نتیجہ ہے' جس سے مجھے نایاب اور محراب کی بے گناہی کے ساتھ آپ کے بیٹے کے گناہ گار ہونے کے ثبوت ملا۔ یہ دیکھیں' غور سے دیکھیں اس لڑکے کو یہ وہی لڑکا ہے جسے اس حویلی کے ہر مکین نے اپنی آنکھوں سے نایاب عبدالکریم کے کمرے سے نکلتے دیکھا تھا..... جاننا چاہیں گے آپ کہ آدھی رات گارڈز اور شکاری کتوں کی موجودگی میں اس لڑکے کو حویلی میں بحفاظت داخل کرنے والا کون تھا آپ کا بیٹا..... زارون عبدالکریم' کیونکہ یہ لڑکا آپ کے بیٹے کا نہایت قریبی دوست ہے اور اسی کے کہنے پر یہ آدھی رات کو یہاں آیا وہ بھی اس صورت میں کہ نایاب بے خبری کی گہری نیند سو رہی تھی۔ اس معصوم کو تو خبر بھی نہیں تھی کہ اسے بے موت مروانے کے لیے کیسا جال بچھایا جا رہا ہے۔" اپنا موبائل نکال کر اسکرین پر ایک تصویر زوم کر کے اس نے وہ اسکرین فرداً فرداً سب کے سامنے کی تھی۔ مردان خانے میں ایک مرتبہ پھر موت کی سی گہری خاموشی چھا گئی تھی۔

"یہی وہ شخص ہے جسے زارون نے محراب کے اغوا میں استعمال کیا..... میں خود مل چکا ہوں اس سے' محراب کے مدرسے میں زارون کی سفارش پر ملازمت حاصل کی اس نے' مقصد صرف محراب کے لیے جال تیار کرنا تھا اور وہ خط جو محراب کے حوالے سے مجھ تک پہنچا وہ خط محراب نے نہیں

بلکہ زارون کی دوست غزالہ نے محراب کی ہینڈ رائٹنگ کاپی کر کے خود لکھا تاکہ میں جذبات میں آ کر اسے چھوڑ دوں اور میں نے یہی کیا...... ڈفر جو تھا میں ابھی کل رات پتا چلا یہ لڑکی غزالہ وہی لڑکی تھی جس کے ساتھ زارون کو رنگ رلیاں مناتے نایاب نے دیکھ لیا تھا اور اس نے زارون کو دھمکی دی تھی کہ وہ حویلی کے بڑوں کو اس کی غلط حرکتوں کے بارے میں بتائے گی مگر اس کی نوبت ہی نہیں آئی آپ کے بیٹے نے کمال مہارت سے اپنے شاطر دماغ کا استعمال کرتے ہوئے اس سے پہلے ہی اس کی موت کا پلان بنالیا اور اس میں کامیاب بھی ہوگیا۔" ایک ایک ثبوت اس کے موبائل میں موجود تھا۔ مردان خانے میں اس وقت تمام نفوس کو جیسے سانپ سونگھ گیا تھا۔

"کیا منہ دکھائیں گے آپ لوگ روز محشر سردار عبدالکریم کو...... جن کی دونوں بیٹیوں کی زندگی آپ جیسے سرداروں کے ہاتھوں میں ایک کھیل بن کر رہ گئی۔" وہ مشتعل بھی تھا اور دل برداشتہ بھی۔ سردار عبدالرحیم کا سر جھک گیا' ان کے دونوں بیٹوں کے چہروں پر بھی شرمندگی صاف دیکھی جاسکتی تھی مگر عباد وہ دیکھنے کے لیے وہاں نہیں رکا...... وہ سیدھا اپنے کمرے میں گیا اور وہاں سے پسٹل لوڈ کر کے پھر سے گاڑی میں آ بیٹھا تھا۔ اب جب تک وہ زارون عبدالرحیم سے اپنی شکست کا بدلہ نہ لے لیتا سکون کا ایک لمحہ بھی اس پر حرام تھا۔

حویلی کی خواتین میں چہ میگوئیاں شروع ہوگئی تھیں۔ مریم بیگم کے لبوں کو جیسے قفل لگ گیا تھا۔ ان کی پتھرائی آنکھوں سے آنسو بے دریغ بہے جارہے تھے۔ ادھر حویلی کے حالات سے قطعی بے خبر زارون عبدالرحیم نئے بنگلے میں محراب کے سر پر سوار اسے تنبیہ کر رہا تھا۔

"اس بنگلے کو محض ایک چاردیواری نا سمجھنا ڈیئر محراب...... یہ قید خانہ ہے تمہارے لیے' جس سے تم میری مرضی کے بغیر ایک قدم بھی باہر نہیں نکال سکتیں' سمجھ گئی ناں؟"

"ہوں...... اس جہنم سے باہر نکل کر مجھے اب جانا بھی کہاں ہے' میری دنیا تو کب کی ختم کر چکے ہو تم۔" یاسیت سے کہتی وہ اسے مسکرانے پر مجبور کر گئی تھی۔

"گڈ...... سمجھدار ہوگئی ہو۔" فریج سے پانی کی بوتل نکال کر اس نے منہ سے لگالی تھی۔ محراب نے اسے نظر انداز کر دیا تھا۔

"چلو میں اب تھوڑا گروسری کا سامان لے آؤں تب تک تم چاہو تو آرام کرسکتی ہو۔" خالی بوتل ایک طرف پھینکتے ہوئے اس نے اسے مطلع کیا پھر اس کے اثبات میں سر ہلانے پر تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے گھر سے باہر نکل گیا تھا۔

☆☆☆

ابھی وہ گاڑی اسٹارٹ ہی کر رہا تھا جب اس کے موبائل پر اس کے منجھلے بھائی کی کال آگئی تھی۔ گاڑی دھیمی رفتار پر ڈالتے ہوئے اس نے کال ریسیو کی تھی۔

"اسلام علیکم!"

"وعلیکم السلام' کہاں ہو تم؟"

"کیوں...... خیریت؟" مقابل کے لہجے نے اس کو چونکنے پر مجبور کر دیا تھا۔

"نہیں...... خیریت ہی تو نہیں ہے۔"

"کیوں...... کیا ہوا ہے؟" آپ ہی آپ اس کا پاؤں بریک پر جا پڑا تھا۔

گاڑی عین سڑک کے وسط میں رک گئی تھی۔

"یہ پوچھو کیا نہیں ہوا...... عباد نے تمہارے سارے پول کھول کر رکھ دیئے ہیں' اپنے دوستوں کے ساتھ مل کر جو بھی تم نے نایاب اور محراب کے ساتھ کیا' سب کچھ ثبوت کے ساتھ وہ سب کے سامنے لے آیا ہے' بابا اور چچا فی الحال بہت غصے میں ہیں' خود عباد بھی پسٹل لے کر نکلا ہے جتنی جلدی ہوسکتا ہے اپنے دوستوں کو آگے پیچھے کردو' یہ نہ ہو کہ وہ پولیس کے ہتھے چڑھ جائیں اور تمہارے لیے کڑی مشکل کھڑی کردیں...... خود بھی محتاط رہو فی الحال حویلی آنے یا حویلی کے کسی بھی فرد سے رابطہ کرنے کی حماقت

ہرگز مت کرنا۔" وہ جو خود کو بہت بڑا کھلاڑی اور پلانر سمجھتا تھا' کائنات کے سب سے بڑے پلانر نے اس کے سارے پلان فیل کردیئے تھے۔اعصاب پر جیسے کوئی بھاری چیز آ کر گری تھی۔وہ تو اب تک بہت محتاط رہا تھا' پھر عباد کے ہاتھ اس کے خلاف کوئی ثبوت کیسے لگ گیا؟ یہ سوال ہتھوڑا بن کر اس کے دماغ پہ برس رہا تھا۔

کال ڈسکنکٹ ہوچکی تھی اس نے فوراً غزالہ اور صائم (اپنے دوست) کو کال کرکے کچھ روز کے لیے ادھر ادھر ہوجانے کا حکم جاری کردیا تھا۔محراب اس کی نظر میں فی الحال محفوظ تھی اس کے نزدیک عباد اس کی گرد کو بھی نہیں پاسکتا تھا' تب ہی اس کی طرف سے بے فکر ہو کر اس نے گاڑی فل اسپیڈ کے ساتھ آگے بڑھادی تھی۔یہ تو طے تھا کہ جس لڑکی کی وجہ سے اسے یہ سب پاپڑ بیل کر اپنے باپ کی نظروں سے گرنا پڑا وہ اب اسے ہرگز سستے میں چھوڑنے والا نہیں تھا۔

☆☆☆

زارون عبدالرحیم کے گھر سے نکلنے کے بعد محراب نے بنگلے کا جائزہ لیا' دو کنال پر پھیلا وہ خاصا خوب صورت بنگلہ تھا۔گیٹ کے اس پار درخت اور سبزہ ہی سبزہ باہر سے اس کی قدر و قیمت بڑھا رہا تھا' تو اندر کی دنیا اس سے بھی خوب صورت تھی۔گیٹ کے اس پار بے حد خوب صورت وسیع لان تھا جس میں زیادہ تر پھول پودے مختلف ممالک سے منگوا کر لگائے گئے تھے۔لان کراس کرکے ذرا آگے بڑھنے پر وسیع ہال کا دروازہ تھا' اسی ہال میں ایک طرف کچن تھا تو دوسری طرف پر ڈائننگ ہال' ڈائننگ کے ساتھ دیدہ زیب ٹی وی لاؤنج' ڈرائنگ روم اور تین بیڈ روم تھے' سامنے ایک چھوٹا سا اسٹڈی روم تھا جس میں آتش دان کے لیے جگہ بنائی گئی تھی۔تینوں بیڈ رومز کے درمیان سے ماربل کی قالین میں لپٹی سیڑھیاں اوپری منزل کو جاتی تھیں۔

سیکنڈ فلور پر دو بیڈ رومز' ایک وسیع ہال' کچن اور باتھ روم تھے' وہ گھر اتنا خوب صورت تعمیر کیا گیا تھا کہ محراب سراہے بغیر نہ رہ سکی تھی۔ابھی وہ کچن اور اس میں موجود اشیاء کا جائزہ لے رہی تھی جب باہر گیٹ پر ہونے والی زوردار دستک نے اسے چونکا دیا تھا۔وہاں اس بنگلے میں زارون کے علاوہ اور کسی کا آنا ممکن ہی نہیں تھا تو پھر دستک کیوں ہوئی' زارون کے پاس تو لاک کی چابی تھی وہ جاتے ہوئے خود گیٹ لاک کرکے گیا تھا تو پھر اب اسے دستک کی ضرورت کیوں آپڑی تھی؟ اسی سوال میں الجھتی وہ گیٹ تک آئی تھی۔

"کون؟" کسی انسان کے وہاں نا آنے کے یقین کے باوجود اس نے بنا پوچھے دروازہ کھولنا مناسب نہ سمجھا تھا۔تاہم اس کے سوال کے جواب میں باہر سے جو نام سننے کو ملا اس نے اسے فریز کردیا تھا۔

"عباد عبداللطیف...... دروازہ کھولو۔" جانے کیا تھا اس کے لہجے میں کہ نا چاہتے ہوئے بھی اس نے لاک کھول دیا تھا۔

"آپ...... یہاں؟" اس کو وہاں اپنے مقابل دیکھ کر اسے حیرت ہوئی تھیں۔عباد نے اثبات میں سر ہلا کر قدم گیٹ سے اندر رکھتے ہوئے گیٹ بند کردیا تھا۔

"زارون کہاں ہے؟" اس کا چہرہ سرخی مائل جبکہ تیور خطرناک تھے۔وہ سر جھکا گئی تھی۔

"یہاں نہیں ہے۔"

"تو پھر؟"

"میں نہیں جانتی...... نا ہی اس کا اور میرا ایسا تعلق ہے کہ وہ مجھے بتا کر جائے۔" نا چاہتے ہوئے بھی اس کے لہجے میں تلخی آگئی تھی۔عباد نے لب بھینچ لیے۔

"ٹھیک ہے...... چلو میرے ساتھ۔" کہنے کے ساتھ ہی اس نے اس کی کلائی پکڑ لی۔اسے رد کرنے کے بعد اب وہ شخص کس حق سے اسے اپنے ساتھ لے جانے آیا تھا؟ یہی سوچ کر اسے غصہ آگیا تھا تب ہی وہ بولی۔

"دماغ ٹھیک ہے آپ کا...... مجھے اپنے ساتھ کہیں بھی لے جانے کا حق کھو چکے ہیں آپ۔"

"جانتا ہوں مگر...... اس وقت کسی بحث کے موڈ میں

نہیں ہوں‘ حویلی کے مکین تمہاری راہ دیکھ رہے ہیں۔“ وہ بے حد سنجیدہ تھا۔محراب کے لبوں پر تمسخرانہ سی مسکان بکھر گئی۔

”کون سی حویلی...... اس حویلی کی بات کررہے ہیں آپ جس کی سرخ اینٹوں میں میری بہن سمیت جانے کتنی معصوم بیٹیوں کا خون بہا ہے...... میں اسے حویلی کو اپنی زندگی میں پیچھے چھوڑ آئی ہوں عباد عبداللطیف...... میرا اب اس حویلی یا وہاں کے کسی مکین کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں ہے آپ جائیں یہاں سے۔“

”پاگل مت بنو محراب تمہاری ماں زندہ ہے۔“

”کوئی فرق نہیں پڑتا‘ انہیں جس حال میں چھوڑ کر آئی ہوں ویسا حال زندہ لوگوں کا نہیں ہوتا۔“

”دماغ خراب ہوگیا ہے تمہارا...... تم اس شخص کے ساتھ رہنا چاہتی ہو جو تمہاری عزت اور تمہاری بہن کا قاتل ہے۔“ عباد کا پارا ہائی ہوا تھا۔محراب نے آہستہ سے اپنی کلائی اس کی گرفت سے چھڑائی تھی۔

”میں اس شخص کے ساتھ جانے سے انکار کررہی ہوں جو میری محبت اور دل کا قاتل ہے۔“

”مجھے اپنی غلطی کا احساس ہے محراب...... اسی کا ازالہ کرنا چاہتا ہوں۔“

”آپ کی غلطی نے میری زندگی برباد کردی‘ میرے زندہ جاوید دھڑکتے دل کو مقبرے میں بدل دیا‘ دل مقبرے بن جائیں تو پھران کا کوئی ازالہ نہیں ہوتا۔“

”تم جذباتی ہورہی ہو محراب...... میں نے ساری حویلی میں تمہاری اور نایاب کی پارسائی ثابت کردی ہے...... میری بابا اور بڑے تایا دونوں شرمندہ ہیں‘ زاردن عبدالرحیم کی اب اس حویلی میں کوئی جگہ نہیں رہی‘ تم چلو میرے ساتھ‘ میں خود تمہاری اس سے طلاق دلوا کر پھر سے اپنے نکاح میں لوں گا‘ میرا یقین کرو پلیز۔“

”یقین ہی تو کیا تھا تب ہی تو منہ کے بل گرادیا گیا مجھے...... اچھی طرح میرے کردار سے واقف ہونے کے باوجود صرف چند لمحوں میں آپ نے اپنی زندگی سے مکھن میں بال کی طرح نکال پھینکا...... بے رحم موت مرنے کے لیے اکیلا چھوڑ دیا‘ آپ کو کیا لگتا ہے میں پھر وہی غلطی دہراؤں گی‘ نہیں عباد میرے اندر اب اور مسمار ہونے کی ہمت نہیں ہے‘ خدا کا واسطہ ہے آپ کو مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں۔“ یہ محراب وہ محراب نہیں تھی جسے اس نے اپنی زندگی میں بھرپور چاہت کے ساتھ شامل کیا اور پھر ایک چھوٹی سی بدگمانی پر چپ چاپ بناء کسی بات کی تحقیق کیے اسے اپنی زندگی سے نکال بھی دیا تھا۔یہ تو کوئی اور محراب تھی۔روٹھی ہوئی‘ زندگی سے خفا اور بے حد مضبوط محراب۔وہ بے بسی سے اسے دیکھ کر رہ گیا تھا۔

”کیا اب تمہارے اندر میرے ساتھ زندگی گزارنے کی خواہش سر نہیں اٹھاتی؟“

”نہیں......“

”ایسا مت کہو محراب...... میں مانتا ہوں میں نے تمہارے ساتھ ظلم کیا مگر...... اس کی اتنی بڑی سزا مت دو کہ میں زندگی کو ترستا رہوں۔“ اونچا لمبا بے حد خوب صورت وہ مرد اس کے سامنے بے بس ہوا تھا۔محراب نے لب بھینچ کر اپنے آنسو اپنے اندر اتار لیے تھے۔

”میری اتنی اوقات نہیں ہے کہ میں کسی کو کوئی سزا دے سکوں‘ بس میری اتنی سی التجا ہے حویلی والوں کے ساتھ ساتھ آپ بھی مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں اپنے لیے میں مرچکی ہوں آپ لوگ بھی مردا سمجھ کر بھول جائیں۔“

”میرے بس میں نہیں ہے یہ۔“ فوراً سے پیشتر اس نے کہا تھا۔محراب نے رخ پھیر لیا تھا۔

”میری مشکلات مت بڑھائیں عباد...... خدا کا واسطہ ہے آپ کو۔“

”میں تمہیں کھونے کا حوصلہ نہیں رکھتا محراب...... کسی قیمت پر بھی نہیں۔“

”آپ مجھے کھوچکے ہیں عباد...... اب گڑھے مردے اکھاڑنے کا کوئی فائدہ نہیں۔“

”ٹھیک ہے‘ جیسا تم کہو مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں تم سے دستبردار ہورہا ہوں‘ جس طرح زاردن نے گھٹیا چال

چل کر تمہیں مجھ سے الگ کیا ہے میں بھی اسی طرح تمہیں اس سے الگ کر کے پھر سے اپنی زندگی کا حصہ بناؤں گا' یاد رکھنا تم۔"

"بس کردیں آپ ...... خدا کا واسطہ ہے آپ کو مجھے فٹ بال کیوں سمجھ لیا ہے آپ نے' کیا میرے کوئی جذبات اور احساسات نہیں' میں انسان نہیں ہوں۔" وہ چلائی تھی۔ عباد اسے دیکھ کر رہ گیا۔

"جائیں آپ یہاں سے اور دوبارہ زندگی میں کبھی پلٹ کر مجھے اپنی شکل مت دکھایئے گا۔" کسی بارود کی طرح وہ پھٹ پڑی تھی۔ عباد نے لب بھینچ لیے تھے۔

"ٹھیک ہے مگر ...... یہ جنگ ابھی یہیں ختم نہیں ہوئی ہے محراب ...... جب تک زارون عبدالرحیم زندہ ہے سمجھ لینا سکون کی نیند حرام ہے مجھ پر۔"

"آپ کا مسئلہ ہے یہ ...... میرا اس سب سے کوئی لینا دینا نہیں۔"

جتنا بے رحم وہ اپنے لب و لہجے کو کرسکتی تھی اس نے کرلیا تھا۔ عباد ایک پرشکوہ نگاہ اس پر ڈالنے کے بعد وہاں سے نکل گیا تھا۔ محراب نے اس کے گیٹ سے نکلتے ہی لاک لگایا اور پھر وہیں زمین پر بیٹھ گئی تھی۔ آنسوؤں کا سیلاب تھا کہ امڈا پڑ رہا تھا۔

□......☆□☆......□

شب کے بارہ بج رہے تھے مگر ابھی تک زارون کی گھر واپسی کا کوئی امکان نہیں تھا۔ اجنبی علاقے کے اجنبی گھر میں دن تو اس نے جیسے تیسے گزار لیا تھا مگر شام اور شام کے بعد رات گزارنے کا خوف اس کی ہڈیوں کا خون خشک کررہا تھا۔ زارون سے کچھ بعید نہیں تھا کہ وہ پوری رات گھر نہ آتا۔ اسے ستانے کے لیے وہ کچھ بھی کرسکتا تھا۔ بنگلے کی لائٹیں آن تھیں مگر اس کے باوجود اسے خوف محسوس ہورہا تھا۔ زندگی میں پہلی بار وہ بالکل اکیلی کسی اجنبی جگہ پر چپ چاپ رو رہی تھی۔ صبح سے پانی کی ایک بوند بھی اس کے اندر نہیں گئی تھی۔ پچھلے تین روز سے ویسے ہی اس نے برائے نام کھانا کھایا تھا اب تو بھوک کی وجہ سے باقاعدہ چکرآنے لگے تھے۔ کیسی عجیب بے بسی تھی کہ بے گناہ ہونے کے باوجود وہ اذیت ناک سزا کاٹنے پر مجبور تھی۔ خوف اور بھوک کے غلبے نے اس کی نیند بھی اڑادی تھی۔ گزرتا ایک ایک لمحہ اس کے لیے صدیوں پہ بھاری تھا تب ہی ٹھیک ساڑھے گیارہ بجے وہ واپس لوٹا تھا۔

ڈھیر سارے شاپنگ بیگز کے ساتھ تھکا تھکا سا وہ قدرے پریشان دکھائی دے رہا تھا۔ محراب سرسری نگاہ اس پر ڈالنے کے بعد ٹس سے مس وہیں بیٹھی رہی تھی۔ تب ہی وہ اس کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

"ایک کپ چائے مل سکتی ہے؟"

"نہیں ......" وہ رکھائی سے بولی۔ زارون کے چہرے پر امڈ آنے والی ناگواری صاف دیکھی جاسکتی تھی۔

"کیوں سارا دن پیچھے کیا حل چلاتی رہی ہو؟"

"یہی سمجھ لو۔"

"تو ٹھیک ہے پھر مجھ سے بھی کسی فیور کی توقع مت رکھنا۔"

"پاگل نہیں ہوں میں جو تم سے کسی فیور کی توقع رکھوں گی۔" وہ جل بیٹھی تھی۔ زارون گھور کر رہ گیا۔

"چلو اچھی بات ہے ...... میرا کیا ہے میں تو باہر سے کچھ نا کچھ کھا پی کے آجاؤں گا تم مرنا دن رات' اس بنگلے میں بھوکی۔"

"مرنا ہی تو چاہتی ہوں ...... تمہارے جیسے جانور کے ساتھ ذلت آمیز زندگی گزارنے سے ہزار درجے بہتر ہے کہ میں بھوکی مر جاؤں۔" وہ کہاں ادھار رکھنے والی تھی۔ زارون کے تلوؤں پر لگی سر پر بجھی۔

"اسی زبان درازی کا نتیجہ ہے جو آج بھگت رہی ہو مگر ...... مجال ہے جو باز آجاؤ' پتا بھی ہے کتنا ٹیڑھا بندہ ہوں میں۔"

"تم اب میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے زارون عبدالرحیم ...... جتنا برا کرسکتے تھے کرچکے ہو اب میں نہیں ڈرتی تم سے۔"

"اچھا ......؟" اس کی بے خوف سیاہ آنکھوں میں دیکھتے ہوئے وہ قریب چلا آیا تھا۔

"تو میں اب تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا ہے ناں؟" کچھ تھا اس کی آنکھوں میں جس نے ایک پل کے لیے محراب کو سہما دیا تھا اگلے پل اس کی چمکتی نگاہوں سے خوف کھاتی وہ رخ پھیر چکی تھی۔ مگر زاروں نے دائیں ہاتھ سے اس کا جبڑا دبوچ کر اس کا رخ پھر اپنی طرف موڑ لیا تھا۔

"تمہاری وجہ سے صرف تمہاری وجہ سے مجھے تمہاری بہن اور اپنی سگی چچازاد کو موت کے منہ میں دھکیلنا پڑا اپنے باپ بھائی اور چچا کی نظروں سے گرنا پڑا کیسی کیسی پلاننگ نہیں کی صرف تمہیں پانے کے لیے اور تم ہو کہ ابھی بھی آنکھیں دکھا رہی ہو...... اتنا کچھ ہو جانے کے باوجود بھی عقل ٹھکانے نہیں آئی تمہاری؟"

دائیں ہاتھ سے اس کا جبڑا دبوچے اس نے اپنا منہ عین اس کے منہ کے قریب کیا تھا۔ محراب کی سانس الجھنے لگی تھی۔

"میں نے کہا تھا ناں چاہے کچھ بھی ہو جائے تم گولی کا نشانہ نہیں بنو گی اور دیکھو میں نے اپنا وعدہ وفا کیا اب میں کہہ رہا ہوں تم میرے سوا دنیا میں کسی دوسرے مرد کی نہیں ہو سکو گی، یہ وعدہ وفا کرنے کا وقت بھی آ چکا ہے۔" اپنا منہ اس کے کان میں گھسائے تقریباً سرگوشی میں اس نے اسے مطلع کیا تھا۔ وہ تڑپ کر رہ گئی۔

"چھوڑو مجھے۔" مگر وہ کہاں اس کی خواہش کا احترام کرنے والا تھا۔ اسے تو اپنی بات پوری کرنی تھی اندر کی فرسٹیشن نکالنی تھی تب ہی اس کے آہنی وجود کے سامنے وہ ریت کی دیوار سی مسمار ہوتی گئی۔

تقریباً رات دو بجے کے قریب اس نے اپنے بستر پر اسے سسکتا چھوڑ دیا تھا۔

محراب کو لگا جیسے نایاب کی طرح اس کی بھی موت ہو گئی ہو۔ وہ شخص اس کے تصور سے بھی زیادہ بے حس اور سفاک تھا۔

اس وقت بھی جب وہ اس کے دیئے گئے زخموں پر سسک رہی تھی، وہ بنا اس کی تکلیف کی پروا کیے بے نیاز کمرے سے نکل گیا تھا۔

اگلی صبح وہ تیز بخار میں پھنک رہی تھی۔ زاروں رات شاور لینے کے بعد پیٹ پوجا کر کے سکون کی نیند سو چکا تھا۔ اب وہ جس حال میں تھی اسے اس سے کوئی مطلب نہیں تھا۔ اس کی آنکھ دن کے تقریباً سوا گیارہ بجے کھلی تھی وہ بھی اپنے ہی موبائل کی تیز رنگ سے قدرے غنودگی میں بھی اس نے ہاتھ بڑھا کر موبائل ہاتھ میں لیا تھا۔ بڑے بھائی کی کال تھی اس کی نیند بھک سے اڑ گئی۔

"السلام علیکم بھائی۔"

"وعلیکم السلام کہاں ہو؟"

"کیوں خیریت؟"

"نہیں خیریت نہیں ہے، بابا سائیں کو رات شدید ہارٹ اٹیک آیا ہے، ہم لوگ فوراً شہر کے ہاسپٹل لے آئے تھے مگر ان کی حالت بہتر نہیں ہوئی، ڈاکٹرز کے مطابق اگلے بارہ گھنٹے بہت اہم ہیں کچھ بھی ہو سکتا ہے۔" ان کا لہجہ ان کی پریشانی کی چغلی کھا رہا تھا۔ زاروں بے چین ہو اٹھا تھا۔

"یہ کیا کہہ رہے ہیں بھائی...... بابا کو کچھ نہیں ہو سکتا۔" اس کا لہجہ کپکپایا تھا جب وہ بولے۔

"اللہ کرے ایسا ہی ہو...... تم مل لو آ کر معافی مانگ لو نہیں تو ساری عمر کا پچھتاوا رہ جائے گا۔"

"اللہ نہ کرے بھائی...... آپ مجھے ہاسپٹل کا بتائیں میں فوراً پہنچ رہا ہوں۔"

"ٹھیک ہے آ جاؤ۔" کہتے ہی انہوں نے فوراً کال کاٹ کر اسے ہاسپٹل کا نام اور لوکیشن سینڈ کر دی تھی۔ زاروں نے میسج ملتے ہی فوراً بستر چھوڑا اور منہ پر ٹھنڈے پانی کے چھپاکے مار کر اپنا والٹ اور موبائل اٹھاتے ہوئے فوراً گھر سے نکل گیا تھا۔ محراب کس حال میں تھی اسے یہ دیکھنے کی چنداں ضرورت محسوس نہیں ہوئی تھی۔

گاڑی فل اسپیڈ میں چھوڑ کر اگلے پندرہ منٹ میں وہ ہاسپٹل پہنچ گیا تھا۔ سردار عبدالرحیم انتہائی نگہداشت کے

وارڈ میں تھے۔ وہ ڈاکٹرز سے مل کر بنا کسی کی پرواہ کیے روم میں گھس گیا تھا۔ سردار صاحب کو آکسیجن لگی تھی' اس نے قریب جاتے ہی ان کے دونوں پاؤں پکڑ لیے' پتھر سا بے حس مضبوط دل پانی بن گیا تھا۔ سردار صاحب کے دونوں پیروں کو بار بار عقیدت سے چومتے ہوئے وہ دل ہی دل میں ان سے معافی مانگتا بے آواز روتا رہا تھا۔

اگلے چالیس منٹ کے بعد اس کا رونا' معافی مانگنا سب بیکار گیا' کیونکہ سردار صاحب نے ایک بار بھی آنکھ کھول کر اسے دیکھے بغیر دنیا چھوڑ دی تھی۔ ایک قیامت تھی جس کا سامنا اس وقت زارون عبدالرحیم کو کرنا پڑا تھا۔ دل جیسے کسی نے نوچ کر پہلو سے نکال لیا تھا۔ زندگی بھر اس کے لاڈ اٹھانے والے' اسے سب پر اہمیت دینے والے اس کی ہر خواہش اور فرمائش' منہ سے نکلنے سے پہلے ہی پوری کرنے والے سردار عبدالرحیم اپنے لاڈلے کو بنا معاف کیے ضمیر کا بوجھ دل پر لے کر ابدی نیند سو گئے تھے۔ وہ آنکھوں سے خون بہاتا رہا' بلکتا رہا' مگر کوئی فائدہ نہیں تھا۔ ایک کہرام تھا جو حویلی میں اٹھا تھا۔ سرخ اینٹوں سے تعمیر قلعہ نما حویلی میں نایاب عبدالکریم کے ساتھ ان کی لحد تیار کر دی گئی تھی۔ تدفین کے بعد اپنے بھائیوں سے مل کر وہ حویلی سے نکل رہا تھا جب اس کا سامنا عباد عبداللطیف سے ہوا تھا۔ اسے دیکھتے ہی زارون کی آنکھوں میں جیسے خون اتر آیا تھا۔

عباد عبداللطیف کی آنکھوں میں ہلکورے لیتی نفرت بھی اس سے چھپی نہ رہ سکی تھی مگر وہ بنا پروا کیے اس کے مقابل کھڑا ہو کر تلخ لہجے میں بولا۔

"میرے بابا کی موت تمہارا مجھ پر قرض ہے ڈیئر کزن...... اور میں نے کبھی کسی کا قرض زیادہ دن تک خود پر رکھا نہیں' یاد رکھنا یہ بات۔" صرف آنکھوں سے ہی نہیں اس کے لہجے سے بھی لہو ٹپک رہا تھا۔ عباد عبداللطیف کے لبوں پر خفیف سی مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔

"یہ تو وقت ہی بتائے گا زارون عبدالرحیم کہ کون کس کا قرض اتارتا ہے۔" اس کے الفاظ اور مسکراہٹ نظر انداز کیے جانے کے قابل نہیں تھے۔ وہ گہری نگاہوں سے اسے گھورتا' بنا حویلی میں مزید کسی سے ملے وہاں سے نکل آیا تھا۔

......☆☆☆......

رات دیر تک سڑکیں ناپنے کے بعد شب کے بارہ بجے اس کی گھر واپسی ہوئی تھی۔ سارا بنگلہ تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس کا دل ڈوب کر ابھرا تھا۔ کل ظہر کے قریب وہ بنگلے سے نکلا تھا اور اب اگلے دن کے بھی رات کے بارہ بج رہے تھے جانے محراب عبدالکریم کس حال میں تھی۔ تیز تیز قدم اٹھاتے لان عبور کرنے کے بعد وہ ہال کمرے میں آیا تھا۔

"محراب......" کمرے کی لائٹس آن تھیں مگر وہاں محراب کا وجود نہیں تھا تب ہی اس نے دھاڑ کر آواز دی تھی مگر جواب ندارد۔ وہاں اس بنگلے میں کوئی آ نہیں سکتا تھا' خود وہ کہیں جا نہیں سکتی تھی تو پھر کیا ہوا تھا یوں اچانک کہاں جا سکتی تھی وہ؟ پہلے سے منتشر دماغ مزید منتشر ہوا تھا۔ پاگلوں کی طرح اسے گھر کے ایک ایک کونے میں ڈھونڈتا وہ جیسے اپنے ہوش کھو رہا تھا۔ تب ہی اس کی نظر اس پر پڑی تھی۔ بیڈ کی دوسری طرف وہ نیچے زمین پر بے ہوش پڑی تھی یوں کہ اس کا وجود آدھے سے زیادہ چھپ گیا تھا۔ شکستہ قدم اٹھاتا وہ اس کے قریب آیا پھر اس کی نبض چیک کی جو کہ بے حد آہستہ چل رہی تھی۔ ایک پل کے لیے اسے اس کی حالت پر رحم آیا اگلے ہی پل وہ پھر بے حس ہو گیا۔ محراب کو بیڈ پر سلانے کے بعد وہ فریج سے ٹھنڈے پانی کی بوتل نکال لایا تھا۔ محراب کے چہرے پر ٹھنڈے پانی کے چھپاکے مار کر اس کو ہوش دلانے کے بعد وہ اس کے لیے چائے اور بریڈ لے آیا تھا۔

"اٹھو...... یہ کھا لو شاباش۔" محراب کی کھلی آنکھوں کی سرخی سے نگاہ چراتے ہوئے اس نے خلاف توقع نرم لہجہ اختیار کیا تھا' جواب میں محراب کی آنکھیں پھر بند ہو گئی تھیں۔ ایک تو مسلسل بھوک کی نقاہت اوپر سے تیز بخار نے اسے نچوڑ کے رکھ دیا تھا۔ زارون کو خبر ہی نہیں تھی کہ

پچھلے اٹھارہ گھنٹے اس اجنبی گھر میں اس تنہا لڑکی نے کس اذیت میں گزارے تھے۔

وہ جو چند گھنٹے کہیں اکیلی نہیں رہی تھی پچھلے اٹھارہ گھنٹوں سے اکیلی تھی' اسی خوف نے اس کے اعصاب سلب کر دیئے تھے۔زارون نے اس بار اس کی پلکیں بند ہونے پر پوری پانی کی بوتل اس کے سر پر انڈیل دی تھی۔

"آنکھیں کھولو محراب...... تمہارے باپ کا نوکر نہیں ہوں میں جو یہاں بیٹھ کر تمہیں ہوش میں لانے کی کوششیں کرتا رہوں۔" اس بار اس کی آواز بلند ہوئی تھی۔ مگر محراب کی حالت میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔تب ہی وہ خالی بوتل غصہ سے اس پر پھینکتے ہوئے وہاں سے اٹھا تھا۔

"مردتم۔" اسے کوئی احساس نہیں تھا کہ وہ اس کی وجہ سے بے قصور کس حال میں تھی۔وہ رات اس نے مسلسل سگریٹ نوشی کرتے ہوئے ساری دنیا سے بے نیاز صرف اپنے باپ کو یاد کرتے ہوئے گزاری تھی۔ محراب زندہ رہتی ہے یا نہیں' یہ اس کا مسئلہ نہیں تھا۔ فی الحال اس کے لیے دنیا کا سب سے بڑا غم اپنے محبوب باپ سے دائمی جدائی تھا اور یہ ایسا غم تھا جس کا کوئی مداوہ نہیں ہوسکتا تھا۔

□......☆□☆......□

رات کا پچھلا پہر شروع ہو چکا تھا جب اس کی آنکھ کھلی تھی۔

بخار کی شدت کم ہو چکی تھی مگر نقاہت باقی تھی' بہ مشکل ہمت کر کے اس نے اٹھنے کی کوشش کی تو سر چکرا کر رہ گیا تھا۔گھومتے سر کو دونوں ہاتھوں سے تھامے وہ بیڈ پر اٹھ کر بیٹھ گئی تھی' تب ہی اسے بیڈ کے سامنے ہی صوفے پر بیٹھا زارون عبدالرحیم دکھائی دیا تھا۔اس کا دل چاہا وہ اٹھ کر اس کا گریبان پکڑے اور اس کے چہرے پر بنا مجازی خدا ہونے کا احساس کیے پے در پے تھپڑوں کی برسات کردے جو اسے وہاں اس دیوہیکل بنگلے میں قید کرنے کے بعد اس کے وجود سے یکسر غافل ہو چکا تھا۔مگر ابھی وہ اس قابل نہیں تھی تب ہی خون کے گھونٹ پی کر رہ گئی تھی۔زارون نے اسے اٹھ کر واش روم کی طرف جاتے دیکھا تھا' وہ نڈھال تھی۔وہ بے حس سا اپنی جگہ بیٹھا رہا تھا۔محراب واش روم سے باہر آئی تو اسے بھوک کا احساس ہوا تھا۔کچھ پکا کر کھانے کی ہمت ہی نہیں تھی' اور زارون سے ایسی نیکی کی امید رکھنا بیکار تھا تب ہی وہ اسے نظر انداز کرتی چکراتے سر کے ساتھ کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔

کچن میں چائے کا سامان موجود تھا اسے ہی غنیمت جانتے ہوئے اس نے فوری چائے بنا کر وہاں سلیب پر رکھے سامان میں ڈھونڈ کر بسکٹ نکال لیے۔بھوک سے دہائیاں دیتے معدے کے لیے فی الحال یہی بہت تھا۔ایک پیکٹ بسکٹ کے ساتھ چائے پی کر وہ کمرے میں واپس آئی تو زارون جیسے اسی کا انتظار کر رہا تھا۔

لائیٹر سے سگریٹ سلگاتے ہوئے اس نے ایک سرسری نگاہ محراب کے شکستہ وجود پر ڈالی تھی۔

"کل صبح حویلی جانا ہے تیار رہنا۔"

"کیوں؟" بے ساختہ حیران ہوتے ہوئے اس نے اسے دیکھا تھا' بات ہی ایسی تھی بھلا جس حویلی سے وہ ہمیشہ کے لیے تعلق توڑ آئی تھی اس حویلی میں واپسی ایک سوالیہ نشان ہی تو تھا۔زارون نے گہرا کش لے کر دھواں فضا میں چھوڑ دیا تھا۔

"ضروری ہے اس لیے۔"

"میری ضرورت نہیں ہوسکتی حویلی والوں کو۔"

"میں نے کب کہا کہ حویلی والوں کو تمہاری ضرورت ہے...... میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ فی الحال وہاں جانا ضروری ہے۔"

"وہی تو پوچھ رہی ہوں' میرا وہاں جانا کیوں ضروری ہے جبکہ مجھے خود حویلی والوں نے سولی چڑھا کر وہاں سے دربدر کر دیا ہے۔" اس کے لہجے میں ٹوٹے کانچ سی چبھن تھی۔زارون کو اس کے الفاظ بے حد ناگوار گزرے' تاہم وہ ضبط کر گیا۔

"تمہیں سولی چڑھانے والا دنیا میں نہیں رہا اس لیے۔" اس بار اس کا لہجہ دھیما تھا۔محراب ہل کر رہ گئی۔

"کیا کہا تم نے؟" اسے جیسے اپنی سماعتوں پر یقین ہی نہیں آیا۔ زارون نے اذیت سے پلکیں موند لیں۔

"اپنی بات بار بار دہرانے کا قائل نہیں ہوں میں...... کل صبح تمہیں میرے ساتھ حویلی چلنا ہے اور بس۔" اسے اگر عباد عبداللطیف کی طرف سے ملنے والی دھمکی کا خوف نہ ہوتا تو شاید وہ کبھی اسے اپنے ساتھ حویلی نہ لے جاتا...... مگر اب اسے یہاں اکیلے چھوڑنا خطرے سے خالی نہیں تھا۔ جو شخص اپنی تیز ترین خفیہ ذرائع سے اس کے جرائم کا پتا لگا سکتا تھا اس کے لیے اس لڑکی کا پتا لگانا قطعی مشکل نہ تھا۔ اور وہ جو اس لڑکی کے لیے اپنا سب کچھ گنوا کر بیٹھا تھا اب کسی طور اس سے دستبردار ہونے کو تیار نہیں تھا۔ مگر یہ بات محراب عبدالکریم نہیں جانتی تھی تب ہی وہ تلخ لہجے میں بولی تھی۔

"پورے اٹھارہ گھنٹے مجھے اس جہنم میں مرنے کے لیے اکیلا چھوڑ کر اب تمہیں اس بات کا احساس ہوا ہے کہ مجھے تمہارے ساتھ اس خونی حویلی میں جانا چاہیے؟"

"ہاں۔"

"میں نہیں جاؤں گی۔"

"میں نے تمہاری اجازت نہیں لی...... تمہیں صرف انفارم کیا ہے۔"

"تم مر کیوں نہیں جاتے زارون عبدالرحیم۔" وہ زچ ہوئی تھی۔ زارون کے لبوں پر تلخ سی مسکراہٹ بکھر گئی۔

"تمہاری بددعاؤں نے میرے باپ کی جان لے لی کیا یہ کافی نہیں ہے؟"

"شٹ اپ۔" وہ ہرٹ ہوئی تھی۔ زارون سگریٹ کے بگولے بنا کر کمرے کی فضاء کو بوجھل کرتا رہا تھا۔

......☆☆☆......

اگلی صبح نہ چاہتے ہوئے بھی وہ اس کے ساتھ حویلی جانے کے لیے گاڑی میں آ بیٹھی تھی۔ کل رات جو عذاب اس نے بنگلے کی تنہائی میں سہا تھا پھر سے وہی عذاب دوبارہ سہنے کی ہمت نہیں تھی اس میں تب ہی وہ گاڑی میں آ بیٹھی تھی۔ زارون نے اسے بھی اپنی فتح کے کھاتے میں درج کرتے ہوئے چپ چاپ گاڑی حویلی کے رستے پر ڈال دی تھی۔ اگلے پون گھنٹے کے بعد وہ زارون کے ساتھ حویلی پہنچی تو مریم بیگم اسے دیکھتے ہی یوں اس سے لپٹ کر روئیں گویا وہ برسوں بعد ملی ہو۔ محراب حیران سی انہیں دیکھے گئی۔ حویلی میں اس وقت سردار عبدالرحیم اور نایاب کے لیے قل خوانی میں ختم قرآن پاک کا انتظام ہو رہا تھا۔

محراب میں سب کے درمیان بیٹھنے کی ہمت نہیں تھی لہٰذا کسی سے ملے وہ سست روی سے چلتی اپنے کمرے میں آ گئی تھی۔ مریم بیگم بھی اس کے ساتھ ہی اٹھ آئی تھیں۔

"کیا حال بنالیا ہے تم نے اپنا محراب' کیا بہت تشدد کرتا ہے زارون تم پر؟" اسے بیڈ پر لٹاتے ہوئے وہ فکرمندی سے بولی تھیں۔ محراب کے لبوں پر مجروح سی مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔

"کیا فرق پڑتا ہے امی...... قسمت میں تو یہی لکھا تھا۔"

"میں نے منع کیا تھا درس میں مت جاؤ مگر...... تم نے میری نہیں سنی۔"

"درس میں نہ جاتی تو کیا ہو جاتا امی...... اس نے جو ٹھان لی تھی وہ کرنی تھی' درس چھوڑ بھی دیتی تو وہ حویلی میں ہی کوئی نہ کوئی الزام لگا دیتا' نایاب کے ساتھ جو ہوا بھول گئی آپ؟"

"نہیں...... کچھ نہیں بھولی میں' بس اسی دن سے ڈرتی تھی' میرا ڈر میرے سامنے آ گیا۔"

"ڈرنا چھوڑ دیں امی...... ہمارے پاس اب کھونے کے لیے کچھ نہیں رہا۔" اس کا حال ایسا تھا جیسے کوئی صحرا میں آبلہ پا جانے کتنی مسافت طے کر کے منزل پر پہنچا ہو۔ مریم بیگم اسے دیکھ کر رہ گئیں۔

"کاش میں تمہارے لیے کچھ کر سکتی میری بچی۔" وہ آزردہ تھیں۔ محراب اپنی ہتھیلیوں کو دیکھتی اداسی سے مسکرا دی۔

"میرے لیے نہیں...... کاش آپ نایاب کے لیے کچھ کرسکتیں۔"

"ہاں بہت بدنصیب ہوں میں...... خدا میرے جیسی بے بس ماں کسی کو نہ دے جو اپنی دونوں بیٹیوں کے لیے کچھ نہیں کرسکی۔"

وہ رو پڑی تھیں۔ محراب نے محبت سے ان کی دونوں ہاتھ تھام لیے۔

"خود کو الزام دے کر دکھی ہونا چھوڑ دیں امی...... اس حویلی کی کوئی عورت کبھی بھی اپنے حق کے لیے کچھ نہیں کرسکتی۔"

مریم بیگم کا سر جھکا تھا۔ کمرے میں چند لمحوں کے لیے خاموشی چھا گئی تھی۔ تب ہی مریم بیگم بولی تھیں۔

"عباد بہت پشیمان ہے...... معافی مانگنا چاہتا ہے تم سے۔"

"کس بات کی معافی؟"

اس نے اچانک سر اٹھا کر انہیں دیکھا تھا تب ہی وہ بولیں۔

"اس سے بہت بڑی غلطی ہوگئی ہے محراب...... بہت دکھی ہے وہ۔"

"کوئی پرواہ نہیں...... میرے دل سے اتر گیا ہے وہ۔"

"نہیں محراب...... ایسا مت کہو صرف وہی ہے جو تمہیں اس شطان کی قید سے آزاد کروسکتا ہے۔"

"مجھے اس شیطان کی قید میں پہنچانے والا بھی وہی ہے...... نا وہ طلاق دیتا نا میں اس شیطان کی قد میں جاتی۔"

"اس سے غلطی ہوگئی بیٹا...... وہ غلط فہمی کا شکار ہوگیا تھا۔"

"بس کردیں امی...... گڑھے مردے اکھاڑنے کا کوئی فائدہ نہیں ویسے بھی زارون عبدالرحیم میری واپسی کا ہر راستہ بند کرچکا ہے۔"

"تم اس کے ساتھ کبھی خوش نہیں رہ سکتیں میری بچی۔"

"میں اب عباد کے ساتھ بھی کبھی خوش نہیں رہ سکتی امی۔" اس کے پاس ہر سوال کا جواب تھا۔ مریم بیگم بے بسی سے سر جھکا کر رہ گئیں۔

"میں اب تھوڑی دیر سونا چاہتی ہوں۔" چند لمحوں بعد اس نے کہا تھا۔

"ٹھیک ہے سو جاؤ۔" مریم بیگم اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"آج رات ٹھرو گی ناں؟" کمرے سے نکلتے ہوئے انہیں یاد آیا تھا۔

محراب نے بالوں کو کیچر کی قید سے آزاد کرکے سر تکیے پر رکھ دیا۔

"پتا نہیں امی...... اس جلاد کا کوئی پتا نہیں وہ ٹھرتا ہے یا نہیں۔"

"تم کہو تو میں بات کرکے دیکھوں اس سے؟"

"نہیں...... میں نہیں چاہتی میرے یہاں ٹھرنے سے پھر حویلی میں کوئی ہنگامہ ہو عباد بھی یہیں ہے میں اس کا سامنا بھی نہیں چاہتی۔"

"ٹھیک ہے بیٹا...... جیسے تمہاری مرضی۔" سر اثبات میں ہلا کر لائٹ آف کرتے ہوئے وہ کمرے سے باہر نکل گئی تھیں۔ محراب نے آنکھیں بند کرلیں۔

پچھلے تین روز کی نیند پوری کرنی تھی مگر زارون نے ایسا نہیں ہونے دیا تھا ابھی تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی جب اس نے مریم بیگم کو اسی کا پیغام بھجوادیا تھا۔

"تھوڑی دیر اور رک جاتے بیٹا...... محراب سو رہی ہے شاید طبیعت ٹھیک نہیں اس کی۔" وہ خود اس کے سامنے کھڑی التجا کررہی تھیں۔ کلائی پر گھڑی باندھتے ہوئے اس نے سرسری نگاہ انہیں دیکھا۔

"نہیں چچی...... میں پہلے ہی لیٹ ہوچکا ہوں اسے اٹھائیں ابھی نکلنا ہے۔" اس کا انداز ایسا تھا کہ وہ چاہتے ہوئے بھی مزید اصرار نہ کرسکیں۔ محراب سو رہی تھی جب مجبوراً انہیں اسے اٹھانا پڑا۔

"محراب۔" ایک دو بار آوازیں دینے کے بعد انہوں نے اس کا کندھا جھنجوڑا تھا۔ وہ ہڑبڑا کر جاگ گئی۔

"جی......"

"زارون بلا رہا ہے۔"

"کیوں خیریت؟"

"ہوں...... جانے کے لیے کہہ رہا ہے۔"

"کیا ٹائم ہوا ہے؟"

"عصر ڈھل رہی ہے۔"

اس کی نیند ادھوری رہ گئی تھی مگر پھر بھی دل مارتے ہوئے وہ اٹھ بیٹھی تھی۔

"ٹھیک ہے۔"

"ایک بات کہنی تھی تم سے۔"

وہ دوپٹا اٹھا کر سر پر سلیقے سے اوڑھ رہی تھی جب مریم بیگم نے کہا۔ محراب کی نظریں ان کے چہرے پر جم گئیں۔

"جی کہیں۔"

"زارون کے ساتھ جتنا ہوسکے محتاط رہنا' بھروسے لائق آدمی نہیں ہے وہ۔"

"جانتی ہوں...... بےفکر رہیں آپ۔"

"ایک اور بات بھی کرنا تھی۔"

"جی......" اس کی نظریں بدستور ان کے چہرے پر جمی تھیں تب ہی وہ چند لمحوں کی خاموشی کے بعد بولیں۔

"میرا دل نہیں لگتا یہاں اس حویلی میں...... دل چاہتا ہے یہاں سے کہیں دور بھاگ جاؤں' کبھی کبھی رات میں اچانک گھبراہٹ شروع ہوجاتی ہے' آنکھ کھلتی ہے تو نایاب نظر آتی ہے' کبھی ہنستے ہوئے' کبھی روتے ہوئے' کبھی گول گول گھومتے ہوئے' میں بہت ڈر جاتی ہوں محراب...... ساری ساری رات سو نہیں سکتی۔" ان کے چہرے پر درد رقم تھا۔ محراب کا دل جیسے کسی نے ٹکڑوں میں کاٹ ڈالا۔ دوپٹا سر پر جماتے ہوئے وہ ان کی قریب آئی تھی پھر اس نے ان کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر چوم لیے۔

"میں آپ کی تکلیف بخوبی محسوس کرسکتی ہوں امی...... مگر میں بھی اتنی ہی بےبس ہوں جتنی کہ آپ' مگر آپ فکر نہ کریں' آپ کی بیٹی کا ایک قاتل خود ابدی نیند سو چکا ہے دوسرے قاتل کی زندگی میں اتنی عذاب بنادوں گی کہ وہ موت مانگے گا اسے موت نہیں ملے گی' وعدہ ہے یہ میرا آپ سے۔" اس کی آنکھوں میں نفرت کی جو آگ دہک رہی تھی' وہ کسی سے پوشیدہ نہیں تھی۔ مریم بیگم اسے خود سے لپٹا کر دیر تک بےآواز روتی رہیں' تب ہی وہ وہاں آیا تھا۔

"آپ لوگوں کا میل ملاپ اگر ختم ہوگیا ہو تو چلیں۔" بھاری لہجے میں کہتے ہوئے وہ انہیں چونکا گیا تھا۔ مریم بیگم نے بناء اس کی طرف دیکھے' محراب کو خود سے الگ کردیا تھا۔

"جاؤ میری جان...... اللہ تمہارا حافظ و نگہبان ہو۔"

"آپ بھی اپنا خیال رکھیں...... میں پھر آؤں گی۔" وہ اب بھی انہیں تسلی دے رہی تھی۔ زارون نے کوفت سے رخ پھیر لیا۔

وہ لوگ حویلی سے گھر پہنچے تو مغرب کا وقت تنگ پڑ رہا تھا' زارون اسے گھر ڈراپ کرکے باہر گیٹ سے ہی گاڑی ریورس کرنے لگا تو وہ بول اٹھی۔

"کہاں جارہے ہو؟"

"تم سے مطلب؟"

"کوئی مطلب نہیں مگر...... میں اس دیوہیکل بنگلے میں رات کے وقت اکیلی نہیں رہ سکتی۔"

"تو......؟" قطعی انجان بنتے ہوئے اس نے ابرو اچکائے تھے۔ محراب خون کے گھونٹ پی کر رہ گئی۔

"تو یہ کہ اگر آج کی رات مجھے اس بنگلے میں' پچھلی راتوں کی طرح بےحد خوف کے عالم میں اکیلے گزارنی پڑی تو میں قسم کھا کر کہتی ہوں میں یہاں نہیں رہوں گی۔"

"اوہ...... یعنی تم کہنا چاہتی ہو کہ مجھے رات میں ہر صورت میں یہاں تمہارے پاس ہونا چاہیے۔" اسٹیئرنگ چھوڑ کر وہ گاڑی سے باہر نکل آیا تھا۔ "ویسے یہاں نہیں رہو گی تو کہاں رہو گی ہوں؟"

"جہنم میں......" اس کی طیش دلاتی آنکھوں میں غصے سے دیکھتے ہوئے وہ تڑخ کر بولی تھی۔ جواب میں وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

"چلو دیکھتے ہیں پھر کس جہنم میں رہتی ہو تم۔" مزے سے کہتے ہوئے وہ پھر سے گاڑی میں جا بیٹھا تھا۔ محراب کلس کر رہ گئی۔

پورے بنگلے کی لائٹس آن کرنے کے باوجود تنہائی کا خوف دل کو پریشان کررہا تھا۔ وہ بیڈروم سے نکل کر ٹیرس پر چلی آئی تھی۔

زارون گاڑی لے کر نکل چکا تھا اور اب اس کی گھر واپسی کب ہوتی تھی محراب کو قطعی کوئی اندازہ نہیں تھا۔

□......☆□☆......□

سنو تم نے کبھی ساحل پر بکھری ریت دیکھی ہے
سمندر ساتھ بہتا ہے
مگر اس کے مقدر میں ہمیشہ پیاس رہتی ہے
سنو تم نے کبھی صحرا میں جلتا پیڑ دیکھا ہے
سبھی کو چھاؤں دیتا ہے
مگر......!
اس کے مقدر میں ہمیشہ دھوپ رہتی ہے
سنو تم نے کبھی شاخوں سے بچھڑے پھول دیکھے ہیں
جو خوشبو بانٹ دیتے ہیں بکھر جانے تلک لیکن
ہوا کا ساتھ دیتے ہیں
سنو تم نے کبھی میلے میں بجتا ڈھول دیکھا ہے
عجب ہے المیہ اس کا بہت ہی شور کرتا ہے
مگر اندر سے خالی ہے
یہی میرا افسانہ ہے بس اتنی سی پہیلی ہے!!

ٹیرس پر کھڑے اطراف میں نگاہ دوڑاتے ہوئے اسے ابھی زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی جب اس کی نگاہ سامنے والے گھر کے قریب چنگھاڑتی ہوئی ایمبولینس پر جا پڑی تھی۔

چاکلیٹی کلر کا گیٹ کھلا تھا اور ایک مرد کسی مرد کو بانہوں میں اٹھائے تیزی سے بھاگتے ہوئے ایمبولینس کی طرف بڑھا تھا۔ اس کے پیچھے ہی لمبے کھلے ریشمی بالوں والی ایک خوب صورت لڑکی پاگلوں کی طرح روتی چلاتی بھاگتی آئی تھی۔ محراب کو بھول گیا کہ وہ بنگلے میں اکیلی ہے اس کی تمام تر توجہ سامنے کے منظر کی جانب مبذول ہوچکی تھی۔ جانے کیا ہوا تھا جو ایمبولینس کو بلایا گیا تھا۔ نجانے وہ مرد کون تھا جس کے لیے ایمبولینس منگوائی گئی تھی اور خدا جانے اس لڑکی کا اس مرد سے کیا تعلق تھا جو دوپٹے سے بے نیاز سسکتی، بلکتی ان دونوں مردوں کے پیچھے بھاگتی آرہی تھی۔

"کیا ہوا ہوگا بھلا وہاں؟" اردگرد سے قطعی بے خبر اس کی تمام تر توجہ سڑک کے اس پار دکھائی دینے والے منظر پر مرکوز تھی۔

تب ہی اس کی سماعتوں میں نیچے گیٹ پر ہونے والی زوردار دستک کی آواز گونجی تھی۔ وہ چونک گئی۔ شاید زارون آ گیا تھا۔

شاید اس کی دھمکی کام کرگئی تھی جو اس نے زارون کو دی تھی۔ اس خیال کے آتے ہی وہ سڑک کے اس پار دکھائی دینے والے منظر سے نگاہ ہٹاتی نیچے چلی آئی تھی۔

محل جیسے اس گھر میں زارون نے اس وقت تک نہ کسی گارڈ کا انتظام کیا تھا نہ کسی اور ملازم کا شاید وہ اسے تنہائی کی اذیت میں رکھنا چاہتا تھا یا شاید اسے ابھی کسی پر اعتبار نہیں تھا۔ انہی خیالوں میں الجھی وہ گیٹ تک آئی تھی۔

"کون؟" گیٹ کھولنے سے پہلے اس نے پوچھا تھا جب جواب آیا۔

"عباد عبداللطیف......دروازہ کھولو۔" محراب کا دل دھڑکا تھا۔ تاہم اس نے لاک نہیں کھولا۔

"چلے جائیں یہاں سے......اس گھر میں آپ سے ملنے والا کوئی نہیں رہتا۔"

"پاگل مت بنو محراب......میں تمہیں ایک قاتل کی قید سے رہائی دلانے آیا ہوں۔"

"مجھے نہیں چاہیے رہائی۔" بلند آواز میں وہ چلائی تھی۔

"تمہیں میری بات سننی ہوگی محراب......جب تک تم دروازہ نہیں کھولوگی میں یہاں سے نہیں جاؤں گا۔" محراب کی بلند آواز کے جواب میں عباد کا لہجہ دھیما تھا۔ تب ہی لاک کھلا تھا۔

"کیا کہنا چاہتے ہو اب......کیا رہ گیا ہے ہمارے درمیان......کیوں نہیں مجھے میرے حال پر چھوڑ دیتے آپ؟" گیٹ کھولتے ہوئے وہ جذباتی ہوئی تھی۔ عباد اسے ایک طرف دھکیلتے ہوئے اندر چلا آیا تھا۔

نہیں چھوڑ سکتا تمہیں تمہارے حال پر...... کیونکہ میری وجہ سے ہی زندگی کے اس امتحان سے گزر رہی ہو تم۔" صوفے پر بیٹھتے ہوئے اس نے بلند لہجے میں کہا تھا پھر جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک تہہ شدہ کاغذ نکال لیا۔

"یہ دیکھو...... یہ وجہ تھی ہماری طلاق کی۔" کاغذ محراب کی آنکھوں کے سامنے لہراتے ہوئے اس کا غصہ کم کرنے کی کوشش کی، محراب نا چاہتے ہوئے بھی اپنی لکھائی میں لکھے اس مسودے کی تحریر میں الجھتی گئی تھی۔ مارے حیرانگی کے اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔

"میں نے نہیں لکھا یہ......" نفی میں سر ہلاتے ہوئے وہ بہت دھیمے لہجے میں بولی تھی۔ عباد نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

"جانتا ہوں...... یہ سب زارون کی چال تھی، تمہاری دوست غزالہ کا کیا دھرا ہے یہ سب۔" ایک کے بعد ایک وہ اسے سارے واقعات بتاتا گیا۔ جیسے جیسے وہ بتا رہا تھا ویسے محراب کی آنکھیں پانیوں سے بھر رہی تھیں۔

"خود بتاؤ محراب...... میری جگہ تم ہوتی تو کیا کرتی؟"

اس نے پوچھا تھا اور عین اسی پل باہر گیٹ پر زوردار دستک ہوئی تھی۔ محراب کا رنگ اڑ گیا، جبکہ عباد نے چونکتے ہوئے فوراً اپنی جیب سے پسٹل نکال لی تھی۔

"آج اس شخص کا فیصلہ ہو کر رہے گا...... آج یا تو وہ نہیں یا میں نہیں۔" محراب کا سر تھپتھپا کر اسے حوصلہ دیتے ہوئے وہ گیٹ کی طرف بڑھ گیا تھا۔ محراب اپنی جگہ ساکت کھڑی رہ گئی تھی۔ اپنی آنکھوں سے حویلی کے ایک اور فرد کی موت دیکھنے کا حوصلہ اس میں نہیں تھا۔ تب ہی وہ بھاگ کر بیڈروم میں قید ہو گئی تھی۔ خوف سے سہما دل عباد عبداللطیف کی زندگی کے لیے دعا گو تھا۔

آہنی گیٹ کے اس پار زارون عبدالرحیم اپنے گھر کے باہر عباد عبداللطیف کی گاڑی کھڑی دیکھ کر گویا غصے سے پاگل ہو رہا تھا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس جرات پر وہ عباد اور محراب دونوں کی جان لے لیتا۔ گیٹ کھلتے ہی وہ بھوکے شیر کی مانند عباد پر جھپٹ پڑا تھا۔ عباد عبداللطیف اس حملے کے لیے تیار نہیں تھا تب ہی زارون کے اچانک پڑنے والے گھونسے نے اس کی پسٹل دور پھینک دی تھی۔ دونوں ایک دوسرے سے دست و گریباں ہوئے مکوں اور لاتوں سے ایک دوسرے کی تواضع کر رہے تھے۔

کوئی نہیں جانتا تھا کہ آنے والے اگلے چند لمحے ان دونوں میں سے کسی ایک کے لیے کتنے خطرناک ثابت ہونے والے تھے۔

محراب کا دل زرد پتے کی مانند کانپ رہا تھا۔ وہ نہیں جانتی تھی وقت کی رکاب میں اب اس کے لیے کیا بچا تھا مگر اسے عباد کی فکر تھی۔ نایاب عبدالکریم کے بعد وہ عباد عبداللطیف کو کھونے کا تصور بھی نہیں کر سکتی تھی تب ہی صدقِ دل سے اس کی سلامتی کے لیے دعا گو تھی۔ عین اسی لمحے گولی چلنے کی آواز آئی اور اس کا دل گویا ساکت ہو گیا تھا۔

کیا ہوا ہوگا یہی سوچ اور فکر اسے کمرے سے باہر روڈ کی جانب کھلنے والی گلاس ونڈو کے قریب لائی تھی۔ اگلے ہی پل اس نے دیکھا باہر روڈ پر زارون عبدالرحیم کی گاڑی کے عین قریب عباد خون میں لت پت نیچے زمین پر چت پڑا تھا تب ہی ایک مرتبہ پھر اس نے گولی کی آواز سنی اور اگلے ہی پل اس کی ٹانگیں جیسے بے جان ہو گئی تھیں۔ اس کے پیروں میں مزید اس کے وجود کا بوجھ برداشت کرنے کی طاقت نہیں تھی لہٰذا وہ وہیں ڈھے گئی۔

یہ کس آزمائش کے لیے چن لی گئی تھی وہ؟

ایک کے بعد ایک یہ کیسے عذاب ٹوٹ رہے تھے اس پر؟ گھٹنوں کے گرد بازو لپیٹے خالی ذہن سے زمین پر بیٹھی اب وہ اپنی سزا کا انتظار کر رہی تھی۔ یقیناً عباد عبداللطیف کے جسم میں گولیاں اتار کر زارون عبدالرحیم کو اب اس کی طرف آنا تھا۔

ناشکری

حوریہ بتول

مسافر تو بچھڑتے ہیں رفاقت کب بدلتی ہے
محبت زندہ رہتی ہے، محبت کم بدلتی ہے
تمہی کو چاہتے ہیں اور تمہی سے پیار کرتے ہیں
یہ ہے برسوں کی عادت اور عادت کب بدلتی ہے

"عینو! میں تمہاری شادی کر کے سکون سے مرنا چاہتی ہوں۔" فاخرہ بیگم نے جوانی کی دہلیز پار کرتی اپنی بیٹی سے التجا کی۔

عینا جو بے دلی سے آفس جانے کے لیے کپڑے پریس کر رہی تھی۔ ہول کر پلٹی اور سب کچھ چھوڑ چھاڑ ماں کے پاس چلی آئی۔

"امی پلیز! ایسی باتیں مت کیا کریں۔ زندگی کا مقصد فقط شادی ہی تو نہیں ہوتا۔ میں آپ کے ساتھ خوش اور مطمئن ہوں۔ شادی کے لیے مجبور کر کے مجھے مشکل میں نہ ڈالیں۔ میں آپ کو کسی قیمت پہ چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔ یہ بھلا کون سا رواج ہوا کہ اکیلی بوڑھی ماں کو چھوڑ کر اپنا گھر بسا لوں۔" عینا نے سو بار کی کہی بات دوہرائی تو فاخرہ بیگم نے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں کے کٹورے میں بھرا، چند منٹ اس معصوم چہرہ تکنے کے بعد کرب سے بولیں۔

"عینا! جو پنچھی اُڑ جائے وہ کبھی لوٹ کر نہیں آتا۔ اس کا انتظار کرنے والوں کی آنکھیں پتھرا جاتی ہیں لیکن ہجر ختم نہیں ہوتا۔ بے وفائی کرنے والا کبھی نہیں لوٹتا۔" ایک دم سے عینا کا چہرہ تاریک ہوا۔ لیکن پھر خود کو سنبھالتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"امی! جلدی سے ناشتہ بنا دیں۔ آج آفس میں میٹنگ ہے اس لیے مجھے جلدی آفس کے لیے نکلنا ہے۔"

ماں تھیں نا اس لیے ہمیشہ اس موضوع پہ بیٹی سے بات کرنے سے ہچکچاتی تھیں۔

فاخرہ بیگم نے شام کو اس سے دوٹوک کرنے کا ارادہ کیا اور کچن میں جانے کے لیے اٹھ گئیں۔

جب سے پاپا اس دنیا سے گئے تھے ماں ہی عینا کی کل کائنات تھیں۔ وہ اپنی ماں کو پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی لیکن وہ انتظار کی ڈور اپنے ہاتھ سے کاٹنا بھی نہیں چاہتی تھی۔

فاخرہ بیگم عینا کی شادی اپنے بھتیجے سے کرنا چاہتی تھیں۔ دلاور سب کچھ جانتے ہوئے بھی چار سال سے عینا کا سوالی بنا ہوا تھا۔ لیکن عینا مان کے ہی نہیں دے رہی تھی۔

محبت اندھی نہیں ہوتی، بلکہ محبت کرنے والے اپنی مرضی سے کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر لیتے ہیں اور مستقبل کے خواب آنکھوں میں لیے ایسے جہان میں سفر کرنے لگتے ہیں جہاں محبت ہوتی ہے اور بس محبت ہوتی ہے۔

چھ سال محبت کے پودے کو اپنا لہو دے کر تناور درخت بنانے والی عینا کے لیے اس درخت سے بچھڑنا ناممکن تھا۔ بھلا چھ سال بعد خالی ہاتھ رہ جانے والے بھی زندہ رہ سکتے ہیں کیا؟

''عینا! میں نے امی ابو کے کہنے پر شادی نہ کی تو وہ مجھے گھر، کاروبار ہر چیز سے بے دخل کر دیں گے۔ ابھی میں اس پوزیشن میں نہیں ہوں کہ ابو کے بغیر زندگی کی گاڑی کھینچ سکوں۔ میری تم سے کی گئی سچی محبت گوارہ نہیں کرتی کہ تمہیں چند روپوں کے لیے اپنے ساتھ خوار کروں۔ میں تمہارے لیے الگ گھر نہیں لے سکتا اور امی ابو تمہیں اپنے گھر رکھیں گے نہیں شاہ میر کے لفظ عینا کے دل کو تکلیف نہیں پہنچا رہے تھے بلکہ اس کی روح کو زخم خوردہ بنا رہے تھے۔ شاہ میر کے ساتھ گزارے گئے دو ہزار ایک سو نوے دن اس کی نگاہوں میں مچلنے لگے۔ کیا میں چند آسائشوں کے لیے اپنی محبت کو ادھورا چھوڑ دوں؟

عینا نے اپنے دل کو ٹٹولا، میں کسی بھی قیمت پر شاہ میر سے دستبردار نہیں ہو سکتی۔

عینا نے ایک لمبا سانس لے کر خود کو کمپوز کیا۔ چند لمحے لگے تھے اسے خود کو مطمئن کرنے میں کیونکہ اسے شاہ میر پر خود سے زیادہ اعتبار تھا۔

''شاہ میر! میں تمہارے لیے سب کچھ کر سکتی ہوں۔ مجھے بس تمہارا ساتھ چاہیے۔ میری انمول محبت کو یوں چند آسائشوں کے لیے بے مول نہ کرو۔ ''

اس کی بات سن کر بھی شاہ میر خاموش رہا اور اس کی خاموشی کسی انہونی کی خبر رساں تھی۔ عینا رو نہیں رہی تھی کیونکہ محبت کے بچھڑنے کا غم آنکھیں نہیں سہار سکتی تھیں۔ اس درد میں عینا کی چلتی سانسیں نوحہ کناں تھیں۔ کیونکہ یہ اذیت ان کی روانی میں رکاوٹ بن رہی تھی۔

شاہ میر نے اس کے لرزتے ہاتھوں پہ ہاتھ



رکھا۔ عینا کے جسم کا ہر عضو کان بنا اپنی زندگی کی نوید سننے کے لیے تیار تھا۔ شاہ میر جب بھی اس کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھتا تمام تر پریشانیاں ایسے تحلیل ہو جاتیں جیسے ان کا وجود تھا ہی نہیں۔

''عینا! میں بھی تمہیں چھوڑنے کا تصور نہیں کر سکتا۔ دو ماہ بعد میری شادی ہے۔ میں نے انکار کرنے کی کوشش کی تو ابو نے مجھے گھر سے نکل جانے کا کہہ دیا۔ اگر میرے ہاتھ میں کچھ ہوتا تو میں کچھ بھی سوچے بغیر گھر چھوڑ دیتا۔''

شاہ میر کی شادی کا سن کے عینا کا چہرہ سفید لٹھے کی مانند بے رونق ہو گیا۔

''میں تم سے دوسری شادی کروں گا۔'' شاہ میر کے کہنے پر عینا نے نا سمجھی سے اس کی طرف دیکھا۔

''دیکھو ایک بار گھر والوں کی مان کر انہیں خوش کر دیتا ہوں۔ شادی کے بعد ابو سب کچھ میرے نام کر دیں گے۔ کیونکہ ان کی بھتیجی سے شادی کرنے کی یہی شرط رکھی ہے میں نے۔ اس کے بعد میں تم سے شادی کروں گا مجھے کوئی نہیں روک سکتا۔ اس کے لیے بس تمہیں تھوڑا سا انتظار کرنا ہوگا۔''

عینا کی محبت وہ کبوتر بن گئی جس نے مشکل کو سامنے دیکھا اور آنکھیں موند لی۔ ایک بار پھر اس کی سانسوں میں محبت کا ساز بجنے لگا۔

''اور ہاں جسے گھر والے لا رہے ہیں وہ ان کی ہی ذمہ داری ہوگی مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں میں آج کل اور ہمیشہ بس تمہارے لیے ہوں۔'' شاہ میر کے کہنے پہ محبت مسکراہٹ بن کے عینا کے لبوں پہ چمکی اور سارے شکوے، درد اور وسوسے ماند کر گئی۔ ہزاروں وعدوں کے بعد دونوں نے ایک دوسرے کو الوداع کہا اور اپنے اپنے راستے پہ چل دیئے۔

دن مہینوں میں اور مہینے سالوں میں ڈھلنے لگے۔ لیکن شاہ میر ہر بار محبت کی ہزاروں باتیں کرنے کے بعد کہتا بس تھوڑا سا انتظار اور عینا مان لیتی۔

عینا کی بوڑھی ماں اس کے سر میں اترتی چاندی دیکھ کر اس سے خائف رہنے لگیں۔ وہ اپنی زندگی میں بیٹی کے فرض سے سبکدوش ہونا چاہتی تھیں۔ لیکن اس کی ایک ہی ضد تھی میں نے شادی نہیں کرنی۔ میں بس آپ کے ساتھ رہوں گی۔

شادی کے بعد شاہ میر کبھی اس سے نہیں ملا لیکن فون ہر روز کیا کرتا۔

☆......☆......☆

عینا بخار میں تپ رہی تھی۔ اماں زبردستی ڈاکٹر کے یاں لے آئیں۔ وہ دونوں کلینک سے نکلیں تو چند فٹ کے فاصلے پہ کھڑے شاہ میر کو دیکھ کر لڑکھڑا گئی۔ تین عدد خوب صورت سے بچوں اور نک سک سی تیار بیوی کے کانوں میں سرگوشیاں کرتا شاہ میر آئس کریم پوائنٹ کی طرف بڑھ رہا تھا۔

شاہ میر اس کی محبت کو دفنا کر ایک مکمل اور خوشحال فیملی بنا چکا تھا۔ اور وہ انجانے میں تنہا ادھوری محبت کی قبر پہ بیٹھی تھی۔

عینا بہ مشکل خود کو گھسیٹ کر گھر پہنچی اور شاہ میر کو کال ملائی۔

''شاہ میر! کہاں ہو تم؟ عینا میں کام کے سلسلے میں شہر سے باہر آیا ہوں شام کو بات کروں گا۔ مجھے دوبارہ کال یا میسج نہ کرنا میں خود رابطہ کروں گا۔'' شاہ میر نے عجلت میں کہہ کر فون رکھ دیا۔

عینا کا دل چاہا کہ اپنی آنکھوں کو بے ایمان قرار دے دے اور بس اپنی سماعتوں پہ یقین کر لے۔

''شاید وہ شاہ میر نہ ہو۔'' عینا نے خود کو تسلی دی۔ ''شاہ میر مجھ سے جھوٹ نہیں بولتا' ہو سکتا ہے وہ واقعی شہر سے باہر گیا ہو۔'' اس نے دماغ کی بات پہ کان بند کیے اور دل کی ہمنوا ہو گئی۔

محبت زیادہ دیر بدگمان رہ ہی نہیں سکتی۔ دل محبوب کے حق میں کوئی نہ کوئی منطق یا دلیل ڈھونڈ ہی لیتا ہے۔ وہ بھی زبردستی کی دلیل ڈھونڈ کر مطمئن

ہوگئی۔

عینا نے ایک بار پھر دلاور کو خالی ہاتھ لوٹا دیا۔

''عینا! تم ناشکری کر رہی ہو۔'' فاخرہ بیگم نے کرب سے کہا۔

''امی پلیز! میں بے ایمان نہیں کہلانا چاہتی۔'' عینا نے ماں سے نظریں چراتے ہوئے کہا۔

حالانکہ وہ جھوٹی محبت کے لیے سچی محبتوں سے بے ایمانی ہی کر رہی تھی۔

فاخرہ بیگم نے ہر بار کی طرح آج بھی بیٹی کی ضد کے سامنے ہار مان لی۔

چار سال انتظار کے بعد دلاور نے بوڑھے ماں باپ کی خواہش پوری کرنے کے لیے شادی کر لی۔ عینا نے سنا تو دلاور سے جان چھوٹ جانے پر شکر ادا کیا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ دلاور کے بعد اس کی زندگی میں کوئی خوشی بن کر نہیں آئے گا۔

گزرتے وقت نے ماں کو اجل کی جھولی میں ڈال کر پہلے تو اسے خالی ہاتھ کیا پھر کینسر جیسی موذی بیماری کا پروانہ اس ہاتھ میں تھما گیا۔

چالیس سالہ کینسر زدہ عورت آج بھی اپنی محبت کے مزار پہ انتظار کی تختی لگائے بیٹھی تھی۔ مردہ لوگ نہیں واپس ملتے تو مردہ محبت بھی واپس نہیں ملتی۔

شاہ میر بہت سالوں پہلے اس سے ہر قسم کا رابطہ ختم کر چکا تھا۔ لیکن اس کی آنکھوں کی امید تھی کہ بجھنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔

آج اسے ہمسائی کے ساتھ ڈاکٹر کے پاس جانا تھا۔ دروازے پر دستک ہوئی تو وہ سفید چادر اوڑھ کر باہر کی طرف بڑھی۔

دروازہ کھلتے ہی عینا پتھر کی ہوگئی۔ زبان نے ہلنے سے انکار کر دیا۔

''عینا! خدا کا لیے مجھے معاف کر دو۔ تم سے بولا گیا ہر جھوٹ مجسم ہو کر میرے سامنے کھڑا ہے۔ تمہیں تنہائی کی آگ میں جھونک کر میں اپنی دنیا میں مگن ہوگیا تھا۔ لیکن تمہیں دی گئی اذیت میرے بیٹے کو تڑپا رہی ہے۔ تم جانتی ہو کہ آج میرے دس سالہ بیٹے کے دل کی سرجری ہے۔ اس کے بچ جانے کے چانسز بہت کم ہیں۔ تم مجھے معاف کر دو گی تو شاید میرے بیٹے کی زندگی بچ جائے مجھے اپنے اکلوتے بیٹے سے بہت محبت ہے عینا میں اسے کھونا نہیں چاہتا۔''

شاہ میر اپنی بات کہہ کر رکا نہیں اور ایک بار پھر اسے اذیت کے حوالے کر کے چلا گیا۔ عینا بہ مشکل قدم گھسیٹتے ہوئے کمرے میں آئی۔ سفید اجلی چادر کے ہالے میں اس کا چہرہ بھی اسی چادر کا حصہ لگ رہا تھا۔ عینا گرنے کے سے انداز میں بیڈ پر بیٹھی۔ دونوں ہاتھ پھیلا کر شاہ میر کے بیٹے کی لمبی زندگی کے لیے دعا کی اور چکرا کر بیڈ کی پشت سے جا ٹکرائی۔

''کاش میں دلاور سے شادی کر لیتی۔ کم سے کم مرتی ہوئی ماں کی خواہش تو پوری ہو جاتی اور...... اور محرم کے ہاتھوں قبر میں اتاری جاتی۔'' یہ سوچ کر اس کا دل گھبرانے لگا اسے اپنا دل بند ہوتا محسوس ہوا۔ دل کا دورہ جان لیوا ثابت ہوا اور نام نہاد محبت کا باب بند ہوگیا۔

جب یکطرفہ محبت کو الوداع کہنے کے بجائے اسے زندگی کا روگ بنا کر خود کو بے مول کر دیا جائے تو یہ خدا کی ناشکری کہلاتی ہے۔ عینا نے بار بار دروازہ کھٹکھٹاتی خوشیوں کو واپس لوٹایا وہ بھی ایک بے وفا شخص کے لیے۔ آج اسے قبر کے حوالے کرنے والا اس کا کوئی اپنا نہیں تھا۔

قسط نمبر تیرہ

راحت وفا

مجھ کو تسلیم کیوں نہیں کرتے

ہم جیسے تنہا لوگوں کا، رونا کیا، مسکانا کیا
جب چاہنے والا کوئی نہیں، پھر جینا کیا، مرنا کیا
سو رنگ میں جس کو سوچا تھا، سو روپ میں جس کو چاہا تھا
وہ جانِ غزل تو روٹھ گئی، اب اس کا حال سنانا کیا

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

دلاور بھٹی کے چلے جانے کے بعد سے خمار پہ ایک الگ ہی کیفیت طاری ہوجاتی ہے۔ وہ دلاور بھٹی سے فون پہ بات کرتی ہے دلاور اس کو سمجھاتا ہے۔ مریم جمال صاحب کو خاموش دیکھ کر ان سے بات کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ جمال صاحب اپنی بیوی کو یاد کرتے آبدیدہ ہوجاتے ہیں مریم باپ کی حالت دیکھ کر تڑپ جاتی ہے۔ تب وہ اس کے سامنے پرپوزل رکھ دیتے ہیں۔ مریم خاموش ہوجاتی ہے۔ وہ نشید سے محبت کرتی ہے۔ بہار ظہیر ہمایوں کے کمرے میں داخل ہوتی ہے پر سامنے اعظیم صاحب کو دیکھ کر واپس جانے لگتی ہے تب ظہیر ہمایوں اس کی آمد کی وجہ پوچھتے ہیں۔ بہار ہائی اسٹڈیز کے لیے ملک سے باہر جانا چاہتی ہے۔ اعظیم خان اس کو شادی کے بعد جانے کا کہتے ہیں۔ جس پہ بہار کو غصہ آجاتا ہے۔ ظہیر ہمایوں اس کو کمرے میں جانے کا کہتے ہیں۔ بیگم ذکیہ نشید اور مریم کی شادی کی خواہش مند ہوتی ہیں اور اللہ سے ان دونوں کی شادی کی دعا مانگ رہی ہوتی ہیں۔ جمال صاحب ان کو فردوس آپا کا بتاتے ہیں وہ ان کے بیٹے سے مریم کی شادی کرنا چاہتے ہیں۔ بیگم ذکیہ یہ سن کر حیران رہ جاتی ہیں۔ جگنو اور یاسمین چاہت کو کمرے سے نکال کر بوتیک بھیجنے میں کامیاب ہوجاتے ہیں۔ بہار تمثال کے نانا نانی کو گھر بلاتی ہے اور یہ بات خمار کو بتادیتی ہے۔ خمار ظہیر ہمایوں کی وجہ سے اس کے نانا نانی کو دروازے سے ہی واپس بھیج دیتی ہے۔ بہار تمثال کو فون کرتی ہے پر وہ بہار سے بات نہیں کرتا ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

☆......☆......☆

خمار کی ہمیشہ سے عادت تھی کہ وہ فجر کی نماز پڑھ کر کچھ دیر آرام کرتی تھی۔ لیکن آج زیادہ دیر ہوگئی تھی جب آنکھ کھلی تو کھڑکی کے پردے سرکا کر، لان میں دیکھا تو بہت دلفریب منظر تھا۔ بوگن ویلیا نے لان کی دو مین دیواروں پر گلابی اور یلو رنگوں سے خوب صورتی پیدا کر رکھی تھی۔ کچھ حصے میں گلاب کے پھول ہوا کے ساتھ جھوم رہے تھے۔ اس کے ساتھ ہی سفید یاسمین کے پھول نے دلکشی پیدا کر رکھی تھی۔ جبکہ ایک دیوار کے سائے میں عریبین جسمین کے سفید پھول کھلے تھے۔ ان کی دلفریب مہک فضا میں شامل

تھی۔ رات کی ساری تھکن جیسے کافی دور ہوگئی تھی۔ مگر آج کا دن کافی بھاری تھا، بابا، بہار کی پریشانی، تمثال کا دکھ، شام کو ہونے والی منگنی کی تقریب اور بہار کا رزلٹ اس کی یونی ورسٹی جانے کی ضد۔

"یا خدا...... مجھے ہمت دے کہ میں ان سب مسائل کو حل کر سکوں۔" اس نے صدق دل سے دعا کی اور بابا کے کمرے میں جانے کے لیے اپنے کمرے سے باہر نکلی۔ جانتا تھا کہ بابا کو کیا پریشانی لاحق ہے۔ بہار اور شمزل کی منگنی کی وجہ سے تو بہت خوش تھے، پھر کیا ہوا کہ وہ اس قدر بجھے بجھے سے، افسردہ سے لان میں رات گئے تک موجود تھے آخر کیوں؟

وہ ان کے کمرے تک پہنچی تھی کہ تاج دین بابا ٹرے میں چائے کا کپ، چند نمکین بسکٹ لیے ان کے کمرے کے باہر موجود تھے۔

"تاج دین بابا......" اس کی پکار پہ وہ رکے۔

"خیریت ہے...... بابا اس وقت چائے۔" اس کو حیرت ہوئی تھی کیونکہ ظہیر ہمایوں اگر ناشتہ نہیں کرتے تھے تو اس وقت چائے بھی نہیں پیتے تھے بلکہ آفس چلے جاتے تھے اور ابھی تک وہ گھر میں موجود تھے۔

"ناشتہ نہیں کریں گے۔"

"وہ میاں صاحب کو بخار ہے، میڈیسن سے پہلے چائے اور بسکٹ دے دیتا ہوں' ناشتہ بعد میں کرلیں گے۔"

"کیا بابا کو بخار ہے...... آپ نے مجھے کیوں نہیں بتایا؟" وہ بے قرار ہو کر اندر جانے لگی تو تاج دین بابا نے روکا۔

"پریشان نہ ہوں آرام کرو۔"

"نہیں بابا...... مجھے بابا کو ملنا ہے وہ رات لان میں بیٹھے تھے اور آپ بھی تو ان کے ساتھ تھے' بتائیں کیا بات ہے؟" اس نے سوال پر سوال کیا تو وہ بوکھلا سے گئے۔



"وہ...... وہ تو ویسے ہی کھلی فضا میں بیٹھے تھے۔"
"چھپا رہے ہیں کچھ......؟"
"بٹیا...... چائے ٹھنڈی ہو رہی ہے آپ اندر آ جاؤ......" تاج دین بابا جلدی سے اندر چلے گئے، انہوں نے گریز کیا...... کچھ بھی بتانے سے۔
"میں خود بابا سے پوچھتی ہوں۔" وہ یہ کہتی ہوئی ان کے پیچھے کمرے میں داخل ہوئی۔ ظہیر ہمایوں اسے دیکھ کر کچھ بوکھلائے۔ ان کی طبیعت واقعی بہت خراب معلوم ہو رہی تھی۔ آنکھیں سرخ اور بوجھل، جیسے رات بھر جاگتے رہے ہوں۔
"بابا......" وہ ان سے لپٹ گئی۔
"جی میرا بچہ...... کیا ہوا؟"
"آپ کو کیا دکھ ہے؟"
"مجھے کچھ نہیں، آج تو خوشی کا دن ہے۔" ظہیر ہمایوں صاحب نے خوش نظر آنے کی بھرپور اداکاری کی۔
"نہیں...... کوئی بات ہے، کیا بہار نے کچھ کہا ہے......؟"
"ارے نہیں بٹیا...... بزنس کے سو جھمیلے ہوتے ہیں۔" وہ یکسر جھوٹ بول گئے۔
"مگر رات دیر تک آپ لان میں تھے۔"
"وہ...... وہ بس رات کھانا زیادہ کھا لیا تھا، اس کی وجہ سے طبیعت بھاری بھاری سی تھی...... لیکن آپ اتنی رات کو کہاں تھیں......؟"
"مجھے نیند نہیں آ رہی تھی تو بالکنی میں تھی......"
"چلو اب جاؤ، جا کر آرام کرو، پھر ناشتے پر ملتے ہیں۔"
"بابا...... آج بہار کا رزلٹ آ رہا ہے، اس نے یونی ورسٹی جانا ہے۔"
"تو ٹھیک ہے، ڈرائیور کے ساتھ چلی جائے، مگر دیر نہ لگائے۔ باقی شام کی سب تیاریاں تو مکمل ہیں ناں اس کی۔" انہوں نے کہا۔
"جی سب اوکے ہے......"
"اور شہزل کی تیاری......"
"جی وہ بھی مکمل ہے......"
"میاں صاحب...... ذرا کھانے وغیرہ کا مطلب شام کے یہ انتظامات ایک بار آپ بھی دیکھ لیں۔" تاج دین بابا نے کہا۔
"وہ لڑکے سب دیکھ لیں گے۔" وہ کچھ سوچ کر بولے۔ "مجھے کچھ دیر آرام کرنا ہے آپ تو جانتے ہیں۔"
"جی...... یہ دوا کھا لیں کافی دیر ہوگئی ہے میں ذرا ناشتے کا انتظام عنایت بی بی سے پوچھتا ہوں۔" تاج دین بابا باہر گئے تو خمار نے انہیں اپنے ہاتھوں سے بسکٹ کھلائے، چائے پلائی اور پھر چند منٹ بعد سر درد کی گولیاں دیں اور جب وہ لیٹ گئے تو باہر آ گئی۔ آج گھر میں سب ہی غیر معمولی تھا۔ ناشتہ لیٹ ہو گیا تھا۔ بابا ابھی تک بستر پر تھے۔
"مجھے ہی دیکھنا چاہیے۔" خمار یہ سوچ کر کچن کی طرف بڑھی۔

......☆☆☆......

امجد نے چائے پینے کے ساتھ اس کو بھی بغور دیکھ رہا تھا جو بظاہر مطمئن نظر آ رہا تھا اور خوش ہونے کی اداکاری بھی کر رہا تھا پر اس کے اندر جو خاموشی چھا گئی تھی وہ اس کی آنکھوں سے ظاہر ہو رہی تھی۔ امجد نے چائے کا خالی کپ میز پہ رکھا اور سنجیدگی سے

بولا۔
"تم مریم کو رخصت کرانے میں مصروف رہو گے یا کچھ اپنی بھی خیر خبر......"
"کیا مطلب...... مہمان تو گئے رشتہ طے پا گیا۔ اس سے تمہارا کیا مطلب ہے؟" وہ تقریباً چڑ گیا۔
"یار...... مجھے مریم کا جو دکھ تھا وہ تو رہے گا مگر...... اب تیری فکر زیادہ ہے۔"
"میری فکر؟"
"برا نہ ماننا...... خمار سے اپنے عشق اور جنون کے صرف دعوے ہیں یا ان کی کوئی حقیقت بھی ہے، میں نے تیرے عشق اور جنون کو عجیب پایا ہے کچھ غیر معمولی، جس سے عشق کے دعوے ہیں اس نے اب تک تمہیں قبول نہیں کیا، اس کی زندگی میں کیا چل رہا ہے اس کی خیر خبر رکھنی چاہیے نا۔" امجد بولتا چلا گیا...... نشید کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔
"کیا ہوا ہے؟ جلدی بتاؤ......"
"پہلے تم بتاؤ کہ تم کس سراب کے پیچھے بھاگ رہے ہو؟"
"وہ صرف میری ہے کہیں نہیں جا سکتی، ابھی قبول نہیں کرتی تو کیا ہوا ضرور کرے گی۔"
"اگر اس سے پہلے کچھ اور کر دیا اس کے باپ نے تو......" امجد بولا۔
"کیا مطلب ہے؟" وہ چونکا۔
"میں نے دو باتیں نوٹ کی ہیں، خمار مال میں ایک ہینڈسم وجیہہ نوجوان کے ساتھ شاپنگ کر رہی تھی، دوسرا "ہمایوں پیلس" کے در و بام لائٹوں سے جگمگا رہے تھے کچھ تو غیر معمولی ہے۔" امجد نے بتایا تو وہ بے قرار ہو گیا۔
"خمار کے ساتھ، تجھے غلط فہمی تو نہیں ہوئی کوئی، کوئی شاعر واعر ہو گا۔"
"نہیں وہ بہت شاندار قسم کا نوجوان تھا نفیس سا، یہ شاعر واعر ایسے نہیں دکھتے اور خمار ہمایوں کسی شاعر کے ساتھ شاپنگ کیوں کرے گی؟" وہ اس کی بات کو رد کرتا ہوا بولا۔ "اور پھر لائٹس کیوں تھیں؟"
"ہاں...... لائٹس تو کسی فنکشن کی وجہ سے لگاتے ہیں۔"
"اسی لیے میں نے گیٹ سے دور پچھلی دیوار کے پاس ڈیوٹی پر موجود گارڈ سے پوچھا کہ کیا ہو رہا ہے؟"
"تو...... کیا...... بتایا اس نے......؟" وہ تڑپ کر بولا۔
"کہ منگنی ہے......" امجد نے کہا۔
"کس کی؟" وہ کچھ جذباتی ہو کر چلایا۔
"مجھے کیا پتا؟"
"تو پوچھنا تھا ناں......"
"گارڈ نے یہ بھی بڑی مشکل سے منہ سے نکالا۔" وہ اس کو گھور کر دیکھتا بولا۔ "مناسب نہیں تھا کہ میں مزید کوئی سوال کرتا۔" امجد نے کہا۔
"اب کیسے پتا چلے گا؟" وہ پریشانی سے اٹھ کر ٹہلنے لگا۔
"خود سوچو اور کڑیاں ملاؤ...... خمار اس نوجوان کے ساتھ بہت خوش اور مطمئن تھی ہو سکتا ہے کہ ان دونوں کی منگنی ہو رہی ہو۔" امجد نے کہا۔
"ہرگز نہیں...... یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" وہ چلایا۔
"ریلیکس...... تو جو ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا ہے، کوئی ایسے بھی محبت کا تعلق رکھتا ہے...... اتنے عرصے میں محبوبہ کو اپنانہ

بنا سکا، اسے اپنی محبت کا احساس تک نہ دلا سکا۔ وہ آج بھی اپنی جگہ ہے اور تو لیلیٰ لیلیٰ پکارتا پھرتا ہے۔"

"ہوسکتا ہے کہ اس کی بہن......"

"پہلے بڑی بہن کی شادی ہوتی ہے، چھوٹی کی نہیں۔"

"یار...... پریشان نہ کر، ایسا نہیں ہوسکتا...... میں ظہیر ہمایوں کو دیکھ لوں گا۔" وہ حد سے زیادہ مضطرب تھا۔

"حوصلہ رکھ...... دیکھ اگر ایسا ہو رہا ہے تو اب کچھ نہیں ہوسکتا تو نے آنٹی کو بھیجنے میں زمانے لگا دیئے، اتنی حسین امیر زادی کو کون چھوڑتا ہے؟"

"میں ابھی جاتا ہوں۔" وہ چلنے کو تیار ہوگیا۔

"تسلی رکھ...... کیا کہو گے وہ خمار صاحبہ سامنے آ کر دھتکار دیں گی، پھر کیا عزت رہ جائے گی......؟"

"تو پھر......"

"فون پر بات کرو۔"

"فون نہیں سنتی یار......" وہ بے بس نظر آیا۔

"تو پھر لعنت بھیجو، جب وہ تم سے راضی نہیں پھر کیا حاصل؟" امجد کو غصہ آ گیا۔

"یہ...... یہ تو کیا کہہ رہا ہے میرا دل بند ہو جائے گا مجھے جانا ہے۔"

"سوچ سمجھ کے غلط فہمی بھی ہوسکتی ہے، کچھ اور برا نہ کر بیٹھنا......" امجد نے سمجھایا۔

"تو میرا ساتھ دے۔"

"کیسے......؟"

"میرے ساتھ چل......"

"یہ مناسب نہیں...... بس سمجھداری سے کام لینا۔" امجد نے سمجھایا۔ وہ اثبات میں سر ہلا کر گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

وہ سیدھا آفس پہنچا تھا۔

بیگم زکیہ کمال ابھی تک آفس نہیں پہنچی تھیں۔ وہ سخت جھنجھلا کر باہر نکلنے والا تھا کہ منیجر صاحب آ گئے اور فائلوں کا ڈھیر اس کو دکھاتے ہوئے بولے۔

"سر...... یہ اہم فائلز ہیں، پلیز دیکھ لیں سائن کر دیں۔"

"میرے پاس وقت نہیں ہے۔"

"جیسا آپ مناسب سمجھیں لیکن...... میڈم نہیں ہیں، ان پر اسی وقت دستخط لازمی چاہئیں۔"

"اوہو...... رکھیں میز پر، میڈم آ رہی ہیں ناں۔" اس نے بے زاری سے کہا اور اپنی کرسی پر بیٹھ کر فائلیں دیکھنے لگا۔

"جی کچھ دیر تک آئیں گی، بتا رہی تھیں، مس مریم کی طبیعت خراب ہوگئی ہے۔" امتیاز صاحب نے بتایا۔

"اچھا آپ جائیں......" نشید نے امتیاز صاحب کو بھیج کے جلدی سے بیگم زکیہ کمال کا نمبر ملایا۔

"ہیلو...... ماما......" دوسری بیل پہ فون ریسیو کر لیا گیا تھا۔ "کیا ہوا مریم کو......؟" اس نے پوچھا۔

"بس ایک دم بی پی لو ہوگیا...... چکرا کر گرگئی......" انہوں نے بتایا۔

"ڈاکٹر کو بلایا......"

"ہاں...... ڈاکٹر صاحب چیک کر گئے ہیں۔" انہوں نے بتایا۔

"اب ٹھیک ہے ناں۔" وہ پریشان تھا۔

"ہاں..... آپ فکر نہ کریں مسز رشید کمال۔" جانے کیوں بیگم ذکیہ کمال نے طنزیہ کہا۔
"کمال کرتی ہیں آپ..... مجھے فکر کیوں نہیں ہوگی.....؟"
"بس..... بس رہنے دو، اپنی دنیا میں مگن رہو....." وہ تلخ ہوگئیں۔
"ماما..... آپ میرے لیے ہمیشہ ایسے ہی سوچتی ہیں، آفس جلدی آئیں مجھے ضروری بات کرنی ہے۔" وہ کچھ خفگی سے بولا۔
"میں آج نہیں آرہی خود آفس میں رہو۔" انہوں نے کہا تو وہ جھنجھلا کر بولا۔
"مجھے ضروری بات کرنی ہے۔"
"ابھی مریم کی فکر ہورہی تھی، ابھی اپنی پڑگئی۔" انہیں غصہ آ گیا۔
"میرا مطلب..... مریم ٹھیک ہوجائے تو....." وہ نرم پڑ گیا۔
"نہیں میں اس کے پاس رہوں گی، لنچ بریک میں گھر آ جانا۔" انہوں نے یہ کہا اور فون بند کردیا۔ وہ فون پٹخ کر فائلوں پر دستخط کرنے لگا۔

......☆☆☆......

حسب وعدہ خمار نے بہار کو سب کی موجودگی میں یونی ورسٹی جانے کا کہا تو بہار نے بڑی غیر یقینی کیفیت کے ساتھ ظہیر ہمایوں صاحب کو دیکھا تھا۔
"جلدی سے آ جاؤ..... میں ڈراپ کردیتا ہوں، پھر مجھے چھوڑ کر ڈرائیور آپ کے پاس آ جائے گا۔" ظہیر ہمایوں صاحب نے کہا تو بہار سے پہلے خمار نے بات سنبھالی۔
"وہ بابا..... بہار میرے ساتھ جارہی ہے، میں نے شام کے لیے کچھ لینا ہے تو میں ہی لیتی آؤں گی۔"
"چلو ٹھیک ہے..... میں چلتا ہوں۔" وہ کہہ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ "بس شام کے کسی کام میں کوتاہی نہ کرے کوئی بھی۔"
"کیا میں یونی ورسٹی چل سکتا ہوں۔" شہزل نے پوچھا۔
"ارے نہیں..... آپ بور ہوجاؤ گے۔" بہار نے خلاف معمول بڑی شائستگی سے مخاطب کیا۔
"بہار ٹھیک کہہ رہی ہے۔" خمار نے تائید کی..... بہار اور خمار نے آنکھوں آنکھوں میں اشارہ کیا۔
"چلو اب جلدی کرو۔" ظہیر ہمایوں صاحب چلے گئے۔ خمار اور بہار دونوں کمرے میں آ گئیں۔
"یہ دن بھی آنا تھا۔" بہار کی آنکھیں بھر آئیں۔
"بس اسی پر قناعت کرو۔"
"مجھے تمثال کو منانا ہے، دیر ہوسکتی ہے۔"
"بہار..... بہت دیر نہیں کرنا، میں ڈرائیور کے ساتھ بھیج دیتی ہوں، مجھے کچھ نہیں لینا تمہاری خاطر بہانہ کیا ہے' خیر سے جاؤ، اچھا سا رزلٹ آئے تمثال مان جائے آمین۔"
"جو کہ بہت مشکل کام ہے۔"
"اللہ سے اچھی امید رکھو۔"
"میری تڑپ کا اندازہ ہے آپ کو، ساری رات فون ملاتی رہی ہوں اور اس نے میرا فون بند کر رکھا ہے۔" وہ بھیگی آنکھوں کے ساتھ بولی۔
"اچھا اب جاؤ۔"
"باہر تاج دین بابا تھانیدار بن جائیں گے۔"

"میں ساتھ چلتی ہوں، باہر تک چھوڑ آتی ہوں۔" خمار نے کہا۔
"وہ بابا کو رپورٹ دیں گے۔"
"تم غم نہ کرو...... چلو یہ وقت منٹوں میں گزر جائے گا، شام کو پارلر بھی جانا ہے۔" خمار نے کہا۔
"ہرگز نہیں......"
"اچھا بابا...... میں خود تیار کردوں گی۔"
"کوئی تیار ویار نہیں ہونا۔"
"وعدہ کیا تھا ناں کہ بات مانوں۔"
"دل نہیں چاہ رہا۔"
"دنیاداری کی خاطر...... یہ لوگ واپس آسٹریلیا جائیں گے تو پیچھے سے بہتری کا موقع ملے گا۔" وہ اس کو سمجھاتی ہوئی بولی۔ وہ کسی صورت نہیں مان رہی تھی۔
"پلیز اب دیر نہ کرو۔" خمار نے اسے اس کے بال سنوارتے ہوئے سمجھایا۔
......☆☆☆......
بیگم ذکیہ کمال باورچی خانے میں موجود دوپہر کا کھانا اپنی سرپرستی میں تیار کرا رہی تھیں۔ خاص کر مریم کے لیے سوپ اور لذانیہ خود بنا رہی تھیں۔ مریم کو لذانیہ بہت پسند تھا اس لیے وہی بنا رہی تھیں۔ تب ہی نشید طوفان کی طرح آیا تھا۔ پہلے ملازم سے مریم کا پوچھا تو پتا چلا کہ وہ ماما کے کمرے میں ہے، بس وہیں پہنچ گیا۔
"ارے واہ...... تمہارے تو بڑے ٹھاٹھ ہیں، میری ماما کے بیڈ پر سو رہی ہو۔" وہ زور سے اس کے بال کھینچتے ہوئے بولا۔ تو وہ جاگ گئی۔
"کیا مسئلہ ہے؟"
"کیا ہوا ہے تمہیں......؟" وہ کچھ نرمی سے بولا۔
"کچھ نہیں۔"
"پھر ڈاکٹر کیوں آیا؟"
"ایسے ہی شاید......"
"منگنی کے بعد فلسفہ بولنے لگی ہو......" اس نے چھیڑا۔
"نہیں محبت کے بعد......"
"مطلب تمہیں شکیب سے محبت ہو ہی گئی۔"
"نہیں...... پرانی شراب اور پرانی محبت ہی پراثر ہوتی ہے۔" وہ کھوئی کھوئی سی بولی۔
"کچھ بھی ہے، بس تمہیں دشمنی ہے میرے راستے کی رکاوٹ بننا مجھے ماما سے کام تھا، تم نے بیماری کا ڈراما رچالیا۔" وہ اس کی بات کو دانستہ نظرانداز کر گیا۔
"جاؤ...... جا کر مل لو بڑی امی سے۔" وہ بجھ سی گئی۔ وہ دندناتا ہوا باہر نکل گیا۔ مریم کی آنکھوں کے کناروں سے ڈھیر وسارا نمکین پانی بہہ نکلا۔ دل تو چاہا کہ اس دشمن جاں کی بے رخی پر پھوٹ پھوٹ کے روئے لیکن پھر کیا ہوتا؟ بھرم جاتا، خوش رہنے، شکیب سے رشتہ جڑنے پر خوش ہونے کی جو باتیں کی تھیں وہ سب غلط ثابت ہوجائیں گی۔ اس خیال سے دل پر ضبط کا پہرہ بٹھایا۔ ورنہ کیا برا تھا مرنا اگر ایک بار ہوتا سچ تو یہ تھا کہ وہ بھولا ہی کب تھا؟

"اے کاش...... اے کاش سب کچھ ویسا ہوتا جیسا بچپن سے ساتھ جڑا تھا مگر...... بدقسمتی میری تھی نشید کہ پھر ایسی آندھی آئی ساتھ تمہارا چھوڑنا پڑا ثابت یہ ہوا کہ لازم وملزوم کچھ تھا ہی نہیں اب یہ آنسو بھی تھم ہی جائیں گے، تم اپنی محبوب کے ساتھ خوش وخرم زندگی بسر کرو گے اور میں...... میرا کیا ہے میں نے تو ویسے بھی قربانی دے دی ہے' تمہاری خاطر تمہیں غلط لگتا ہے کہ میں رکاوٹ ہوں نشید...... میں اور میری حیثیت کیا؟ میں رکاوٹ بن سکتی تو کوئی اور میرے اور تمہارے درمیان نہ آتا۔ میری تو اب دعا ہے کہ تمہیں، تمہاری منزل مل جائے، تم آسودہ رہو خوش رہو، میں تو الگ ہو ہی گئی ہوں۔" اس نے بے آواز سسکیوں کے ساتھ نشید سے دل کی باتیں کیں اور بھیگی آنکھیں صاف کر کے موند لیں۔

بیگم ذکیہ کمال نشید کو غصے اور عجلت میں دیکھ کر ہاتھ صاف کر کے اس کے ساتھ کچن سے باہر آگئیں۔

"ماما...... آپ کو میرے ساتھ چلنا ہے۔"

"کہاں؟" انہوں نے حیرت سے پوچھا۔

"وہیں جہاں جانے سے آپ کترائی ہیں۔"

"پہلیاں نہ بجھواؤ صاف کہو۔" وہ اس کی گفتگو کا انداز جارحانہ دیکھ کر ٹی وی لاؤنج کی طرف چلنے لگیں، کیونکہ کچن میں خانساماں اور ملازمہ تھے۔

"ماما...... خمار کے گھر ابھی چلنا ہے۔"

"کیوں؟"

"کیا، کیوں نہیں...... ابھی میرے ساتھ چلیں اور خمار کو میرے لیے مانگیں۔" وہ سیدھا سیدھا بولتا چلا گیا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے، میں نے آپ کو کہہ دیا تھا۔"

"کیوں نہیں ہو سکتا اب تو مریم کا بھی رشتہ طے ہو گیا ہے۔" وہ صوفے پر بیٹھی تھیں، اور وہ ان کے گھٹنے تھام کر بولا۔

"جو کہ آپ کی ہٹ دھرمی سے ہوا...... وہ ننھے سے دل پر ضبط کرنے میں بیمار ہو گئی۔" وہ بولیں۔

"اوہو ماما...... آپ ابھی نہ گئیں تو قیامت گزر جائے گی آپ کے بیٹے پر۔" اس نے کہا تو بیگم ذکیہ کمال نے سختی سے ڈانٹا۔

"خبردار...... میری بچی کو مجھ سے جدا کر کے اب اگر میرے بیٹے کے لیے کچھ کہا۔"

"تو پھر ماما چلیں پلیز...... وہ پرائی ہو جائے گی۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا......؟"

"وہ اس کا باپ اس کی منگنی کر رہا ہے آج منگنی ہے پلیز چلیں۔"

"پاگل ہوئے ہو...... آج منگنی ہے تو ایسے موقع پر اس کے باپ کی گھر کی عزت خراب کرنی ہے خود سوچو......" وہ بولیں۔

"پھر...... پھر میں کیا کروں؟"

"بھول جاؤ...... آج منگنی ہے اس موقع پر ایسا کچھ حاصل نہیں ہو سکتا اور میں تو نہ پہلے جانے کو راضی تھی اور نہ اب بے عزت ہونے پر تیار ہوں۔"

"ماما...... پلیز ورنہ بہت برا ہو جائے گا۔"

"اب اچھا ہو بھی نہیں سکتا اس لیے صبر کرو...... اس کا باپ منگنی کرنے جا رہا ہے اس موقع پر یہ بات نامناسب ہے۔"

"ٹھیک ہے تو میں خود جاؤں گا میں ہرگز ایسا نہیں ہونے دوں گا۔" وہ فیصلہ کن انداز میں کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"نقصان اٹھاؤ گے...... کسی باپ کو یہ بات پسند نہیں آ سکتی کہ اس کی بیٹی کی منگنی ہو رہی ہو اور کوئی عاشق آ دھمکے۔" وہ بولیں۔

"یہی تو عشق ہے۔"

”نہیں.....تہذیب بھی کوئی چیز ہے، یہاں آپ غلطی پر ہو، والدین کی جگہ خود کو رکھ کر سوچو۔“ وہ سختی سے بولیں۔
”آپ ظہیر ہمایوں صاحب کی وکالت کررہی ہیں۔“
”جو بھی سمجھ.....انسانی قدریں ہوتی ہیں۔“
”مطلب آپ نہیں جائی گئیں۔“ اس نے آخری بار پوچھا۔
”تائی امی.....پلیز مان لیں نشید کی بات۔“
”جی بھابی.....ابھی وقت ہے چلی جائیں۔“ جمال صاحب اور مریم ایک ساتھ وہاں آ گئے تھے۔
”حد ہے.....سارا گھر اس لڑکی کے لیے اکٹھا ہو گیا۔“
”وہ لڑکی نہیں ہمارے بیٹے کی پسند ہے بھابی صاحبہ.....“
”تھینکیو چاچو.....“ نشید نے بہت محبت سے جمال صاحب کے ہاتھ چوم کر کہا۔
”ٹھیک ہے جمال تم میرے ساتھ چلو گے نشید نہیں۔“
”بھابی صاحبہ.....مجھے کوئی اعتراض نہیں۔“
”ماما مجھے بھی ساتھ جانا ہے۔“
”لڑکے نہیں جاتے۔“
”مجھے خمار سے بات کرنی ہوگی۔“
”کون سی بات؟“
”اس کو راضی کرنا ہے۔“
”وہاٹ.....“ وہ تقریباً چلائیں۔
”وہ ضدی ہے.....بس اڑی ہوئی ہے۔“
”تو پھر ہمارا جانا فضول ہے، خود جاؤ۔“ بیگم ذکیہ کمال یہ کہہ کر وہاں سے چلی گئیں۔
”بھابی کی بات ٹھیک ہے، جب لڑکی راضی بھی نہیں تو.....“ جمال صاحب بولے۔
”میں راضی کرلوں گا۔“
”اتنے دن میں نہ کرسکے تو سمجھ لو خمار کی منگنی اس کی مرضی سے ہورہی ہے۔“ جمال صاحب نے کہا۔
”پہلے خمار سے بات کرلو۔“ مریم بولی۔
”اوکے.....“ نشید نے کہا۔
”کیا وہ اس منگنی پر راضی ہے یہ پوچھو۔“ جمال صاحب نے کہا تو وہ اثبات میں سر ہلا کر چلا گیا۔ مگر جمال صاحب گہری سوچ کے ساتھ بیگم ذکیہ کمال کے کمرے کی طرف چلے گئے تھے۔
جمال صاحب نے بیگم ذکیہ کمال کے دروازے پر ہلکی سی دستک دی اُن کے یس کہنے پر کمرے میں آ گئے۔ وہ ملازمہ سے اپنی الماری سیٹ کرارہی تھیں۔
”معذرت خواہ ہوں ڈسٹرب کیا۔“ وہ بولے۔
”مجھے معلوم ہے بھتیجے کی وکالت کرنے آئے ہو۔“ وہ مسکرا کر بولیں۔ ملازمہ کو باہر بھیج دیا۔
”وکالت نہیں.....غور طلب بات ہے اگر منگنی ہوگئی تو کیا فائدہ ہوگا؟ ابھی وقت ہاتھ میں ہے، چل کر دیکھ لیتے ہیں، نشید خمار سے بات کرلے، مگر ہمیں فوراً چلنا چاہیے۔“

"لیکن اگر انہیں اچھا نہ لگا تو۔"
"زیادہ سے زیادہ انکار کر سکتے ہیں، اس طرح نشید تو ہم سے بدظن نہیں ہوگا۔" جمال صاحب نے بڑے آرام سے سمجھایا۔
"لیکن خمار نے انکار کر دیا تو۔"
"یہ نشید کی بے وقوفی ہوگی۔"
"بے وقوف تو وہ ہے ورنہ یہ فیصلہ کرتا۔" وہ جل کر بولیں۔
"تیاری پکڑیں...... ابھی شام میں وقت پڑا ہے۔"
"جمال...... بنا اطلاع دیئے، خمار کے والد جانے کہاں ہوں......؟" وہ بولیں۔
"یہ بھی ٹھیک ہے، پھر کیا کریں......؟"
"نشید کو ہی کرنا ہے جو وہ کر سکے، بات کرے وقت لے، لے۔"
انہوں نے منطقی بات کی۔
"چلیں ٹھیک ہے۔" وہ بولے۔
"یوں منہ اٹھا کے جانا مناسب نہیں۔" بیگم ذکیہ کمال کی بات میں وزن تھا۔ جمال صاحب نے ان کی تائید کی۔
"لگتا تو عجیب ہے آج منگنی کے وقت ہم رشتہ لینے جائیں تو مطلب یہ ہوا کہ ہم رشتہ تڑوانے جا رہے ہیں، نشید نے سب کچھ الٹ پلٹ کر دیا۔" جمال صاحب کی سمجھ میں یہ بات نہیں آرہی تھی کہ نشید ایک لڑکی سے محبت کرتا ہے اور اس سے شادی کرنا چاہتا ہے تو آج اس لڑکی کی شادی کہیں اور کیوں ہو رہی تھی۔ "ایسے اس کو الگ تھلگ کر رکھا تھا جیسے جانتا نہیں، اور عشق اتنا کہ اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا...... اور وہ لڑکی بھی کمال ہے چپ چاپ منگنی کرا رہی ہے۔" جمال صاحب بولے۔
"اس کی تو میں نے ذرا بھی دلچسپی نہیں دیکھی تھی...... مجھے نہیں لگتا کہ وہ لڑکی نشید میں ذرا بھی دلچسپی رکھتی ہو! ایک ہاتھ سے تالی بجانے کی ہمارا بیٹا کوشش کر رہا ہے۔" بیگم ذکیہ کمال نے کہا۔
"آخر یک طرفہ محبت کے لیے نشید کیسے کہہ سکتا ہے؟"
"وہ لڑکی اجنبیوں کی طرح بی ہیو نہ کرتی اگر اسے نشید سے محبت ہوتی۔" بیگم ذکیہ کمال نے کہا۔
"تو پھر کیا ہوگا؟"
"نشید کو خود نتیجہ نکالنے دو، جب بتائے گا تو ہم چلے جائیں گے۔" بیگم ذکیہ کمال نے بڑے تحمل سے کہا۔
"میں پھر کمرے میں جاتا ہوں، اللہ خیر کرے بس۔" جمال صاحب نے کہا اور وہیل چیئر چلا کر نکل گئے۔ بیگم ذکیہ کمال نشید کے حوالے سے گہری فکر میں ڈوب گئی تھیں۔

......☆☆☆......

پنجاب یونی ورسٹی کے انگریزی ڈپارٹمنٹ میں بہت گہما گہمی تھی لڑکے لڑکیاں جمع تھے۔ رزلٹ کی لسٹیں سائٹ بورڈ پر رول نمبر کے ساتھ آویزاں تھیں۔ قطار میں سب رزلٹ دیکھنے کی کوشش میں مصروف تھے۔ مگر بہار سب سے الگ بے قرار و بے تاب نگاہوں سے صرف اور صرف تمثال کو دیکھنا چاہتی تھی جو اس وقت یہاں موجود نہیں تھا، حیرت اور دکھ اس بات کا تھا کہ وہ کیوں نہیں تھا؟ جبکہ اسے رزلٹ دیکھنے کی آرزو یہاں نہیں لائی تھی۔ تمثال سے ملنا اسے منانا اس کی آج یونی ورسٹی آنے کی وجہ تھی...... باقی سب اسٹوڈنٹس تو رزلٹ اور آپس میں میل ملاپ کے لیے آئے تھے۔ تمثال کو کوئی بھی کشش کھینچ کر نہ لا سکی تھی۔
"ارے بہار...... دور کیوں کھڑی ہو رزلٹ نہیں دیکھنا کیا۔" مدیحہ نے اس کے پاس آ کر پوچھا تو وہ چونکی۔
"ہاں...... وہ ذرا رش کم ہو جائے۔"

"رش میں ہی تو رزلٹ دیکھنے کا مزہ ہے آؤ۔" مدیحہ نے اسے ہاتھ پکڑ کر کھینچا تو اسے آگے بڑھنا پڑا۔
"چلو دیکھو۔" مدیحہ نے اسے قطار توڑ کر لسٹ کے قریب پہنچا دیا۔ وہ بے دلی سے دیکھنے لگی اور پھر پلٹی۔
"کیا ہوا؟" مدیحہ نے پوچھا۔
"بہار کے ساتھ تمثال دکھائی نہیں دے رہا۔" اس کی ایک شوخ سی کلاس فیلو نے کہا۔
"ہاں یار...... تمثال نظر نہیں آ رہا بہار ہو اور تمثال نہ ہو۔" ایک نے کہا تو سب ہنسنے لگے۔
"ایکسکیوزمی...... " بہار نے کڑک لہجے میں کہا اور وہاں سے چلی گئی۔
"ارے کیا رزلٹ ہے؟" مدیحہ نے اس کے ساتھ تیزی سے چلتے ہوئے پوچھا۔
"فسٹ ڈو ہے، میری اور تمثال کی۔" وہ بولی۔
"بہت، بہت مبارک ہو...... مگر تمثال نہیں آیا کیوں؟" مدیحہ نے پوچھا۔
لیکن اسے کے کچھ کہنے سے پہلے، سامنے سے تمثال آتا دکھائی دیا تو وہ ٹھٹکی مگر مدیحہ نے اس کے کان میں سرگوشی کی۔
"بہارو پھول برساؤ میرا محبوب آیا ہے۔" بہار نے غصے سے مدیحہ کو گھورا تو وہ کھسک گئی۔ وہ مسکرا کر خود آگے بڑھی تمثال کے بالکل سامنے آئی تو وہ بڑی سنجیدگی اور آہستگی سے بولا۔
"بہار ہمایوں...... یہاں کسی قسم کا تماشا مت لگانا، اپنی راہ لو۔" بہار اس ذلت پر حیرت سے چلائی۔
"وہاٹ...... تماشا؟ ہماری محبت تماشا ہے......؟"
"میری محبت، جس کا آپ نے تماشا بنا دیا۔" وہ تلخی سے کہہ کر آگے بڑھنے لگا تو بہار آگے آ گئی۔
"تمثال...... تم ایسا کیسے کہہ سکتے ہو؟ ایسی نفرت اتنی بے رخی، میں نے کیا کیا ہے؟"
"جو آپ نے چاہا وہی کیا۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا بولا تھا۔ "اپنے چاہنے اور کرنے کا مجھے بھی اختیار ہے۔"
"ہم بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔"
"نہیں...... ہمارے درمیان وہ موڑ آ گیا کہ اب بات نہیں کر سکتے؟"
"مگر کیوں؟"
"خود سے پوچھو۔"
"میں نے اماں ابا کے ساتھ......"
"فار گاڈ سیک...... میرے والدین کا نام مت لو، یاد رکھنا محبت اور عشق کے مقام کی جو چیز حفاظت کرتی ہے اسے عزت کہتے ہیں اسے احترام کہتے ہیں، ہمارے درمیان میرے والدین بے عزت ہوئے ہیں، ان کا احترام گیا ہے، یہ معمولی بات نہیں ہے۔" وہ یہ کہہ کر لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ اس کی بڑی بڑی آنکھوں میں سیلاب بھر گیا۔ اتنی تحقیر اتنی ذلت، وہ بھی ناحق۔ وہ روتے ہوئے باہر کی طرف آ گئی۔ جہاں چنگیز خان گاڑی کے ساتھ موجود تھا۔

......☆☆☆......

کمرے میں گھستے ہی بہار بیڈ پر گر کے رونے لگی۔ خمار نے اسے روتے ہوئے کمرے کی طرف جاتے دیکھا تھا۔ ساتھ ہی شہزل نے بھی دیکھا تھا خمار کے ساتھ وہ بھی اس کے کمرے میں آ گیا تھا۔
"وٹ ہیپن......" شہزل نے خمار سے پہلے بڑھ کر بہار سے پوچھا۔ وہ جو رو رہی تھی اس کی کمرے میں موجودگی دیکھ کر فوراً آنکھیں صاف کرتے ہوئے تڑک کر بولی۔
"کچھ مینرز بھی ہوتے ہیں...... آپ کیوں آ گئے دونوں......؟"

"سوری مگر......وہ......" شہزل ہکلایا۔
"سوری......ہم بناجتائے آ گئے۔" خمار نے کچھ شرمندگی سے کہا۔
"لیس پلیز آپ لوگ جائیں۔" بہار نے کہا تو شہزل کو کچھ غصہ آ گیا۔
"یار......آپ کو ایشو کیا ہے؟ اگر میرے ساتھ ریلیشن نہیں بنانا تو بولو، بٹ اس طرح ری ایکٹ مت کرو۔" شہزل تیزی سے بول کر کمرے سے باہر چلا گیا۔
"شہزل......شہزل!" خمار آوازیں دیتی رہ گئی، مگر وہ پلٹا نہیں۔
"یہ کیا اسے مجھ پر مسلط کر رکھا ہے۔" بہار تلملائی۔
"رزلٹ کیسا رہا؟" خمار نے اس کی تلملاہٹ کو نظر انداز کر دیا۔
"فسٹ ڈو ہے۔" اس نے مختصراً کہا۔
"مبارک ہو......ماشاءاللہ!" خمار نے خوش دلی سے کہا۔
"میرے لیے تو بے معنی ہے۔" بہار نے کہا۔
"تمثال سے ملاقات ہوئی۔" خمار نے گویا اس کی دکھتی رگ پہ ہاتھ رکھا۔
"تمثال کو تو مجھ سے دور کر دیا گیا ہے......وہ مجھ سے نفرت کرنے لگا ہے۔" وہ حزیانی کیفیت میں چلائی۔ "سنا کچھ وہ مجھ سے نفرت کرنے لگا ہے، منہ موڑ کر چلا گیا اس نے مجھے وہ سزا دی ہے جس کا گناہ میں کیا ہی نہیں۔" بہار پھوٹ پھوٹ کے رونے لگی۔ خمار نے اسے بانہوں میں بھر کے تسلی دی۔
"سب ٹھیک ہو جائے گا......حوصلہ رکھو۔"
"کچھ نہیں سننا مجھے، جاؤ یہاں سے۔"
"پلیز بہار تھوڑا سا صبر......سب ٹھیک ہو جائے گا اب فریش ہو جاؤ اور سنبھالو خود کو شہزل سے اس طرح پیش آنا مناسب نہیں۔" خمار نے پیار سے سمجھایا۔
"کیوں......میرے تمثال کو دور کروایا۔"
"کس نے کیا......؟" خمار نے سخت لہجہ اختیار کیا۔
"بابا نے......اگر بابا کو تمثال سے نفرت نہ ہوتی تو بابا تمثال کو منتخب کرتے۔"
"بہار......بابا کسی سے نفرت نہیں کر سکتے، ہمیشہ بدگمان رہتی ہو......اٹھو فریش ہو کر باہر آؤ۔" خمار نے اس کے بال سنوارے۔
"بابا نے اس محل میں سب کچھ دیا مگر زندہ رہنے کے لیے صرف سانسوں کی آزادی نہیں چاہیے ہوتی محبت اور جذبات کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔" وہ بول کر کروٹ بدل کر لیٹ گئی۔ خمار نے لاکھ ہلایا جلایا، مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔ خمار کچھ دیر ملول سی ہو کر اسے دیکھتی رہی پھر خود کو کوستی ہوئی وہاں سے اٹھ کر باہر آ گئی تھی۔

☆......☆......☆

اعظم خان نماز جمعہ ظہیر ہمایوں صاحب کے ساتھ پڑھ کر لوٹے تھے ٹی وی لاؤنج میں بیٹھے ہی تھے کہ شہزل خاصے بگڑے ہوئے موڈ میں وہیں آ گیا۔ ظہیر ہمایوں مسکرا کر بولے۔
"آپ ہمارے ساتھ نہیں گئے۔"
"ڈیڈ......مجھے کچھ کہنا ہے، روم میں آئیں۔" شہزل خان نے ان کی بات نظر انداز کی اور براہ راست اعظم خان سے بولا۔

"خیریت..... اعظم خان بولے۔"

"چلو آپ دونوں بات کرو میں ذرا ایونٹ آرگنائزر سے مل لوں، وہ تھوڑا سا کام رہ گیا ہے دکھانا چاہتا ہے۔"

"انکل..... معذرت۔" شہزل نے باپ کا بازو تھام کر کمرے کی طرف چلتے ہوئے کہا تو اعظم خان کو مجبوراً اس کے ساتھ جانا پڑا۔ مگر اس کے بگڑے تیور دیکھ کر ظہیر ہمایوں کچھ متفکر سے ہو گئے۔ انہیں کچھ عجیب سا لگا مگر ٹال کر لان کی طرف چلے گئے۔ اعظم خان کو اچھا نہیں لگا، کمرے میں گھستے ہی وہ بولے۔

"شہزل..... کبھی کبھی سارے ایتھکس بھول جاتے ہو، ایسی کیا بات ہے؟"

"فیصلہ ہے، مائی ڈیڈی، کہ مجھے بہار سے رشتہ نہیں کرنا میں کسی صورت یہ منگنی نہیں کرسکتا۔" وہ دوٹوک لہجے میں بولا۔

"وہاٹ..... ایسا کیا ہوگیا؟ اور کچھ نزاکت معلوم ہے۔"

"ڈیڈ..... وہ مجھے پسند نہیں کرتی، رو رہی ہے، مجھے بولا ہے اس نے..... میں نے اسے پسند کیا ہے لیکن انسلٹ کی اجازت نہیں دے سکتا۔"

"یار..... کیا بولتے جارہے ہو؟ آہستہ بولو، بیٹھو آرام سے بتاؤ غلط فہمی ہو رہی ہے۔"

"ڈیڈ..... اب بات آگے بڑھ چکی ہے بس مجھے یہ رشتہ نہیں کرنا۔"

"ہوش کے ناخن لو، چند گھنٹے ہیں رسم میں، سب تیاری ہو چکی ہے یہ کتنی گھٹیا حرکت ہوگی۔"

"ڈیڈ پلیز..... مجھے یہ نہ سمجھائیں کیونکہ میں فیصلہ کرچکا ہوں۔" وہ کہہ کر الماری سے اپنے کپڑے نکالنے لگا۔

"شہزی بیٹا..... یہ کیا کررہے ہو، میرا جگری یار ہے اس کی بے عزتی ہے یہ..... ہم نے خود رشتہ مانگا تھا۔"

"مانگا تھا مگر..... بہار کو مجبور تو نہیں کرسکتے۔"

"شہزی یار..... میں بہار سے بات کرتا ہوں، ہم نے یہاں نمک کھایا ہے، سوچو کیا یہ اخلاقی طور پر ٹھیک ہے۔"

"ڈیڈ..... اخلاق وخلاق کا مجھے کچھ لینا دینا نہیں، ہم یہاں سے ہوٹل شفٹ کررہے ہیں اور جو فلائٹ ملی جلد واپس جائیں گے۔"

"شہزل..... میں ایسا نہیں کرسکتا اور نہ ہی آپ کو اس کی اجازت ہے۔" اعظم خان نے کافی سختی سے کہا۔

"تو ٹھیک ہے آپ یہاں رہیں بٹ..... میں ہوٹل شفٹ ہو رہا ہوں اور میرے فیصلے میں کوئی تبدیلی نہیں آسکتی۔" شہزل پر کسی بات کا اثر نہیں ہو رہا تھا۔

"شہزل..... رشتے ناطے ایسے کھیل تماشے نہیں ہوتے، بہار سے بات کرنے دو۔" اعظم خان نے غصے سے کہا۔

"ڈیڈ..... مجھے یہ رشتہ نہیں کرنا، مجھے اور اپنی انسلٹ نہیں کرانی، پلیز پیکنگ کریں آپ بھی....."

"باہر انتظامات مکمل ہیں، خود سوچو یہ کتنی بڑی بدتمیزی ہے۔"

"سو وہاٹ..... مجھے فرق نہیں پڑتا، میں فیصلہ نہیں بدل سکتا، ابھی تو میں نے کیب منگوائی ہے میں جارہا ہوں، آپ انکل کو بتا کر آجایئے گا، میں لوکیشن سینڈ کردوں گا۔" شہزل نے اپنا بیگ اٹھایا اور بولا۔

"شہزل..... تم یہ کیسے کرسکتے ہو؟"

"بس اب برداشت نہیں کرسکتا، سوری....." وہ بڑے اطمینان سے کہہ کر بیگ لیے کمرے سے باہر نکل گیا۔

"شہزل..... شہزل!" اعظم خان پکارتے رہ گئے۔ مگر وہ نہیں رکا۔ اعظم خان حیرت اور شرمندگی کے احساس سے سر تھام کر رہ گئے۔

☆.....☆.....☆

اپنی سی تمام کوششیں کرنے کے بعد بھی خمار سے بات نہ ہوسکی تو وہ پھر مضطرب ہوکر امجد کے پاس پہنچ گیا۔ امجد اس کی حالت زار پر جھنجھلا کر رہ گیا۔

"یار..... خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی، نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا۔"

"میں نے پوری کوشش کی ہے مگر..... خمار نے اپنا فون نمبر بدل لیا ہے، پی ٹی سی ایل نمبر بھی بند ہے اب بول میں کیا کروں.....؟" نشید افسردہ ہوکر بولا۔

"تو اس کا پیچھا چھوڑ دے یار....." اس کا انداز تسلی دینے والا تھا۔ "وہ مغرور اور خودسر لڑکی اپنی پسند سے منگنی کررہی ہے تو بھی لعنت بھیج دے ویسے بھی اب کچھ حاصل نہیں، موقع ہاتھ سے نکل گیا ہے اب تو صرف اس گارڈ سے پٹائی بچی ہے۔" آخر میں امجد نے بات کو مزاح کا رنگ دیتے ہوئے کہا تو وہ پھٹ پڑا۔

"مشکل میں مدد نہیں کرسکتے تو اپنی بکواس بند کرلو۔"

"میرے اختیار میں کچھ بھی نہیں ہے۔"

"کیا کروں میں.....؟"

"صبر کرو..... منگنی ہی ہے، بعد میں کوئی چکر چلالیں گے۔"

"ہرگز نہیں..... یہ میری محبت کی تذلیل ہے۔"

"تو پھر جو جی میں آئے کر۔"

"میرے ساتھ چل۔"

"کہاں.....؟"

"خمار کے گھر....."

"تاکہ پکی پکی ٹھکائی ہو ہماری۔"

"اور پھر کیا کروں.....؟"

"آنٹی کو لے جاتا۔"

"وہ کہتی ہیں پہلے خمار سے بات کرو..... پھر جمال چاچو بھی جائیں گے۔" اس نے بتایا۔

"خمار سے بات ہوئی نہیں تو۔"

"یار..... کچھ کر، پلیز....."

"اوں ہوں..... سوچنے دے پھر۔" امجد سوچ میں پڑ گیا اور چند لمحوں بعد چٹکی بجا کر بولا۔

"اب ایک آئیڈیا ہے، اس پر ٹرائی کرتے ہیں۔"

"کیسا آئیڈیا.....؟" امجد نے اپنا فون اٹھایا اور کانٹیکٹ میں جا کر کوئی نمبر ملایا۔ کچھ دیر بیل جاتی رہی۔ پھر کسی نے فون اٹھایا۔

"ہیلو....." مردانہ آواز آئی۔

"کون.....؟" امجد نے کچھ ہچکچاتے ہوئے پوچھا۔

"جی آپ کون ہیں.....؟" دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"یار..... یہ میڈم چاہت کا نمبر نہیں ہے۔" امجد ہکلایا۔

"نہیں جی..... یہ ہمارا نمبر ہے۔" کہہ کر فون بند کردیا گیا۔

"اف..... کیا مصیبت ہے؟" امجد جھلایا۔ نشید کا منہ لٹک گیا۔
"چاہت شاید ہمارے کام آجاتی۔"
"کیا مطلب.....؟"
"وہ شاید خمار کے لیے ظہیر ہمایوں صاحب کو کہہ سکتی۔" امجد نے خیال ظاہر کیا۔
"پھر....."
"پھر کیا..... بس کوشش تھی اب فون نمبر ہی غلط ہے۔"
"تو اس کے پاس چلتے ہیں۔"
"مگر دل نہیں مانتا کیونکہ وہ میری بات پہلے کبھی نہ مان سکی۔" امجد نے کہا۔
"تو پھر فون کیوں ملایا؟"
"فون پر بات ہوتی تو کچھ اور بات ہوتی۔" امجد نے ٹالا۔
"چھوڑو یار..... اب میں خود ہی ہمایوں پیلس جاؤں گا۔" نشید نے جل کر کہا اور اٹھ کر چلا گیا۔
☆☆☆

شادیوں کا سیزن ہو تو موجودہ دور کے ڈیزائنرز کے پاس سر کھجانے کی فرصت نہیں ہوتی۔ کھانے پینے کا ہوش نہیں رہتا، چاہت کا نام اور کام کافی اچھی شہرت کے حامل تھے اس لیے اس کے ہاں مسلسل کلائنٹس کی آمد کا سلسلہ جاری تھا۔ وہ خود ہی اب تک اپ سیٹ تھی کسی کام میں دل نہیں لگ رہا تھا، طبیعت بی بی کے بعد سے اب تک سنبھلی نہیں تھی۔ اوپر سے یاسمین نے ہمایوں کے حوالے سے جو بات کی تھی اس وجہ سے وہ زیادہ بے کل تھی۔ بوتیک اور کارخانے جانے کے بجائے غم و غصے کی حالت میں ٹہل رہی تھی۔ یاسمین اور جگنو دونوں اس کو اس طرح دیکھ دیکھ کر پریشان ہو رہے تھے۔
"ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ بہت پریشان ہیں۔" جگنو نے پوچھنے کی ہمت کی۔
"ہاں..... پریشانی کی وجہ فضول سی ہے۔" وہ بولی۔
"ہمیں بتائیں، جگنو صاحب ہر پریشانی جھیل جائیں گے آپ کو پریشانی سے نکالیں گے۔" وہ بولا۔
"لوگوں کو تمہارے یہاں رہنے پر اعتراض ہے۔"
"ہیں..... ان انکل کو یا کوئی اور بھی۔"
"سب کو ہی ہے کہ تم تنہا عورت کے ساتھ کیوں رہ رہے ہو؟" وہ افسردہ سی بولی۔
"آپ اپنی کہیں..... کیا آپ کو بھی اعتراض ہے؟" وہ دکھی لہجے میں بولا۔
"نہیں..... تم تو میرے لیے حفاظت اور خلوص کا حصار ہو۔" وہ کہہ گئی۔
"یہ حصار کیا ہوتا ہے، میم صاحب صاف سا سمجھائیں۔" وہ معصوم صورت بنا کر بولا۔
"احمق ہو..... مطلب ایسا گھیرا ہو، جس میں، میں خود کو محفوظ سمجھتی ہوں۔" اس نے ایسے ہی وضاحت کی تو وہ خوشی سے اچھل پڑا۔
"تو بس..... سالے زمانے کی جگنو صاحب کو پروا نہیں، ہم تو یہیں گھیرا ڈالے رکھیں گے بی بی صاحبہ نے وعدہ بھی لیا تھا۔" وہ کہہ گیا۔
"کیسا وعدہ.....؟"
"آپ کو پھر بتائیں گے، ابھی آپ دفتر جائیں، سارا دن گزر گیا فون آرہے ہیں بہت سی بیبیاں آئی ہوئی ہیں۔"

"اچھا..... پھر جاتی ہوں۔"
"لیکن کچھ کھا تو لیں۔"
"نہیں..... بس وہاں جا کر چائے پیوں گی۔" وہ کہہ کر اپنا فون اور پرس اٹھا رہی تھی کہ یاسمین نے آ کر بتایا کہ مہمان ہیں، ڈرائنگ روم میں بٹھایا ہے۔
"کون.....؟"
"پہلے بھی آئے تھے بی بی کے پاس۔" یاسمین نے سوچتے ہوئے کہا۔
"میں خود دیکھتی ہوں....." وہ یہ کہہ کر کمرے سے نکلی اور ڈرائنگ روم میں آ گئی۔ وہاں امجد موجود تھا۔
"آپ....." اسے اس کی اچانک آمد پر حیرت ہوئی۔
"ہاں وہ بس قریب میں آیا تھا سوچا آپ کی خیریت معلوم کرلوں۔" امجد نے بہانہ بنایا حالانکہ وہ نشید کے لیے آیا تھا۔
"شکریہ..... گھر میں سب خیریت ہے۔" چاہت نے مسکرا کر کہا۔
"جی الحمدللہ اور آپ تو ٹھیک ہیں کوئی مسئلہ مسائل ہوا کرے تو مجھے بتایا کریں۔" امجد نے گہری مروت کا اظہار کیا۔
"ضرور..... فی الحال تو اللہ کا کرم ہے، کیا لو گے چائے ٹھنڈا، بلکہ کھانا بھی تیار ہے۔" وہ بولی۔
"ارے کسی تکلف کی ضرورت نہیں۔" امجد نے معذرت پیش کی۔
"اور کچھ۔" چاہت نے سامنے والے صوفے پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔
"آپ کہیں جا رہی ہیں شاید۔"
"اپنے آفس..... وہاں خواتین کارش ہے۔"
"وہ آپ.....؟" وہ بولتے بولتے اٹکا۔
"کیا..... کچھ کہنا چاہ رہے ہو۔" اس نے پوچھا۔
"نہیں وہ ظہیر ہمایوں صاحب....." امجد آگے کچھ نہ کہہ سکا۔
"کیا.....؟" چاہت نے کچھ سپاٹ انداز میں پوچھا۔
"کچھ نہیں ان سے ملاقات ہوئی تھی میری، ان کی بیٹی ہے ناں....." امجد کچھ سے کچھ کہہ گیا تو وہ سنجیدگی سے بولی۔
"مجھے ذرا جلدی ہے، پھر کسی روز آؤ بیگم کو بھی ساتھ لانا۔"
"ہاں ضرور او کے اللہ حافظ۔" امجد نے اٹھ کر جلدی سے کہا اور باہر نکل گیا اور وہ اپنے آفس کی طرف چل دی۔ امجد چاہ کر بھی نشید کے لیے کچھ نہ کرسکا۔ چاہت کا انداز ہی ایسا تھا کہ اسے شاید یہ بات پسند ہی نہ آتی۔

☆.....☆.....☆

اعظم خان صدمے کی شدت سے دوچار تھے، کمرے میں مقید الفاظ کا ذہن میں چناؤ کر رہے تھے، شہزل کی ایسی خودسری کا تو انہوں نے تصور بھی نہیں کیا تھا۔ وقت سبک روی سے آگے بڑھ رہا تھا، باہر انتظامات ہو رہے تھے، ظہیر ہمایوں صاحب، ان کے دفتر کے کچھ لوگ، گھر کے ملازم سب کچھ نہ کچھ کر رہے تھے۔ شہزل کو شاید کسی نے جاتے نہیں دیکھا تھا، کسی نے اب تک آ کر نہیں پوچھا تھا۔ ایک دم ہی انہیں خیال آیا کہ خمار سے پوچھنا چاہیے آخر ہوا کیا ہے؟ یہ سوچ کر وہ جلدی سے خمار کے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔ ہولے سے دروازے پر دستک دی تو کوئی جواب نہ آیا۔ پھر دستک دے کر انہوں نے دروازہ تھوڑا سا کھولا، کمرے میں خمار نہیں تھی، شام کی تقریب کے حوالے سے شاید اس کا لباس بیڈ پر پھیلا تھا۔ رائٹنگ میز پر اس کی ڈائری کھلی تھی جس میں پین رکھا تھا۔

عشق سے عقل کا فقدان خریدا ہم نے
اور وہ بھی علی الاعلان خریدا ہم نے
ہم نے پتھر بھی خریدا تو آئینہ تھا
کبھی یاقوت نہ مرجان خریدا ہم نے
کیا ستم ہے کہ ہمیں جس کی ضرورت بھی نہ تھی
بیچ کر خود کو وہ سامان خریدا ہم نے
کتنے لمحات کو اپنے لیے دشوار کیا
تب کوئی لمحہ آسان خریدا ہم نے
بند ہونے کو دکاں ہے تو خیال آیا ہے
فائدہ چھوڑ کر...... یہاں تک ہی لکھا گیا تھا۔

انہوں نے بڑے جذب کے ساتھ ایک ایک مصرع پڑھا، اسی اثنا میں وہ باہر سے اندر آئی، اعظم خان صاحب کو دیکھ کر ٹھٹکی۔

''انکل آپ؟''

''جی...... میں نے دستک دی تھی، پھر اندر آ گیا۔ اس ڈائری پر نظر پڑی تو پڑھنے سے خود کو باز نہ رکھ سکا شرمندہ ہوں۔'' اعظم خان، بہت شرمندگی سے بولے۔

''ارے نہیں...... نہیں انکل کوئی بات نہیں میں دراصل بہار کے کمرے میں گئی تھی اسے پارلر چلنے کا کہنا تھا آپ بیٹھیں نا۔''

''بہت، بہت ہی شاندار غزل ہے مگر مکمل نہیں کی۔'' وہ خفت سے باہر نکلتے ہوئے بولے۔

''موزوں مصرع بن نہیں رہا تھا، بہت کوشش کے بعد ادھورا چھوڑ دیا۔'' وہ بجھی بجھی سی بولی۔

''کیا بنا وجہ کے بھی کچھ ادھورا چھوڑا جا سکتا ہے۔'' وہ بولے۔

''کیا مطلب؟''

''بیٹا...... چند منٹ پہلے کچھ ادھورا چھوڑا گیا ہے، کیوں؟ یہ سوال مجھے آپ کے پاس لایا ہے۔'' اعظم خان بہت دھیرے دھیرے سے بولے۔

''میں سمجھی نہیں۔''

''خمار بیٹا...... بہار اور شہزل کے درمیان ایسا کیا ہوا کہ وہ سب کچھ ادھورا چھوڑ کر چلا گیا۔''

''چلا گیا...... مطلب؟'' خمار کو شاک لگا۔

''جی بیٹا...... وہ ہوٹل شفٹ ہو گیا ہے اور جلد آسٹریلیا چلا جائے گا۔''

''مگر کیوں...... منگنی کے انتظامات ہو چکے ہیں، باہر میرے بابا تیاری کرا رہے ہیں، ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ میرے بابا کی عزت برباد ہو جائے گی۔'' وہ شدید دکھ اور تکلیف سے دوچار ہو کر بولی۔

''یہی تو مجھے تکلیف ہے مگر...... وہ بہار سے دل برداشتہ ہو کر گیا ہے' مجھے بتاؤ کہ بہار کیا چاہتی تھی؟ کیا اسے شہزل کے علاوہ کوئی......''

''انکل...... وہ منگنی کر رہی تھی اور کیا بات رہ گئی......؟''

''شہزل نے بہار کو دل سے پسند کیا، پھر کیا وجہ ہو گئی، اس نے بری طرح میرے سامنے ریزسٹ کیا، کچھ تو بہار نے کہا ہو گا۔ اس کا رویہ شہزل کے ساتھ اچھا نہیں تھا، یہ تو ہم سب دیکھ رہے تھے اگر بہار بیٹی کسی اور کو......'' وہ رکے۔

"پلیز انکل...... آپ شہزل کو بلوائیں، میرے بابا کو یہ صدمہ لگے گا۔ پلیز بلائیں۔" خماران کا جملہ نظر انداز کر کے بولی۔
"بیٹا...... مجھے احساس ہے، میں تو ظہیر سے نگاہیں نہیں ملا سکوں گا، اتنے دن اس گھر کا نمک کھایا اور یہ بدلحاظی...... میں اس کا سوچ سوچ کر زمین میں گڑھا جا رہا ہوں۔"
"شہزل سے میں بات کروں......؟"
"پہلے بہار سے پوچھو کیا ہوا ہے آج......؟"
"کچھ خاص نہیں بس ایسے دونوں الجھ پڑے۔" خمار ٹال گئی۔
"اب میں ظہیر سے کیا کہوں گا، کیا کہہ کر جاؤں گا۔" وہ کہہ کر وہاں سے چلے گئے۔
خمار کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ اسے بابا کی فکر لگ گئی وہ بہار پر ہی برسیں گے۔ کیونکہ وہ بھی جانتے تھے کہ بہار کا شہزل کے ساتھ برتاؤ کیوں خراب ہے، صرف تمثال اس کی وجہ ہے۔
"یاالٰہی! سب خیر کرنا......" وہ دعا مانگتی ہوئی بہار کے کمرے کی طرف دوڑی۔

☆......☆......☆

پہلی پوزیشن آنے کے بعد وہ جس خاموشی اور اداسی سے گھر میں داخل ہوا تھا، کلیم مرزا اور نور جہاں کے دل تڑپ رہے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ اتنی دیر سے رزلٹ لے کر وہ گھر کیوں پہنچا ہے، اگر بہار سے اس کے تعلقات بہتر ہوتے تو وہ خوشی سے چہکتا گھر میں داخل ہوتا، مٹھائی یا کیک لے کر آتا، اماں کو گود میں اٹھا کر گول گول گھومتا۔ مگر آج ایسا کچھ بھی نہیں ہوا تھا۔ وہ تقریباً پانچ بجے گھر پہنچا تھا وہ بھی چپ اور بیزار سا۔
"یار تمثال...... تم یونی ورسٹی بند کرا کے آئے ہو شاید...... یا پھر تمہارا رزلٹ گم ہو گیا تھا، وہ ڈھونڈ رہا تھا۔" کلیم مرزا نے شوخی سے کہا تھا۔
"اتنا زبردست رزلٹ آیا اور تم نے منہ لٹکا رکھا ہے، تمثال کے ابا جاؤ، مٹھائی لے کر پورے محلے میں بانٹو۔" نور جہاں بیگم نے خوشی سے کہا۔
"پہلے لاڈلے سے پوچھ لو، کس بات کا غم ہے۔"
"ابا کوئی غم نہیں ہے...... تھک گیا ہوں آرام کرنا چاہتا ہوں۔" وہ ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتے ہوئے اٹھا اور اپنے کمرے میں چلا گیا۔
"اگر یہ ایسے ہی بہار کے غم میں کڑھتا رہا تو کچھ کر بیٹھے گا۔" کلیم مرزا نے خیال ظاہر کیا۔
"میں اس کا رشتہ ماریہ سے طے کرتی ہوں پھر یہ سب بھول بھال جائے گا۔" نور جہاں بیگم نے کہا۔
"کتنی احمق ہو...... اب تک نہیں جان سکیں پہلی محبت انسان کبھی نہیں بھولتا۔" وہ چہکے تو وہ جل کر بولیں۔
"ہاں...... جیسے اب تک تم اپنی محبت کو سینے سے لگائے بیٹھے ہو۔"
"ہم بھول گئے ہر بات مگر تیرا پیار نہیں بھولے، کیا کیا ہوا دل کے ساتھ مگر تیرا پیار......" کلیم مرزا نے گنگنایا اور لمبی سرد آہ بھری۔
"ہائے ہائے...... کیسے تڑپے، کیسے اس چڑیل کی محبت یاد آئی۔" نور جہاں بیگم نے کڑک آواز میں دہائی دی۔ کلیم مرزا قہقہے لگانے لگے۔
"کیسے اپنی محبت پر چہک رہے ہو...... بچے کو جا کر دیکھو اس کا ننھا سا منہ نکل آیا ہے کھانے کا پوچھو......" نور جہاں بیگم نے کافی رنجیدہ خاطر ہو کر کہا۔

"کیا پوچھوں......اس کا غم اس کی تکلیف جانتا ہوں مگر...... کچھ نہیں کرسکتا آج زیادہ افسردہ ہے، بہار کی آج منگنی ہو رہی ہے۔" کلیم مرزا خاصی دکھ دینے والی سنجیدگی سے بولے۔

"چلو خس کم جہاں پاک، کل کو اسے بھول بھال جائے گا۔"

"ایسا کبھی نہیں ہوگا، نہ بہار بھول سکتی ہے اور نہ تمثال......بس ایک دھندی درمیان میں آ گئی ہے، جھٹ جائے گی۔" کلیم مرزا بڑے وثوق سے، بہت آہستہ کہہ کر عصر کی نماز پڑھنے چلے گئے۔ نور جہاں بیگم تمثال کے لیے گرم چپاتی بنانے کے لیے چولہے کے پاس چلی گئیں۔ کیونکہ وہ قسمیں دے کر اسے کھلانے میں کامیاب ہو جاتی تھیں۔ وہ بھی ان کے ہاتھ چوم کر ہر چیز بھلا کر کھانے لگتا تھا۔

☆......☆......☆

موسم بہت خوشگوار ہو رہا تھا۔ ہلکی ہلکی ٹھنڈی ہوا ساتھ میں پھولوں کی مہک چرا کر لا رہی تھی۔ لان میں مالی نے گملوں کو پودوں پیڑوں کو پانی دیا تھا۔ نکھرے نکھرے نہائے نہائے سے پھول پودے، بہت اچھے لگ رہے تھے۔ حریم نے لان میں چائے کی ٹرالی بھیج دی اور خود بھی وہیں آ گئی۔ جمال صاحب اور ذکیہ بیگم خوشگوار موڈ میں ڈھیر سے ڈھیر سے باتیں کر رہے تھے۔

"فردوس آپا نے تو جاتے ہی شادی کی تاریخ طے کرنے کا فون بھی کر دیا ہے۔" جمال صاحب نے کہا۔

"بات طے ہوتے ہی شادی کی جلدی تو ہوتی ہے۔"

"ہاں...... مگر اتنی جلدی میں اپنی گڑیا کو رخصت نہیں کرسکتا بلکہ نشید کے ساتھ ہی مریم کی شادی کریں گے ان شاء اللہ۔"

اسی اثناء میں گیٹ سے نشید کی گاڑی اندر آئی تھی۔ وہ سیدھا ان کے پاس آ کر بولا۔

"ماما چاچو......ابھی کے ابھی میرے ساتھ چلیں پلیز دیر نہ کریں۔"

"خمار سے بات ہوئی ہے کیا......؟"

"نہیں مگر......میں خمار سے بات نہ ہونے کی وجہ سے دیر نہیں کرسکتا پلیز اٹھ جائیں۔" نشید منت کرنے لگا۔

"یہ کیسی محبت ہے نشید......یہ پاگل پن ہے لڑکی راضی نہیں اور لڑکا عشق میں مرا جا رہا ہے۔" بیگم ذکیہ کمال نے سختی سے کہا۔

"چھوڑیں بھابی صاحبہ......چلتے ہیں، زیادہ سے زیادہ کیا ہو جائے گا......؟" جمال صاحب راضی ہو گئے۔

"تائی امی......پلیز جائیں۔" مریم نے بھی کہا۔

"غور کرو مغرب ہونے کو ہے۔" بیگم ذکیہ کمال کا دل مطمئن نہیں ہو رہا تھا۔

"اور دیر نہ کریں ماما......"

"کہیں گے کیا جا کر......"

"یہی کہ خمار ہماری بیٹی ہے، ہم نشید کے لیے رشتہ مانگنے آئے ہیں۔" جمال صاحب نے انتہائی آسانی کا رستہ دکھایا۔

"اور وہ جو منگنی کرنے آ رہے ہیں، وہ بیوقوف ہیں یا خمار کے والد صاحب گرے پڑے انسان ہیں کہ منگنی ختم کر کے سب کو رخصت کر دیں گے۔"

"آپ چھوڑ دیں سب وسوسے پلیز جائیں۔" نشید کا بس نہیں چل رہا تھا کہ انہیں پر لگا کر لے جائے۔

"اچھا بھئی......چلتے ہیں جمال۔" بیگم ذکیہ کمال کو ہتھیار ڈالنے ہی پڑے۔ وہ تیار ہونے کے لیے اندر گئیں۔ ڈرائیور نے گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور نشید کی جان میں جان آئی۔

☆......☆......☆

خمار نے بہار کو شہزل کے جانے اور رشتہ سے انکار کا بتایا تو وہ اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ اس کی بھیگی بھیگی آنکھیں مسکرا دیں اسے تو

اس خبر نے گویا کھلا دیا۔ خمار کو سخت برا لگا۔
"اس میں خوش ہونے کی نہیں، پریشان ہونے کی بات ہے، ٹائم دیکھو، باہر کے انتظامات دیکھو، کچھ دیر بعد مہمان بھی آنے لگیں گے اور پھر کیا ہوگا؟"
"اس میں میرا کیا قصور ہے؟" بہار کو بھی معاملے کی سنجیدگی کا احساس ہوا۔
"اور کس کا قصور ہے..... شہزل کو بری طرح جھڑکا وہ یہاں سے جانے پر مجبور ہو گیا اعظم انکل شرمندگی کے بھنور میں پھنسے ہیں، ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں، مگر بابا سے بات کرنے کی ہمت نہیں کر پا رہے کچھ دیر میں بم بلاسٹ ہوگا اور بابا....." خمار آگے کچھ نہ بول سکی۔
"پھر اب..... اب کیا ہوگا؟" بہار بھی کچھ الجھی گئی۔
"شہزل کو مناؤ، اسے فون کرو، بلاؤ اس وقت عزت رہ جائے گی، دیر نہ کرو۔" خمار نے کہا۔
"کیوں بھئی..... سر سے اتری مصیبت گلے میں ڈالنے کی کیا ضرورت ہے؟" بہار نے کہا۔
"ٹھیک ہے پھر میں گھر سے جا رہی ہوں، میں تماشا نہیں دیکھ سکتی، بابا کو سنبھالنا۔" خمار نے کہا تو بہار پسیج گئی۔
"او کے..... لیکن وہ مانے گا نہیں....."
"تم بلاؤ اسے..... اس وقت قیامت کو روکو..... میں اعظم انکل کو روکتی ہوں کہ وہ بابا کو نہ بتائیں۔" خمار نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔
"اگر وہ نہ مانا تو....."
"کوشش کرو..... جلدی....." خمار نے کہا۔
"جو ہو گیا اس میں بہتری ہوگی....." بہار پھر ہچکچائی۔
"اوف ہو..... فار گاڈ سیک..... ٹائم ضائع نہ کرو، تیار بھی ہونا ہے۔"
خمار یہ کہہ کر باہر نکلی تو بابا سے ٹکرا گئی۔
"ہاں بھئی..... تیاری پکڑو ٹائم بہت ہو گیا ہے۔" وہ بولے۔
"جی..... جی بابا آپ کو کوئی کام تھا۔" وہ ہکلائی۔
"اعظم خان نے اپنے کمرے میں بلایا ہے۔"
"ک..... کیوں؟"
"اس کی طبیعت خراب ہوگئی ہے، جا کر دیکھتا ہوں۔"
"میں دیکھتی ہوں..... آپ فریش ہوں، بہت تھکے تھکے لگ رہے ہیں۔" خمار نے لاڈ سے کہا۔
"چلو مل کر دیکھتے ہیں۔"
"ارے نہیں..... آپ کمرے میں جائیں، میں دیکھتی ہوں، آپ کا ڈریس ریڈی رکھا ہوگا، تیاری کے ساتھ آیئے گا۔" خمار نے اصرار کیا تو وہ اثبات میں گردن ہلا کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔ خمار نے جلدی سے اعظم انکل کے کمرے کا رخ کیا۔ مگر عنایت بی بی راستے میں آ گئیں۔
"بیٹا..... بہار بیٹی کو تیار کر دیا۔"
"اوہو..... آپ اپنے کام دیکھیں۔" وہ یہ کہہ کر اعظم انکل کے کمرے کے باہر پہنچی، دروازے پر دستک دینے والی تھی کہ اندر سے اعظم انکل کی غصیلی آواز گونجی۔

"شہزل...... تم یہ اچھا نہیں کر رہے، میں ظہیر سے کیسے کہوں گا؟" خمار کا ہاتھ رک گیا۔ اندر اعظم انکل شہزل سے بات کر رہے تھے۔ وہ غالباً آنے سے انکار کر چکا تھا۔

"یا اللہ...... اب کیا ہوگا؟" وہ اندر جانے کی جرأت نہ کر سکی۔ مگر اعظم خان خود کمرے سے باہر نکل آئے۔ وہ بہت پریشان لگ رہے تھے۔

"انکل شہزل......"

"وہ نہیں راضی ہوا...... میں ظہیر سے مل کر خود بھی جانا چاہتا ہوں کیونکہ شہزل نے یہاں سانس لینے پر بھی پابندی لگادی ہے۔"

"اور میرے بابا یہ سب کیسے برداشت کریں گے؟ وہ تو اپنی عزت کو اپنے اسٹیٹس کو لے کر بہت جذباتی ہیں، انکل...... کاش آج آخری دن یہ سب نہ ہوتا، شہزل پہلے ہی انکار کر دیتا۔" خمار نے تقریباً رقت آمیز لہجے میں کہا۔

"شہزل بہار سے بہت محبت کرتا تھا...... اس نے خود بہار کا انتخاب کیا مگر...... بہار نے شہزل کو کبھی پسند نہیں کیا، ہمیشہ اکھڑی اکھڑی رہی، کیا آپ نے نہیں دیکھا؟ اور کوئی ایسی بات تو ہوئی ہے نا کہ وہ ایسے منکر ہو کر چلا گیا حقائق ظہیر کو تسلیم کرنے ہوں گے بہار شاید کہیں اور...... " اعظم خان صاحب کی وضعداری نے مزید کچھ کہنے سے روک دیا۔

"کیا میں شہزل سے بات کروں؟" خمار نے آخری کوشش کی۔

"کوئی فائدہ نہیں، وہ لاہور میں نہیں ہے، اسلام آباد کے ہوٹل میں ہے مجھے جانا ہوگا۔"

"شہزل آپ کی بات تو مان لیتا۔"

"بس یہ وہ بات ہے جس کا میرے پاس اب کوئی جواب ہی نہیں، اور یاد رکھنا کہ پوری دنیا میں اسی بات پر جھگڑا ہے کہ پیڑ کے سائے کو پھل کیوں سمجھا جاتا ہے؟" وہ یہ کہہ کر ظہیر ہمایوں صاحب کے کمرے کی طرف بڑھ گئے اور خمار سر تھام کر کھڑی رہ گئی۔

☆......☆......☆

مالی شمسو بڑے انہماک سے پودوں کی کانٹ چھانٹ کر رہے تھے۔ گھاس پھوس، تنکے خشک پتے الگ جمع کر رہے تھے اور اپنا محبوب مشغلہ جاری رکھے ہوئے تھے۔ ساٹھ سال کی عمر میں بھی ان کی آواز کی توانائی فضا میں پھیل کر ایک خاص اثر پیدا کرتی تھی۔

بھل جان ایہہ سب غم دنیا دے
جنہوں پیار کراں جے اوناں ہوے
بھل جان ایہہ سب غم دنیا دے
ترے پیار کھوئی خوشی میری
چین لب دانہیں اسی کی کریئے
اس کی کریئے......

جگنو چائے کی ٹرے لیے ان کی آواز کے سحر میں کھو گیا۔ خاص قسم کی شاعری، خاص قسم کی کیفیت۔

"اوئے کی ہویا......؟" شمسو چاچا کی نظر پڑی تو وہ بولے۔

"کچھ نہیں...... کیا بات ہے بھل جان ایہہ سب غم دنیا دے، جنہوں پیار کراں جے اوناں ہوے۔" وہ خود بھی ڈوب کر گانے لگا۔

”ہاہاہا.....توں تے آپ کھوگیاجواناں۔“شمسو چاچانے ہنس کر کہا۔ہاتھ دھوئے اور چائے کا کپ ٹرے سے اٹھالیا۔
”چاچا.....ان لفظوں نے میری روح کو چھولیا ہے۔“جگنو نے فرط جذبات سے چور چور لہجے میں کہا۔
”اوئے پتر.....ایسا اس ویلے ہونداا ے جب روح میں کوئی سچائی اتری ہوائپنے دل اور روح نوں ٹٹول۔“شمسو چاچانے چائے کی چسکی لی۔
”چاچادل اور روح کا حال کیا بتائیں.....بس چلا رہے ہیں۔“جگنو نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا۔
”اک گل دس جوان تیرا گھر بار کوئی کنبہ ہے؟“
”بس ایک ہی ہستی ہے ہماری کل کائنات۔“جگنو نے کہا۔
”ادھر بی بی صاحبہ کے پاس ہی رہنا ہے یا.....“
”اگر بی بی صاحبہ ہمیں قبول کرلیں گی تو ساری عمر وفاداری کریں گے۔“جگنو کچھ ذومعنی انداز میں کہہ گیا۔شمسو چاچاچونکے۔
”کی مطلب بی بی صاحبہ.....“
”چاچابی بی صاحبہ کہہ رہی تھیں کہ گرمی بڑھ رہی ہے،موسم بالکل تبدیل ہوگیا ہے،صبح بھی آیا کرو۔“جگنو نے بات کارخ بدل دیا۔
”بی بی صاحبہ کو بہت اچھے مضبوط سہارے کی ضرورت ہے،وچاری کلی رہ گئی اے۔“شمسو چاچانے اس کے دل میں دبی چنگاری کو ہوادی۔
”چاچا.....اللہ بہتری کرے گابی بی صاحبہ کو جگنو صاحب تتی ہوانہیں لگنے دیں گے۔“جگنو نے ایسے انداز میں کہا کہ بزرگ شمسو چاچاخوش ہوگئے۔
”شاوا بھئی شاوا.....اللہ تیری خیر کرے،بس راہ نہ بدلیں۔“
”چل چاچااپنا کام ختم کرکے جاؤ.....ہمیں بھی ضروری کام سے جانا ہے۔“جگنو نے اٹھتے ہوئے کہا اور اندر چلا گیا تھا۔

☆.....☆.....☆

تاج دین بابا کو گیٹ سے اندر آتے ہوئے یہ اطلاع ملی کہ شہزل صاحب کریم بلوا کر کہیں گئے ہیں،ساتھ میں بڑا سا بیگ بھی لے گئے ہیں.....تاج دین بابا کے دل میں کھد بدسی ہونے لگی،عنایت بی بی کو آواز دے کر ایک طرف بلایا۔
”کیا ہوگیا ہے؟ کیوں آوازیں دے رہے تھے۔“عنایت بی بی نے ان کے پاس پہنچ کر اپنے مہندی لگے ہاتھ ان کے سامنے نچاتے ہوئے پوچھا۔
”تو اندر گھسی رہتی ہے کوئی خیر خبر ہوتی ہے کہ نہیں۔“
”کیسی خیر خبر.....تو پھول اور مٹھائی لے آیا ہے۔“عنایت بی بی نے لاعلمی کے سبب الٹا سوال کیا۔
”سب لے آیا ہوں.....تجھے مہندی لگانے سے فرصت ملتی تو اندر کی خبر دیتی،یہ تیری مہندی لگانے کی عمر ہے،تیرا دیاہ ہورہا ہے۔“تاج دین غصے سے بولے۔
”میری بٹیارانی کی منگنی ہے،مجھے تو خوشی ہے۔“وہ بڑے مسرور انداز میں بولیں۔
”تو یہ بتا کہ شہزل صاحب کہاں گئے ہیں؟“انہوں نے آہستہ آواز میں پوچھا۔
”کیا مطلب.....کہاں گئے ہیں.....؟“
”یہی تو پوچھ رہا ہوں،شہزل صاحب کدھر ہیں۔“
”اپنے کمرے میں ہوں گے۔“

"پاگلے وہ باہر سے گاڑی منگا کر بیگ لے کر گئے تھے تجھے یہ بھی پتا نہیں۔" تاج دین بابا نے حیرت اور صدمے سے کہا۔

"ہیں مگر...... دوپہر کو تو تھے کہاں گئے؟"

"یہی تو سوال ہے کہ کہاں گئے ہیں وہ بھی سامان کے ساتھ، گیٹ سے مجھے پتا چلا ہے اور وہ اب تک واپس نہیں آئے ہیں۔" وہ حد درجہ فکر مندی سے بولے۔

"میں دیکھتی ہوں۔" وہ بھی گھبرا گئیں۔

"جلدی دیکھو خان صاحب سے پوچھو...... کہاں گئے ہیں، میاں صاحب کو پتا ہے کہ نہیں...... وقت دیکھو۔" تاج دین بابا نے بہت پریشانی سے کہا تو عنایت بی بی جلدی سے شہزل صاحب کا پتا کرنے ان کے کمرے کی طرف گئیں...... جبکہ تاج دین بابا وہیں کھڑی رہنے کے بجائے، خمار کو ٹی وی لاؤنج میں بے چینی سے ٹہلتا دیکھ کر اس کے پاس آ گئے۔

"بیٹا...... وہ گیٹ والے کہہ رہے ہیں کہ شہزل صاحب......" وہ اٹکے۔

"ٹھیک کہہ رہے ہیں۔" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"کیا مطلب...... وہ کہاں گئے ہیں اور اب تک نہیں آئے، باہر لائٹس جل گئی ہیں۔" تاج دین بابا بولے۔

"یہ سب بابا اور بہار کی ضد کا نتیجہ ہے، میں تو خود بہت پریشان ہوں، ہمت نہیں کہ بابا کو بتا سکوں۔"

"کیا بتانا ہے...... شہزل اور بہار بٹیا کی منگنی ہے، پھر بتانا کیا ہے؟"

"مجھے کچھ نہیں پتا، مجھے وحشت ہو رہی ہے۔" وہ بے بسی سے سر تھام کر رہ گئی۔

"اصل مسئلہ کیا ہے...... بہار بٹیا کہاں ہے؟"

"اپنے کمرے میں بند ہے، اسے معلوم ہے کہ شہزل جا چکا ہے۔" اس نے بتایا۔

"کیوں...... کہاں؟" ان کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ کس سے شہزل کا پوچھیں۔ "خان صاحب تو یہاں موجود ہیں، انہیں کیا پتا ہے ایسے کیسے شہزل صاحب کہیں چلے گئے۔"

"مجھے نہیں پتا، اعظم انکل بابا کے پاس اب گئے ہوئے ہیں مگر......" وہ رودی۔

"میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا...... میں کیا کروں؟ میاں صاحب تو مجھ پر خفا ہوں گے۔" تاج دین بڑبڑاتے ہوئے وہاں سے گئے تو عنایت بی بی بدحواس ہو کر وہیں آ گئیں۔

"شہزل میاں نہیں ہیں۔"

"ہاں جاؤ...... میرا سر درد سے پھٹ رہا ہے۔" خمار چلا اٹھی۔ عنایت بی بی گھبرا کر وہاں سے چلی گئی تھیں۔

☆......☆......☆

خمار ہر طرح کے سنگین حالات کے لیے خود کو تیار کر رہی تھی۔ وقت آگے بڑھ رہا تھا۔ اس کی نگاہیں آسمان پر تھیں اور دل سے دعائیں جاری تھیں۔ بابا کے کمرے سے اعظم خان صاحب اب تک باہر نہیں نکلے تھے۔ وہ بابا کی کیفیت سے لاعلم تھی بس ایک خاص قسم کی گھبراہٹ تھی۔

"یا اللہ...... میرے بابا کی ناموس بچا لو میرے بابا کی عزت محفوظ رکھنا آمین۔" اس کی فقط یہی دعا تھی۔ کوثر اس طرف آئی اسے یوں پریشان حال دیکھ کر کچھ پوچھنا چاہتی تھی کہ اس نے ہاتھ کے اشارے سے منع کر کے واپس بھیج دیا۔ تب ہی ایک ملازم جو گیٹ سے اندر پیغام رسانی کے لیے تھا وہ آ گیا۔

"جی مختار......"

"وہ جی مہمان آئے ہیں، کہاں بٹھانا ہے......" اس نے پوچھا تو وہ تقریباً اچھل پڑی۔

"کون سے مہمان...... کن مہمانوں کو اتنی جلدی تھی؟"

"جی...... تقریب کے مہمان، کہتے ہیں میاں صاحب سے ملنا ہے۔" مختار نے بتایا۔

"اوہو...... تو جہاں لان میں انتظام ہے وہاں بٹھاؤ۔" وہ جھنجلا کر بولی۔

"مگر وہ وہاں نہیں بیٹھ رہے، کہتے ہیں کہ بڑے صاحب کو بلا دو۔" مختار نے کہا۔

"ایسے کون سے مہمان ہیں، نام پوچھ لیتے۔"

"پوچھ کر آتا ہوں۔" مختار پلٹنے والا تھا کہ مہمان خود وہیں آ گئے۔ خمار کو حیرت کا جھٹکا لگا۔ نشید کمال کی ماما اور وہیل چیئر پر ایک صاحب موجود تھے۔ ان کو وہ نہیں جانتی تھی۔

"آپ اور مہمان......" خمار نے بے ساختہ پوچھا۔

"کیوں ہم آپ کے مہمان نہیں ہو سکتے؟" بیگم ذکیہ کمال نے شائستگی سے پوچھا۔

"شاید...... آپ بھول رہی ہیں۔"

"بٹیا...... ہم آپ کے والد صاحب سے ملنا چاہتے ہیں۔" جمال صاحب نے کہا۔

"آپ نے ملاقات کا دن غلط چنا ہے۔" خمار پریشان تو پہلے سے تھی کچھ بختی سے کہہ گئی۔

"آج نہ آتے تو دیر ہو جاتی بیٹا!" بیگم ذکیہ کمال نے کہا۔

"ایکسکیوزمی...... کیا مطلب ہے آپ کا......" خمار نے کچھ تعجب سے پوچھا۔

"خمار...... یہ نشید کے چچا ہیں، اگر بڑے آئے ہیں تو کوئی دوسری وجہ نہیں، ایک ہی گزارش کرنے آئے ہیں۔"

"اور بیٹے اس کے لیے آپ کے والد صاحب سے ملنا ہے۔" جمال صاحب نے خمار کے لہجے میں سرمہری محسوس کر کے کہا۔

"آج...... آج کے دن بابا آپ لوگوں سے نہیں مل سکتے، میں نے کہا نا کہ غلط دن کا انتخاب کیا ہے اور بائی دی وے آپ کو کیوں ملنا ہے...... اپنے آوارہ عاشق مزاج بیٹے کے لیے...... تو آنٹی انکل...... اس کے لیے آپ سے معذرت پلیز آپ تشریف لے جائیں۔" وہ یکسر اجنبی بن گئی اور بہت سخت بول گئی۔

"دیکھو لڑکی...... میرا بیٹا محبت کرتا ہے، آوارہ ہرگز نہیں ہے۔" بیگم ذکیہ کمال کو اس کی بات پسند نہیں آئی تھی۔

"مگر میں آپ کے بیٹے کو اس وقت ڈسکس کرنا نہیں چاہتی۔" وہ کڑے لہجے میں بولی۔

"آپ کے ہاں مہمانوں کو بٹھانے کا رواج نہیں۔" جمال صاحب بولے، کیونکہ اتنی دیر سے بیگم ذکیہ کمال کو اس نے بیٹھنے تک کو نہیں کہا تھا۔

"سوری...... آج موقع نہیں ہے، مجھے تیار ہونا ہے، پھر کبھی سہی۔" وہ روکھے پن کا مظاہرہ کرتے ہوئے بولی۔

"میرے بیٹے کے جذبات سے کیوں کھیل رہی ہو...... یہ سب کرنا تھا تو اسے اپنے پیچھے دیوانہ بنا کے کیوں رکھا؟" بیگم ذکیہ کمال کی آواز میں تیزی اور تلخی نمایاں ہو گئی۔ شاید وہی سن کر یا خود اپنی قمیص کے بازو کے کف لنکس ٹھیک کرتے ہوئے ظہیر ہمایوں وہیں آ گئے اور خمار کی تو جیسے جان نکل گئی۔

"کیا ہو رہا ہے یہاں......؟" وہ کافی سنجیدگی سے بولے۔

"بابا یہ خود بخود آ گئے، میں منع کر رہی ہوں مگر سنتے ہی نہیں۔" خمار نے جلدی سے بتایا۔

"جناب مجھے جمال کہتے ہیں...... یہ میری بھابی صاحبہ ہیں، نشید کمال کی والدہ...... ہم آپ سے ملنے آئے ہیں، ایک گزارش لے کر...... بٹی کو غلط فہمی ہو رہی ہے۔"

"او آئی سی...... تو آپ اس لفنگے کے بڑے ہیں، یہاں کرنے کیا آئے ہیں؟"

"میرا بیٹا لفنگا نہیں کمال گروپس آف کمپنیز کا اکلوتا مالک ہے، آپ بیٹی والے ہیں، بچوں کی پسند سے رشتہ کرنے میں کیا حرج ہے؟"

"پہلی بات تو یہ کہ میرے ہاں تقریب ہے، مہمانوں کے آنے کا وقت ہے، لہٰذا اس وقت میں ماحول خراب نہیں کرسکتا، آپ لوگ جاسکتے ہیں۔" ظہیر ہمایوں صاحب خاصے دھیرے لہجے میں بولے اور پلٹ کر اپنے کمرے کی طرف دیکھنے لگے جہاں اعظم خان موجود تھے۔

"دیکھیں...... آپ کی مہمان نوازی کا تو ہمیں اندازہ ہوگیا ہے کہ آپ نے اور آپ کی بیٹی نے ہمیں اب تک کھڑا رکھا ہے مگر...... ہم کیوں کھڑے ہیں؟ اس کی ایک ہی وجہ ہے ہمارے بیٹے کی خوشی......"

"معاف کیجیے گا...... بٹھانے کا موقع نہیں ہے اور آپ کے بیٹے کی میرے گھر میں کوئی خوشی نہیں ہے آپ لوگ ایسا سوچیں بھی نہیں خمار...... اپنے کمرے میں جاؤ۔" ظہیر ہمایوں صاحب نے خاصی بدتہذیبی کا مظاہرہ کیا۔ بیگم ذکیہ کمال نے جمال کو جلتی آنکھوں سے دیکھا۔

"ہم یہاں دو گھرانوں میں رشتہ قائم کرنے آئے ہیں...... مایوس نہ کریں، ورنہ بعد میں پچھتاوے ہمارے بچوں کا مقدر بنیں گے۔"

"کون سے پچھتاوے...... آپ جاسکتے ہیں، میرے گھر کی تقریب میں بدمزگی پیدا نہ کریں آپ کے بیٹے کی محبت یا عشق میری بیٹی کے لائق نہیں۔" ظہیر ہمایوں صاحب نے گردن اکڑا کر کہا۔

"ہمارا بیٹا بھی گرا پڑا نہیں، اس کی منت سماجت پر یہاں آئے تھے لیکن...... اب افسوس ہو رہا ہے کہ کیوں آئے؟" بیگم ذکیہ کمال نے کافی غصے میں کہا۔

"تو پلیز جایئے اور اپنے بیٹے کو لگام ڈالیں۔" ظہیر ہمایوں نے کہا اور رخ موڑ گئے۔ بیگم ذکیہ کمال نے مزید ایک لمحہ بھی وہاں رکنا پسند نہیں کیا، جمال صاحب کو لیے تیز تیز قدموں سے چلی گئیں۔ ظہیر ہمایوں صاحب نے سکون کا سانس بھرا اور ٹھٹکے...... اعظم خان ان کے پیچھے کھڑے تھے۔ شاید آخری جملے انہوں نے سنے بھی ہوں۔ ظہیر ہمایوں نے مسکرا کر ان کی طرف قدم بڑھائے اور بولے۔

"سوری یار...... میں فضول لوگوں میں پھنس گیا، ہاں تو تم کیا کہہ رہے تھے؟"

دراصل کافی دیر سے اعظم خان ان سے کچھ کہنے کے لیے ان کے کمرے میں تھے، مگر پہلے ظہیر ہمایوں چند اہم مہمانوں کو تقریب میں شرکت کے لیے یاد دہانی کرواتے رہے پھر کوئی شپ منٹ کا مسئلہ تھا وہ اس سلسلے میں بات کرتے رہے اور اب باہر سے آوازیں آئیں تو وہ عجلت میں باہر آگئے۔ مگر تقریب کے حوالے سے مکمل تیاری کے ساتھ آئے تھے۔ اعظم خان بجھے بجھے تھے۔

"ظہیر...... بچوں کی مرضی اور خوشی کے فیصلے ماننے چاہئیں، میں کافی پریشان تھا اور ہوں، جو کہنا چاہ رہا تھا وہ آسان نہیں تھا مگر اب شہزل کا فیصلہ درست لگ رہا ہے۔"

"ہاں...... شہزل بیٹا نظر نہیں آرہا، یہ بچے تیار ہوئے کہ نہیں......" ظہیر ہمایوں صاحب ناسمجھی کے سبب بڑے خوش ہو کر بولے۔

"ظہیر...... میری بات توجہ سے سنو، شہزل جان چکا تھا کہ بہار اس کو پسند نہیں کرتی' بات سچ نکلی' اتنے اچھے لوگوں کو کیوں دھتکارتے ہو...... شہزل جاچکا ہے، بہار سے رشتہ نہیں کرنا چاہتا حالانکہ وہ بہار کو بہت پسند کرتا ہے، مگر بہار کی مرضی مان لو تم بھی......"

"ک...... کیا...... بکے جا رہے ہو؟" ظہیر ہمایوں کو جیسے جھٹکا سا لگا۔

"بک نہیں رہا...... بتا رہا ہوں، معذرت چاہتا ہوں مجھے بھی اجازت دو، میں بہت شرمندہ ہوں، تم بہار بیٹی کی مرضی سے رشتہ کرنا۔"

"اعظم...... یہ سب بکواس ہے نا، باہر انتظامات دیکھے ہیں تم نے، مہمان آنے والے ہیں، میں کیا، کیا کہوں گا سب کو؟ بہار میری بیٹی ہے وہ ایسا کچھ نہیں کہتی میری عزت کا جنازہ نکالنا چاہتے ہو، میری بیٹی کو الزام دے رہے ہو؟" ظہیر ہمایوں غصے میں آپے سے باہر ہو گئے۔

"یہ الزام نہیں ہے، بہار شہزل کو پسند نہیں کرتی، شہزل کا دل ٹوٹا ہے مجھے بہار بیٹی کی خوشی عزیز ہے۔"

"چھوڑو یار...... تم نے میری عزت نیلامی پر لگا دی اور تماشا اس وقت لگایا، جب سب انتظامات مکمل ہو گئے۔" ظہیر ہمایوں کے منہ سے کف اڑ رہا تھا۔

"میں شرمندہ ہوں...... شہزل آج دوپہر میں گیا ہے، اس وقت سے میں ادھیڑ بن میں تھا، اسے ہر طرح سے سمجھایا، مگر وہ نہیں مانا۔"

"اوہو چھوڑو یار...... تم نے تو دشمن سے بڑھ کر وار کیا ہے۔" ظہیر ہمایوں شدت سے چلائے اور باہر نکل گئے۔ اعظم خان سخت ندامت محسوس کر رہے تھے۔

☆......☆......☆

"تاج دین...... تاج دین!" ان کی پکار پر تاج دین دوڑے آئے تھے۔

"تاج دین...... سب تہس نہس کر دو، مہمانوں کو تقریب ملتوی کرنے کے فون کرو، سب لائٹس آف کر دو۔" وہ غم و غصے میں احکامات دے کر گراج کی طرف بڑھے۔ اپنی گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور گاڑی اسٹارٹ کی۔

"میاں صاحب...... میاں صاحب!"

"تاج دین جیسا کہا ہے کر و جاؤ......"

"آپ کہاں جا رہے ہیں؟" تاج دین شدید فکرمندی سے بولے۔

"پتا نہیں......" وہ بولے اور تیزی سے گاڑی نکال کر لے گئے۔

تاج دین نے چنگیز خان کو ان کا پیچھا کرنے کے لیے بھیجا۔ خود پریشانی میں ٹی وی لاؤنج میں بیٹھ کر فون ملانے لگے۔ کیونکہ کسی بھی لمحے مہمان آنا شروع ہو جاتے۔ اعظم خان اپنا سوٹ کیس لے کر نکلے تو تاج دین بابا نے شکوہ کیا۔

"صاحب آپ لوگوں نے ہمارے ساتھ اچھا نہیں کیا۔"

"معاف کرنا تاج دین...... لیکن بہار بیٹی سے پوچھنا ضرور میں حقیقت جان کر جا رہا ہوں...... اپنے صاحب سے کہو کہ بہار بیٹی کی پسند کو عزت دیں فی امان اللہ......" اعظم خان یہ کہہ کر سوٹ کیس کھینچتے ہوئے گیٹ کی طرف چلے گئے۔ گیٹ سے باہر کیپ ان کی منتظر تھی۔ باہر چند مہمانوں کی گاڑیاں پہنچ چکی تھیں، جن میں بیٹھے مہمان سے گارڈز نے تقریب ملتوی ہونے کی بات کی۔ مہمان حیران و پریشان سے لوٹ گئے تھے۔

کہیں دیپ جلے

سمعیہ اقبال

میں تجھ کو چاہ کے کیسے کسی کی چاہ کروں
تجھے نباہ کے کیوں کر کوئی نباہ کروں
تو زندگی ہی نہیں میری بندگی بھی ہے
کسی کو سوچ کے کیسے کوئی گناہ کروں

چاند کی روشنی ہر سو پھیلی تھی۔ پنکھے کی گھوں گھوں کے ساتھ آنے والی ہوا میں تپش نمایاں تھی۔ اماں کے لرزتے ہاتھ میں دوائی پکڑا کر جیسے ہی وہ مڑی اماں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔

''ربیعہ پتر...... خیر سے تو چوبیس کی ہوگئی ہے اب تم اپنا گھر بسانے کی سوچ۔'' یہ بات کرتے ہوئے اماں کی بوڑھی پیشانی پر فکر کی کئی لہریں نمودار ہوئی تھیں۔

''اماں...... میری کل کائنات ابا اور آپ ہیں۔'' یہ کہتے ہوئے ربیعہ کے چہرے پر محبت کی آبشاریں بہہ رہی تھیں۔

''اپنوں کو اپنوں کی فکر نہ ہو تو اور کس کو ہو......'' اماں نے دھیمے لہجے میں کہا۔ ''تمہارے چار بھائی ہیں تمہارے ابا نے سامنے والے گھر کے چار پورشن بنا کر سب کو الگ الگ سیٹ کر دیا ہے' اور خدا کا شکر ہے تمہاری دونوں بہنیں اپنے اپنے گھروں میں پرسکون زندگی گزار رہی ہیں' آتے جاتے مجھے سب بچے نظر آ جاتے ہیں۔'' آخری فقرے میں آنسوؤں کی نمی کو چھپانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے اماں مسکرائی تھیں۔

''ہاں...... میرے چاروں بھائی چھٹی والے دن بھی ادھر آنے سے اس لیے کتراتے ہیں کہ ماں باپ کہیں اپنے دکھوں کا مداوا کرنے کے لیے پیسے نہ مانگ لیں اور ان کی بیویاں تو دعائیں مانگتی ہیں کہ ساس' سسر جلدی سے رخصت ہوں تاکہ زمین کا جو معمولی ٹکڑا انہوں نے اپنی سانسوں کی ڈور کی بقاء کے لیے رکھا ہوا ہے وہ بھی ان کے ہاتھ آ جائے تاکہ اسے فروخت کر کے خوب عیاشی کر سکیں اور ہاں پچھلے دنوں ابا کو درد شکم کی وجہ سے رات بھر تکلیف رہی وہ چیختے چلاتے رہے تب بھی کسی ظالم بیٹے کو احساس نہیں ہوا کہ باپ کے بازو بن کر اس کے تڑپتے ہوئے بدن کو تھام لیں اور ہاسپٹل لے جا کر اپنے خون کا کچھ حق ادا کر سکیں...... اور ماں جب کینسر کی تکلیف کی شدت تیری درد میں ڈوبی ہوئی آہوں کو سسکیوں میں بدلتی ہے تو کہاں ہوتے ہیں تیرے یہ لاڈلے سپوت' جنہیں خون پلا کے تو نے جوان کیا۔'' ربیعہ نا چاہتے ہوئے بھی تلخ ہوگئی تھی۔ ماں کے سفید پڑتے چہرے پر درد کی پرچھائیاں مچل رہی تھیں۔ اس نے کچھ غلط تو نہیں کہا تھا پر وہ اس حقیقت سے نظر چرا کر اس کو اس کے گھر کا کرنا چاہتی تھیں۔ اپنی زندگی میں اس کو اس کے گھر میں دیکھنا چاہتی تھیں۔

"بس کر ربیعہ...... خدا کے لیے بس کر۔" اماں نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کچھ ایسے درد بھرے انداز میں اس کو بولنے سے منع کیا کہ ربیعہ شرمندہ ہوگئی اور ماں کے پاس بیٹھ گئی تھی۔

"معاف کردو ماں...... جب بھائیوں کے گرگٹ کی طرح بدلتے رنگ میرے اندر کے درد کی تاروں کو جھنجھوڑ دیتے ہیں تو میری زبان درد کے اس لاوے کو باہر نکالنے پر مجبور ہوجاتی ہے۔"

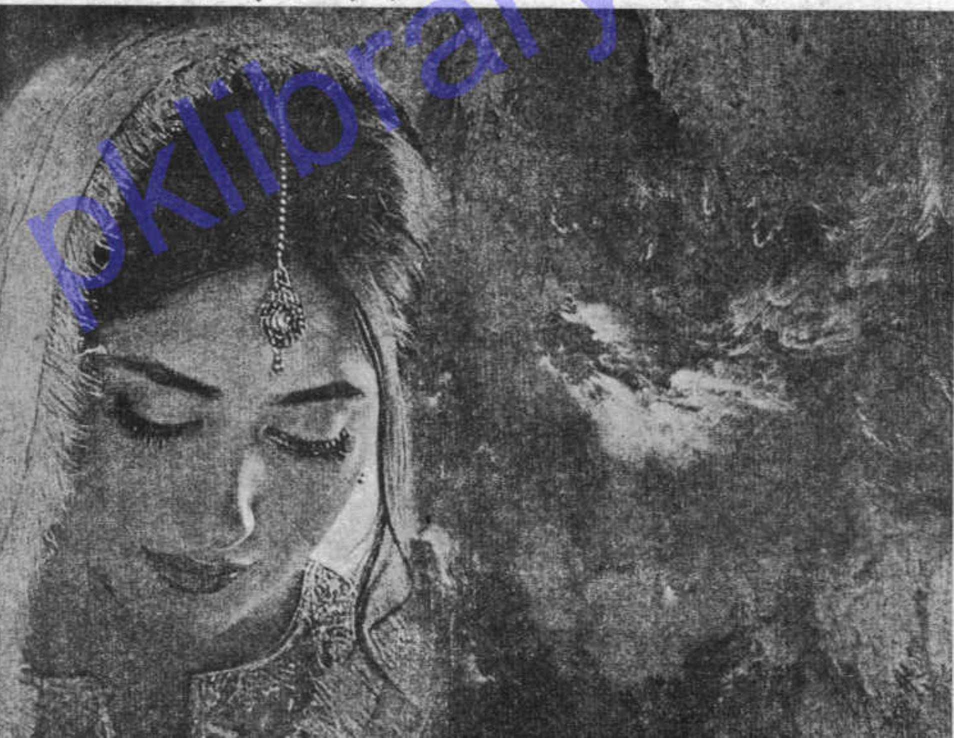
"اچھا بس بہت ہوگئی اب تو شادی کے لیے ہاں کہہ دے۔" انہوں نے اصرار کیا تو وہ آسودگی سے مسکرا دی۔

"ہاں...... شادی تو کرلوں مگر آپ اور ابا کا کیا ہوگا؟" وہ کہہ کر اٹھ گئی تھی پر ماں سوچ میں پڑ گئی تھیں کہ کب تک وہ ان کے لیے اس گھر میں رہے گی اور ان کے بعد اس کا کیا ہوگا۔

......☆☆☆......

صفیہ اماں کے چار بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔ جن کو انہوں نے بہت ناز و نعم سے پالا تھا۔ دیہات میں رہنے کے باوجود سب بہن بھائی روزانہ شہر پڑھنے کے لیے جاتے تھے۔ اماں خود میٹرک پاس تھیں' اس لیے وہ چاہتی تھیں کہ بچے اعلیٰ تعلیم حاصل کریں' اماں کا میکہ بھی پڑھا لکھا تھا اور وہ جہیز میں ایک مربع زمین بھی لائی تھیں۔ جس میں سے ڈھائی ڈھائی ایکڑ بیٹیوں کے نام کرکے باقی بیٹوں کے نام کردی تھی۔ اس پر بھی بیٹوں کو اعتراض تھا مگر اماں کی مداخلت پر انہیں خاموش ہونا پڑا تھا۔ ربیعہ ان کی سب سے چھوٹی اور لاڈلی بیٹی تھی۔ مگر اس کی قربانی بہت بڑی تھی۔ بڑے بھائی کے بچے بھی تقریباً ربیعہ کے ہم عمر تھے۔ جب ربیعہ بیس سال کی ہوئی تو اماں بیمار پڑ گئی تھیں۔

ایسی بیمار ہوئیں کہ چارپائی سے جا لگیں۔ پہلے پہل تو قریب ہی حکیم کو دکھاتے رہے پر جب افاقہ نہیں ہوا تو شہر لے جا کر مکمل چیک اپ کروایا جس سے پتا چلا کہ ان



کو کینسر ہے۔ ربیعہ ان کی خدمت کرنے لگی پر ماں کی خواہش تھی کہ ان کی زندگی میں ربیعہ کی شادی ہوجائے اور وہ سکون سے مرسکیں۔ ربیعہ کو ان کی فکر تھی اس لیے وہ ابھی شادی نہیں کرنا چاہتی تھی۔

......☆☆☆......

خالہ جان کے بار بار اصرار اور پھر اماں کے کہنے پر وہ خالہ جان کے گھر آئی تھی۔ آسمان کو کالے نیلے بادلوں نے گھیر رکھا تھا۔ بادلوں نے ٹھان رکھی تھی کہ آج کھل کر برسیں گے۔ ربیعہ نے اپنی ہتھیلیوں کو کھلے آسمان کے نیچے کیا تو اسی وقت بارش برسنے لگی تھی اور اس کی ہتھیلیاں بھیگ گئی تھیں۔

اب وہ خود بھی کھلے آسمان تلے آ گئی تھی۔ اسے گرمیوں کی بارش بہت پسند تھی لیکن کئی سالوں سے وہ اس طرح بارش میں نہیں بھیگی تھی۔ آج اسے وہی برسات یاد آ رہی تھی جب سالار سے بچھڑنے کے بعد شدید آندھی آئی تھی اور اس کے بعد خوب مینا برسا تھا۔ سالار کی یاد آتے ہی اس کی آنکھوں نے بھی برسانا شروع کردیا تھا۔ برستی بارش اور برستی آنکھوں نے خوب اس کے دامن کو بھگویا' ایسے لگ رہا تھا جیسے وہ کسی ٹرانس میں ہو ایسے میں ایک دم سے خالہ جان نے اسے پکارا تھا۔ وہ ایک دم سے گھبرا گئی۔

''جی خالہ جان......'' اس نے جواب دیا۔

''بیٹا جلدی آؤ...... ہمیں تمہارے گھر کے لیے نکلنا ہے ابھی۔'' خالہ جان کی گھبرائی ہوئی آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی۔

''کیوں......'' اس سے پہلے کہ وہ مزید کوئی سوال کرتی کہ ماں کی طبیعت کا خیال آیا تھا اور وہ گھبرا گئی تھی۔ ''ماں تو ٹھیک ہیں ناں؟''

''آپا ٹھیک ہیں' بس تم چینج کرو...... ہمیں فوراً ڈرائیور کے ساتھ نکلنا ہے......'' خالہ جان نے آرام سے کہا۔ وہ کچھ مطمئن ہوئی مگر دل گھبرا رہا تھا۔ جب گھر پہنچے تو واقعی ایک طوفان اس کا منتظر تھا۔ ربیعہ کے جان سے پیارے ابا جان رات ہارٹ اٹیک کی وجہ سے اس جہان فانی سے اس کوچ کر گئے تھے۔ ربیعہ کے لیے یہ صدمہ برداشت کرنا مشکل تھا' بہنوں نے اسے حوصلہ دیا تھا۔

''دیکھو ربیعہ...... اماں کے لیے خود کو سنبھالو' اگر تمہیں بھی کچھ ہوگیا تو اماں کو کون سنبھالے گا...... اماں تمہیں دیکھ دیکھ کر جیتی ہیں' خدا کے لیے خود کو سنبھالو۔'' اس نے ماں کی طرف دیکھا۔ جو غم سے نڈھال تھیں۔ وہ ان کے قریب آ گئی اور ان کو خود سے لگا لیا تھا۔ زندگی کا ہمسفر ان سے جدا ہوا تھا تو اس کے سر سے بھی تو باپ کا سایہ اٹھ گیا تھا لیکن اس نے خود کو سنبھالا تھا صرف ان کے لیے۔

......☆☆☆......

دن جتنے بھی مشکل اور بھاری ہوں گزر جاتے ہیں۔ وقت نے گزرنا تھا گزرتا چلا گیا۔ دن مہینوں میں ڈھلے اور مہینے سالوں پر محیط ہوتے چلے گئے۔ ابا کو فوت ہوئے بھی چار سال کا قلیل عرصہ گزر گیا۔ ربیعہ کی عمر اٹھائیس سال ہوگئی تھی۔ ماں اب بھی صرف اس کے لیے کینسر جیسے مرض سے لڑ رہی تھیں۔ وہ اپنے ہاتھوں کی لکیروں کو بہت غور سے دیکھ رہی تھی۔ جانے اس کی زندگی میں کیا لکھا تھا اور کتنا سفر باقی تھا اور کب تک دکھ اٹھانے تھے سب بھائی تو اپنی زندگی میں مصروف ہوگئے تھے ابا کے بعد سے تو انہوں نے پلٹ کر دیکھا بھی نہیں تھا' بہنیں کبھی کبھی آجایا کرتی تھیں اور اس کو تسلی دے کر چلی جایا کرتی تھیں۔ وہ اپنی ہی سوچوں میں مگن تھی جب ماں کی نحیف سی آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی تھی۔

''ربیعہ پتر......'' وہ فوراً بھاگ کر ماں کے پاس آئی تھی ان کی اکھڑتی ہوئی سانسیں اور چہرے کی سفیدی' طبیعت کے بگڑنے کا پتا دے رہی تھی وہ الٹے پاؤں باہر بھاگی تھی۔

''بھائی ارسلام...... ارے شان بھائی' جلدی سے

آؤ اماں کی طبیعت خراب ہو رہی ہے۔" وہ صحن میں کھڑی ہو کر بھائیوں کے گھر کی طرف دیکھ کر آواز دینے لگی تھی پر اس کی سننے والا کوئی نہ تھا۔ اس نے ماں کے کمرے کی طرف افسوس سے دیکھا۔ ماں نے دایاں ہاتھ دھیرے سے بلند کیا جیسے اسے کسی کو بلانے سے منع کر رہی ہوں۔ وہ تیزی سے ان کے قریب آئی تھی۔

"وقت کم ہے یاد رکھنا توں سب سے مختلف ہے میں نے اپنے بھتیجے سالار کے لیے تیری آنکھوں میں چمک دیکھی تھی اگر ہو سکے تو اس سے شادی کر لینا کسی کی پرواہ مت کرنا ورنہ تمہاری ساری عمر بھائیوں اور بھابیوں کی ٹھوکروں میں گزر جائے گی...... رب راکھا پتر ا۔" پھر اماں نے آخری سانس لی تھی۔ اماں کی آنکھیں بند ہوتے ہی ربیعہ کی زندگی کے سارے اجالے اندھیرے میں گم ہو گئے تھے۔

☆☆☆

مائیں دلوں کا حال جانتی ہیں اور بیٹیوں کی تو وہ سہیلی ہوتی ہیں اس لیے بھی ان کے بنا کہے ان کے دل کی بات بھی جان جاتی ہیں۔ ماں بھی تو اس کے دل کا حال جان گئی تھیں لیکن ان کو یہ معلوم نہ تھا کہ سالار اپنی ماں کے کہنے پر ایک شہری لڑکی بیاہ لایا تھا۔ وہ سالار کو اس لڑکی کے ساتھ دیکھ کر حیران رہ گئی تھی کتنی جلدی اس نے اس کی بات مان لی تھی۔ کتنے خواب تھے اس کے جو ٹوٹ کر بکھر گئے تھے اور ماں نے یہ بات بہت دیر میں جانی تھی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

"ربیعہ...... میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں اور ہم مل کر اپنے گھر کی ذمہ داری اٹھائیں گے میں تمہیں کھونا نہیں چاہتا ربیعہ...... تم سمجھ رہی ہو نا میری بات۔" سالار نے آس و محبت سے اس کی طرف دیکھا تھا۔

"نہیں سالار...... یہ ممکن نہیں ہے اماں بیمار ہیں اور میں انہیں اس حالت میں چھوڑ کر اپنا گھر کیسے بسا سکتی ہوں...... تمہیں تو بہت مل جائیں گی مگر اماں کی خدمت کے لیے ان کی باقی اولاد میں سے کسی کو تو دینی ہوگی تو

پھر میں ہی کیوں نہیں۔'' اس نے دل پہ پتھر رکھ کر کہا تھا۔'' آج میری ماں میری جنت کو میری ضرورت ہے' خواب تو پھر بھی ان آنکھوں میں بس ہی جائیں گے' ہم سفر تو کوئی بھی بن جائے گا مگر میری ماں مجھے پھر نہیں ملے گی۔'' اس نے سالار کی طرف سے رخ موڑ لیا تھا۔'' تمہیں بھی مل جائیں گی' کسی کو بھی اپنا لینا' محبت کا کیا ہے پھر ہو جائے گی' میں اپنی محبت کو اپنی ماں کے لیے قربان کرتی ہوں۔'' ربیعہ نے نم لہجے میں کہا تھا۔

'' سالار کی جان ایسے مت کرو......'' وہ ربیعہ کے سامنے آگیا۔'' میں تمہیں گھر آنے سے اپنے والدین کی خدمت کرنے سے نہیں روک رہا۔'' وہ اس کو بغور دیکھتا بولا۔'' تم نئی محبت کی بات کرتی ہو' اب کبھی کسی سے محبت نہیں ہو پائے گی' گھر تو بس جاتے ہیں مگر ضروری نہیں کہ بار بار محبت بھی ہو...... محبت صرف ایک سے ہوتی ہے ہزاروں سے نہیں' اب اگر کوئی میری زندگی میں شامل ہو بھی جائے تو کم از کم مجھے اس سے محبت نہیں ہوگی' دیکھو میں پھوپو کو اپنے گھر لے جاؤں گا' ہم دونوں مل کر ان کی خدمت کریں گے۔'' سالار ٹوٹے دل سے بولا۔

'' نہیں سالار...... یہ صرف میری ذمے داری ہے اور مجھے ہی نبھانے دو...... میری ماں کا صرف مجھ پر قرض ہے تم پر نہیں۔'' وہ فوراً بولی۔'' خدا کے لیے اب کچھ مت کہنا کہیں ایسا نہ ہو کہ میں اپنا قرض بھول کر محبت کو اپنا لوں...... میں موم ہی نہ ہو جاؤں' پلیز مجھے آزاد کر دو' اپنی محبت کی قید سے...... پلیز پلیز۔'' وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ وہ شاید بچھڑنے کا موسم تھا اس لیے وہ دونوں جدا ہو گئے تھے اور اس بات کو کتنا عرصہ ہو گیا تھا اس کو اپنی ذمہ داری میں کچھ یاد نہیں رہا تھا۔ حالانکہ سالار نے ہزاروں منتیں اور التجائیں کی تھیں مگر اس کی ناہاں میں نہیں بدلی تھی۔ سالار نے شادی کر لی اور اپنی بیوی کو ماں سے ملوانے لایا تھا۔ ربیعہ نے کافی عرصہ بعد اس کو دیکھا تھا پر بولی کچھ نہیں تھی جب کہ سالار کی آنکھوں میں شکایات تھی جس جو وہ نظر انداز کرتی کمرے سے نکل گئی تھی۔ وہ گزرا وقت یاد کرتی شدت سے رو دی تھی۔

......☆☆☆......

وقت کیسا بھی گزر جاتا ہے۔ وہ بھی جیسے وقت کو گزار رہی تھی۔ صبح اٹھتی نماز پڑھتی اس کے بعد قرآن پڑھ کر اپنے مرحوم والدین کو بخشتی پھر گھر کی صفائی میں لگ جاتی۔ ناشتہ وہ برائے نام ہی کرتی تھی دوپہر کا کھانا بھی کبھی کھایا اور کبھی نہیں کھایا۔ شام میں وہ محلے کے بچوں کو ٹیوشن پڑھاتی تھی تا کہ کچھ تنہائی کم ہو۔ بچوں کے ساتھ اس کا وقت اچھا گزر جاتا تھا۔ بہنوں نے اس کو شادی کر کے گھر بسانے کو کہا تھا پر اس نے توجہ نہیں دی تھی اس لیے انہوں نے بھی دوبارہ نہیں کہا اور ویسے بھی وہ اپنے گھر میں مصروف تھیں اس کو خیال بھی کم ہی آتا تھا اور بھائی سامنے ہونے کے باوجود دور تھے کسی کو اس کا خیال نہیں تھا۔ اس کو بھی اس بات کی پروا نہیں تھی۔

آج صبح سے ہی اس کی طبیعت بوجھل سی تھی کسی کام کو کرنے کا دل نہیں چاہ رہا تھا۔ وہ برآمدے میں بچھے تخت پہ بیٹھی صحن میں پھدکتی چڑیوں کو دیکھ رہی تھی کہ اچانک دروازے پہ دستک ہوئی تھی۔ اس نے بغیر پوچھے ہی دروازہ کھول دیا تھا اور سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر وہ کچھ بول ہی نہیں پائی تھی۔

'' کیوں آئے ہو؟'' کافی دیر بعد اس نے پوچھا تھا۔

'' تمہارے لیے۔'' اس نے خیال نہیں کیا تھا کہ وہ اکیلا ہے یا کوئی اور بھی ساتھ آیا ہے۔ اس نے اس کو اندر آنے کا راستہ دیا تو چونک گئی کہ اس کے ساتھ ممانی جان بھی آئی تھیں۔ وہ فوراً بھائیوں کو بلانے کے لیے بھاگ گئی تھی۔ اب کمرے میں ان دونوں نفوس کے ساتھ اس کے چاروں بھائی بھی موجود تھے۔

'' دیکھو ارسلان بیٹا...... بے شک میں نے سالار کی شادی کی لیکن اس سے پہلے ہم سب کی جو خواہش

تھی وہ تم اچھی طرح جانتے ہو۔ تمہارے ماموں بھی وہ حسرت دل میں لیے رخصت ہوگئے...... لیکن اب ہم وہی خواہش لیے یہاں موجود ہیں' میں ربیعہ کو اپنی بہو بنانا چاہتی ہوں۔'' ممانی جان نے تھوڑے توقف کے بعد اپنی آمد کا مقصد واضح کیا تھا۔ وہ جو کمرے کے دروازے پہ کھڑی تھی ابھی انکار کرنا ہی چاہتی تھی کہ بھائی نے اشارے سے اس کو وہاں سے ہٹایا تھا۔ وہ تلملاتی ہوئی دوسرے کمرے میں آگئی تھی۔

''مگر سالار شادی شدہ ہے...... اب ہم اس کے حق میں یہ فیصلہ کیسے کرسکتے ہیں۔'' ارسلان بھائی پریشانی سے بولے۔

''بالکل ٹھیک کہا تم نے لیکن...... بیلا ایک بڑے گھر کی لڑکی تھی اس کے چونچلے سالار نہیں اٹھا سکتا تھا' اس لیے وہ میکے چلی گئی اور وہیں سے خلع کا نوٹس بھیج دیا' ہمارے لاکھ سمجھانے کے باوجود بھی وہ سالار کے ساتھ رہنے پر رضامند نہیں ہوئی تو عدالت نے بھی کچھ دن پہلے' بیلا کے حق میں فیصلہ دے دیا ہے' وہ اب یہاں سے ہمیشہ کے لیے جاچکی ہے۔'' ممانی جان نے تفصیلاً ساری بات بتادی تھی۔

''اور سالار کیا چاہتا ہے؟'' ارسلان بھائی بولے۔

''اب میں سالار کے لیے ہی تو آئی ہوں' اس کی خواہش اور میں اپنی برسوں کی ذاتی خواہش کی بنا پر آج ربیعہ کا رشتہ سالار کے لیے مانگنے آئی ہوں۔''

''یہ اب ممکن نہیں۔'' شان بھائی بولے۔

''کیوں ممکن نہیں...... پہلے باجی صفیہ کی وجہ سے ہم ربیعہ کو کھو چکے تھے' مگر اب تو اس پر کوئی ذمہ داری نہیں۔'' ممانی جان فوراً بولیں۔

''نہیں یہ فیصلہ تم نہیں کرسکتے یہ فیصلہ ہماری ربیعہ کرے گی' یہ اس کا حق ہے۔'' تیسرا بھائی عمر' ربیعہ کے حق میں بولا۔

''ٹھیک ہے' ربیعہ کو بلالاؤ۔'' بڑے بھائی نے سب سے چھوٹے بھائی سے کہا۔ ربیعہ جھجکتے ہوئے اندر آئی اس کے قدم من من بھر کے ہو رہے تھے۔

''ربیعہ ممانی جان آج تمہارے لیے سالار کا رشتہ لے کر آئی ہیں۔'' بڑے بھائی نے کہا۔ اور بیلا والا معاملہ بھی ربیعہ کے سامنے رکھ دیا۔ ربیعہ نے ایک نظر ممانی جان کو دیکھا اور دوسری نظر سالار پر ڈالی۔ آج بھی اس کی آنکھوں میں اس کے نام کے دیپ جل رہے تھے۔ پھر فوراً نظر جھکالی' سالار کی نظروں کا سامنا کرنا وہ بھی سب کے سامنے اس کے بس کی بات نہیں تھی۔ اسے تو خبر نہ تھی مگر اماں سب جانتی تھیں' اماں' ماموں اور ممانی جان نے سب طے کیا تھا مگر ربیعہ کے سالار کو انکار کے بعد سب کچھ ختم ہوگیا تھا۔ ممانی جان بھی ان دونوں کے تعلق اور پھر انکار کے بارے میں جانتی تھیں اور اماں نے انتقال سے پہلے جانے ارسلام بھائی سے کیا کہا تھا جو وہ سالار کے حق میں تھے۔

''ارسلام بھائی...... آپ میرے بڑے ہیں' جو فیصلہ آپ میرے حق میں کریں گے وہ یقیناً میرے حق میں صرف بہتر ہی نہیں بہترین بھی ہوگا۔'' یہ کہتے ہی وہ کمرے سے نکل گئی تھی۔

''ہمیں یہ رشتہ منظور ہے۔'' بڑے بھائی کے الفاظ اس کے کانوں میں پڑے۔ اسے یقین تھا آج بھائی اس کے حق میں فیصلہ کریں گے۔

اچانک ربیعہ کو یوں محسوس ہوا جیسے صحرا میں گھٹا چھا گئی ہو اور رم جھم پھوار پڑنے لگی ہو۔ محبت کی پھوار نے اس کے وجود کو بھگو کے رکھ دیا...... اس کے دل میں سالار کے لیے کئی دیپ جل اٹھے تھے۔

دل کانچ کا گھر

ام ایمان قاضی

اوروں کے لیے پیار کا جذبہ نہیں، جن میں
وہ لوگ کبھی پیار کے قابل نہیں ہوتے
رکھتے ہیں جو اوروں کے لیے پیار کا جذبہ
وہ لوگ کبھی ٹوٹ کے بکھرا نہیں کرتے

السلام علیکم!
امید اور دعا ہے کہ آپ سب خیریت، امن اور عافیت سے ہوں گے۔
تین ماہ بعد ایک نئے طویل سلسلے وار ناول "دل کانچ کا گھر" کے ساتھ ایک بار پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ امید کرتی ہوں کہ یہ ناول بھی آپ کو پسند آئے گا اور آپ کی امیدوں پر پورا اترے گا۔ میں مشکور ہوں آپ سب کی کہ آپ جس طرح ناول "سانسوں کے اس سفر میں" میرے ساتھ ساتھ رہے۔ چوبیس ماہ کے اس سفر میں آپ سب نے جس محبت، پسندیدگی اور پذیرائی کے اسناد سے ناول کو نوازا وہ میں کبھی بھی فراموش نہیں کر پاؤں گی۔ قارئین کسی بھی لکھاری کے لیے کسی انمول متاع کی حیثیت رکھتے ہیں اور ان کی آرا لکھاری کے لیے کسی خزانے سے کم نہیں ہوتی بلکہ قارئین ہمارے لکھنے کے عمل کو مثبت تحریک بھی دیتے ہیں۔ امید کرتی ہوں کہ "دل کانچ کا گھر" کو بھی آپ اسی محبت اور پذیرائی سے نوازیں گے۔ سب سے بڑھ کر میں شکریہ ادا کرتی ہوں ادارہ آنچل، مدیران واسٹاف کے ساتھ طاہر بھائی کا جن کے تعاون اور اعتماد کی وجہ سے میرے الفاظ آپ تک پہنچتے ہیں۔ آپ سب کی صحت وسلامتی کے لیے دعا گو۔

دعاؤں کی طالبہ
ام ایمان قاضی

☆......☆......☆

"شاہ جہان...... ارے او بھائی شاہجہان...... کیا ہوگیا ہے پیارے؟ بندہ رک کر اگلے کی بات ہی سن لیتا ہے۔" مومن نے تھوڑی دور جا کر بالآخر شاہ جہان کو جا ہی لیا تھا جو بڑی بے نیازی سے اس کی آوازیں سن کر بھی نظر انداز کیے چلا جارہا تھا۔ جواباً شاہ جہان نے نخوت سے اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑا کر کندھوں کو جھٹکا تھا۔ مومن کی آنکھیں مارے افسوس کے پھٹنے کو ہوگئی تھیں۔
"یار اب بتا بھی دو کہ ایسا کیا گناہ ہوگیا مجھ سے کہ ناراض محبوبہ ہی بنے ہوئے ہو مسلسل۔" مومن نے پچکارا جواباً شاہ

جہان نے ایسی زخمی نظروں سے مومن کو دیکھا کہ وہ دل پر ہاتھ رکھ کر تڑپ ہی گیا۔

"یار شاہ جہان...... اب تو مجھے یقین ہو گیا ہے کہ انجانے میں مجھ سے کچھ نہ کچھ ایسا ضرور ہوا ہے جس نے تمہارے نازک دل کو چوٹ پہنچائی ہے...... مگر کیا...... یہ بہت سوچنے پر بھی سمجھ میں نہیں آ رہی...... بتاؤ گے نہیں تو میں ازالہ کیسے کروں گا......؟"

مومن نے شاہ جہان کے کندھے کو کندھا مار کر کہا۔

"مومن بھائی...... آپ کی وجہ سے پرسوں میری نوکری ہاتھ سے جاتے جاتے رہ گئی...... بس اسی دن سے میں نے فیصلہ کر لیا کہ رزق کے دشمنوں کو دور سے ہی سلام۔" شاہ جہان کی بھاری اور قدرے بھدی آواز اور پھر ایسی بات پر مومن کا منہ کھل گیا۔

"میں نے...... میں نے کیا کیا؟ جہاں تک مجھے یاد ہے تمہارے بلیک میلر دماغ نے مجھ سے محض ایک معمولی سی انفو کے بدلے تین سو روپے اینٹھ لیے تھے...... مطلب کسی نہ کسی طرح میں تو تمہارے رزق میں اضافے کا سبب بنا تھا اور وہ تو ایک دن کی بات تھی ایسے موقعے مہینے میں کئی بار اور بعض دفعہ تو دن میں بھی کئی بار آتے ہیں جب تم کسی خبیث بلیک میلر کی طرح بات بات پر مجھ سے پیسے نکلوا لیتے ہو...... پتا نہیں کون سا وہ منحوس لمحہ تھا جب میں نے تمہیں کسی بھی بات بتانے کے بدلے پیسے دینے کی لت لگائی تھی اور خود ہی اس لت کا شکار ہو گیا کہ تم آج سلام کا جواب بھی دیتے ہو تو تمہاری یہ مکار اور عیار آنکھیں مجھ سے پیسوں کا تقاضا کرتی نظر آتی ہیں...... ان چنی منی آنکھوں کی عیاری نظر انداز بھی کر جاؤں تو تم اپنی کالی زبان کو بھی زحمت دینے سے نہیں چوکتے اور سو پچاس کا سوال مار دیتے ہو...... ابھی بھی تم مجھے اپنے رزق کا دشمن کہہ رہے ہو۔"



مومن کی تو صدمے کے مارے بری حالت تھی۔ شاہ جہان بھی اس کی اتنی لمبی اور جذباتی تقریر کے بعد تھوڑا ڈھیلا پڑا تھا۔

"بس مومن بھائی...... مت پوچھیں کہ بڑی بیگم نے اچانک ہی جیبوں کی تلاشی لے لی جیسے ہی کڑکتے تین سو اس میں سے نکلے ان کی زبان کی کڑک نے میرا کمزور دل دہلا دیا۔ وہ تو حیا باجی نے آ کر جان بخشی کرائی میری ورنہ اگلا شٹیپ (اسٹیپ) بڑی بیگم نے اپنی ایڑی والی جوتی کی استعمال کا کرنا تھا اصل بات اگلوانے کے لیے اور اس جوتی کی ایڑی کم بخت اتنا پہننے سے نہیں گھسی جتنا مجھ پر بج بج کر گھس گئی ہے۔" شاہ جہان کو جیسے ہی پرسوں کا غم یاد آیا لہجہ پھر سے ناراض سا ہو گیا۔

"اچھا ناں...... جوان اور بہادر مرد کہاں اتی اتی سی باتوں کو خاطر میں لاتے ہیں۔" مومن نے پچکارا۔

"آپ کو لگے ناں بڑی بیگم کے الٹے ہاتھ کا تھپڑ گال پر اور ایڑی والی جوتی کمر پر تو لگ پتا جاتا ہے۔"

"ٹھیک ہے...... ٹھیک ہے میں نہیں سمجھوں گا اپنے یار کا غم تو اور کون سمجھے گا...... بس میں تو مذاق کر کے تمہارا دل بہلا رہا تھا یہ بتاؤ کہ تمہاری یہ باجی حیا تین دن سے ٹیوشن نہیں آ رہی...... بیمار ویمار تو نہیں ہے یا بڑی بیگم کا کوئی نیا آرڈر......؟" لہجے کو سرسری بنا کر پوچھا۔ جواب میں شاہ جہان نے مشکوک نظروں سے مومن کی طرف دیکھا تھا۔

"ہم اپنی عورتوں کی طرف نظر اٹھانے والے کی آنکھیں نکال لیا کرتے ہیں اور بات کرنے والوں کی زبان کاٹ دیتے ہیں۔"

"چھوڑو یار...... یہ فقرے تمہاری منحنی جسامت پر سوٹ نہیں کر رہے...... دیکھو تو تمہارا چہرہ پیلا پڑ گیا اور جسم کانپنے لگ گیا ان بھاری بھرکم فقروں کے بوجھ سے...... بتادو اور جلدی سے جاؤ پتا ہے آج ایڑی والی جوتی پھر سے تم پر برسنے کو بے قرار ہو......"

"اوف......" شاہ جہان نے سر پر ہاتھ مارا۔

"ایسے ہی نہیں میں آپ کو اپنے رزق اور نوکری کا دشمن کہتا...... میں بل جمع کرانے جا رہا تھا۔" شاہ جہان نے جیب تھپتھپا کر بل کی موجودگی کی تصدیق کرتے قدرے ناراض لہجے میں کہا۔

"ارے یاروں کے ہوتے ہوئے شاہ جہان کو کیا ضرورت ہے ایسے معمولی کام کرنے کی بل مجھے دو اور سمجھو کام ہو گیا بس یہ بتادو کہ تمہاری باجی نے کب آنا ہے ٹیوشن......؟" مومن کا لہجہ خوشامدانہ ہو گیا۔

"آج آئیں گی شاید...... اور یہ لیں بل چار ہزار تینتیس روپے کا ہے...... اب احسان کر رہے ہیں تو پورا ہی کر دیں۔" شاہ جہان بے نیازی سے کہہ کر یہ جا وہ جا...... مومن ہاتھ میں پکڑے بل کو دیکھ کر رہ گیا۔

O......☆O☆......O

وہ خاصے مطمئن انداز میں بیٹھی تھی جب ڈاکٹر حیدر کو اندر آتے دیکھ کر سیدھی ہو بیٹھی تھی۔ جبکہ اسے سامنے دیکھ کر ڈاکٹر حیدر کا چہرہ خوشی سے کھل گیا تھا مگر اسے اپنا اسٹیتھو اسکوپ اور موبائل سنبھالتے دیکھ کر وہ قدرے ناراضی سے بولا تھا۔

"بیٹھیں دعا...... میں اتنا بھی خوفناک نہیں ہوں کہ آپ جہاں مجھے دیکھتی ہیں وہاں سے بھاگنے کے لیے پر تولنے لگتی ہیں جبکہ میری امی مجھے چندے آفتاب چندے ماہتاب کہتی ہیں۔"

آخر میں اس کا لہجہ تھوڑا سا مزاحیہ ہو گیا تھا۔ ڈاکٹر دعا بھی اپنے غیر ارادی عمل پر اندر ہی اندر جھنجلائی تھی کہ کیوں وہ اس کو دیکھ کر اس قدر بوکھلا جاتی ہے۔

"نہیں ڈاکٹر حیدر...... آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے یقیناً...... ایسی کوئی بات نہیں ہے کہ میں آپ کو دیکھ کر بھاگنے کی کرتی

ہوں اُن فیکٹ میں ابھی گھر جانے کا سوچ ہی رہی تھی۔" وہ متانت سے بولی تھی۔

"ڈاکٹر خالد کے ساتھ نائٹ ڈیوٹی تھی آپ کی اور ریسپشن سے پتا چلا کہ دو تین ایمرجنسیز بھی آ گئی تھیں رات...... پھر تو واقعی تھکن ہو گئی ہو گی آپ کو ڈاکٹر خالد کو اسسٹ کرنا آسان نہیں ہے۔" وہ بات بڑھاتے ہوئے بولا تھا۔

"جی ایسا ہی ہے ڈاکٹر حیدر...... لیکن ڈاکٹر خالد سے باقی لوگ جتنا بھی خوف کھاتے ہیں اُن کی نسبت میں تو دعا کرتی ہوں کہ میری زیادہ ڈیوٹیز ڈاکٹر خالد کے ساتھ ہوں کہ وہ اپنی فیلڈ کے جانے مانے ایکسپرٹ ہیں میں ان کے پیشن اور اپنے کام سے محبت سے بہت متاثر ہوں مجھے تو بہت سیکھنے کا موقع مل رہا ہے ان سے۔" وہ توصیفی انداز میں بولی۔

"سو تو ہے...... لیکن کیا ہے کہ جیسے جیسے زمانہ ترقی کر رہا ہے اپنی ویلیوز سے اتنا ہی پیچھے ہٹ رہے ہیں ہم...... ڈاکٹر خالد جیسے بہت کم لوگ ہیں جن کو یاد ہے کہ ان کو اس مقام کے لیے چنا ہی اس لیے گیا ہے کہ وہ انسانیت کی بقا کے لیے جدوجہد کر سکیں اور وہی جذبہ ہر ڈاکٹر میں بھی دیکھنے کے خواہاں ہیں سو جہاں کوئی اپنے پروفیشن میں کنی کتراتا ہے وہ وہیں پکڑ لیتے ہیں...... فی زمانہ ایسے لوگ کم کم ہی ہیں تو شاید اس لیے لوگ ان سے اوائیڈ کرتے ہیں خاص طور پر ڈیوٹی کرتے وقت......"

"اچھا یہ بتائیں کہ ناشتہ منگواؤں آپ کے لیے......؟"

بات کرتے کرتے اس نے جیسے ہی دعا کو اپنا بیگ اٹھا کر کندھوں پر ڈالتے دیکھا چونک کر بولا تھا۔

"تھینکس ڈاکٹر حیدر...... جس دن میری نائٹ ہو اماں اسپیشل ناشتا بنا کر بیٹھی ہوتی ہیں میرے انتظار میں...... میں بس نکل رہی ہوں۔" وہ مروت سے بولی تھی۔

"ارے واہ...... پھر کسی دن ہمیں بھی ناشتا کرائیں اپنی اماں کے ہاتھ کا۔" وہ خوشدلی سے بولا تھا۔

"جی جی ضرور...... اوکے سی یو...... خدا حافظ۔" دعا نے زبردستی کی مسکراہٹ ہونٹوں پر سجا کر اس کو مزید بات کرنے کا موقع دیئے بغیر نکلنے کی کی تھی۔

"محترمہ پھر اصل بات پوچھنے کا موقع دیئے بغیر بھاگ نکلی ہیں چلیں ڈاکٹر دعا دیکھتے ہیں میرے جذبوں کی شدت سے کب تک بھاگ سکیں گی آپ......" دروازے کی جانب دیکھتے دیکھتے وہ سوچ رہا تھا جہاں سے وہ ابھی نکل کر گئی تھی حقیقتاً دروازے کے عین اوپر وال کلاک پر نظر پڑتے ہی اسے زوردار جھٹکا لگا تھا۔

"اوہ گاڈ...... میں ڈیوٹی سے پندرہ منٹ لیٹ ہو گیا......"

اسٹیتھو اسکوپ سنبھال کر وہ دروازے کی طرف لپکا تھا جبکہ گاڑی ڈرائیو کر کے گھر کی جانب رواں دواں ڈاکٹر دعا اس کی گفتگو یاد کر کے خوامخواہ جھنجلا رہی تھی۔

"کیا مصیبت ہے؟ کیوں میں اس بندے سے اتنی فری ہو جاتی ہوں...... بھلا کیا ضرورت ہے مجھے بتانے کی کہ اماں ناشتا بنا کے بیٹھی ہیں اور وہ بھی محترم تیار ہی بیٹھا تھا اماں کے ہاتھ کا ناشتا کرنے کو...... ارے مسٹر! ہماری اماں کے ہاتھ کا ناشتہ کر لیا ناں جس دن...... یاد کرو گے عمر بھر......" آخری بات سوچ کر اس کے لبوں پر ایک بے ساختہ مسکراہٹ آئی تھی۔

O......☆O☆......O

"شفا...... ایک منٹ رک کر میری بات سن لیں پلیز......"

دور سے بھاگ کر آتے ہوئے اس کی سانس پھول گئی تھی۔ حیران سی شفا اس کی طرف مڑی تھی کہ اس نے کبھی یونی کے لڑکوں سے ایسا کوئی تعلق رکھا ہی نہیں تھا کہ وہ اسے یوں بے تکلفی سے آوازیں دیں سو انداز اور چہرے پر نا گواری

کا تاثر در آیا تھا۔
"جی فرمایئے..... آپ نے مجھے بلایا.....؟" انداز میں محسوس کیا جانے والا روکھا پن تھا۔
"جی پوری یونی میں ایک شفا آپ ہی ہیں تو آپ کو ہی بلا رہا تھا....." وہ مسکرا کر بولا تھا۔
"اور گزرے دو سالوں میں آپ کو اتنا اندازہ تو ہو ہی گیا ہوگا کہ میں لڑکوں سے بات کرتی ہوں نا ہی ان کی ایسی بے تکلفی پسند کرتی ہوں کہ وہ ایسے سر راہ میرا نام لے کر مجھے روک دیں....." اس کے سخت لہجے پر ریان بھی سنجیدہ ہو گیا تھا۔
"جی جی بالکل..... میں جانتا ہوں آپ کو بھی، آپ کی نیچر کو بھی..... لیکن پچھلے ایک ہفتہ سے آپ یونی سے گم تھیں..... آج بھی شاید آپ ڈیوز کلیئر کرانے آئی ہیں اور پھر ایگزیم کے بعد آپ سے ملاقات ہو یا نہ ہو..... یہی سوچ کر آپ کو روکا ہے کہ میں نے آپ سے نہایت ضروری بات کرنی ہے۔"
"فرمایئے..... ایسی کون سی ضروری بات ہے؟" اس نے طویل سانس لی تھی۔
"جی بتاتا ہوں لیکن..... کیا مناسب نہیں کہ ہم پانچ منٹ کے لیے کیفے ٹیریا، لائبریری یا یونی میں کسی پرسکون جگہ پر بیٹھ کر بات کرلیں۔" ریان کا لہجہ مہذبانہ تھا۔
"جی پانچ منٹ کسی کیفے ٹیریا میں بیٹھ جاؤں، اور عمر بھر کی کمائی کو ملیامیٹ کردوں جو برسوں کی احتیاط پسندی اور شرافت کے بعد کمائی ہے مگر..... اسے ایک غلط تاثر میں بدلنے کے لیے ایک لڑکے کے ساتھ بیٹھ کر پانچ منٹ بات کرنا ہی کافی ہے۔"
"نا بیٹھیں میرے ساتھ اکیلے مگر..... اتنا بتادیں کہ کیا میں آپ کے گھر اپنا رشتہ لے کر آسکتا ہوں۔ اپنا ایڈریس بھی بتادیں کہ یونی کے ایڈمن آفس سے بہت بار کی کوشش کے بعد بھی میں ایڈریس لینے میں ناکام رہا ہوں۔" وہ عجلت میں بول رہا تھا مبادا شفا بی بی پوری بات سنے بغیر ہی چلی جائے کہ ایسی ہی بے مروت تھی وہ..... جبکہ دوسری طرف شفا کے تاثرات بے حد خونخوار ہو گئے تھے اس کی پوری بات سننے کے بعد۔
"کتنا ارزاں سمجھتے ہیں آپ لڑکیوں کو کہ جان نا پہچان، بیچ سڑک روک کر اپنا رشتہ پیش کردیا۔" وہ بولی نہیں غرائی تھی۔ "مسٹر ریان..... ہر یونی آنے والی لڑکی ویسی نہیں ہوتی جیسی آپ سمجھتے ہیں اور آپ کی نیچر اور کریکٹر کا اندازہ تو اس بات سے ہو گیا کہ آپ ایڈمن آفس سے کسی لڑکی کا ایڈریس لینا چاہ رہے ہیں، مجھے نہ تو آپ میں کوئی دلچسپی ہے نہ ہی آپ کی بات میں..... آئندہ میرا راستہ اس طرح روکا تو نتائج کے ذمہ دار آپ خود ہوں گے۔" وہ باقاعدہ انگلی اٹھا کر تنبیہ کرتی ہوئی بولی تھی۔ جبکہ ریان بے چارگی کے تاثر کے ساتھ اس کو گرجتے دیکھ رہا تھا کہ کیسے اس بدگمان لڑکی کی بدگمانی دور کرے جو اسے اپنی عادات و کردار کے باعث اتنی اچھی لگی تھی کہ اس نے دل میں تہیہ کرلیا تھا کہ وہی اس کی زندگی کی ساتھی بننی چاہیے۔
"ہونہہ..... فضول میں، میں ایک لڑکے کے بارے میں خوش فہمی کا شکار ہو کر اس کی پکار پر رک گئی کہ کلاس کا اچھا اسٹوڈنٹ، ایک معقول فیملی کا فرد ہے تو ہوسکتا ہے اسٹڈیز کے حوالے سے کچھ پوچھنا چاہ رہا ہو..... افسوس کہ پہلی بار ہی کسی مرد کے بارے میں اندازہ لگایا اور پہلی بار ہی وہ غلط نکلا۔" غصے سے بڑبڑاتی وہ مین گیٹ کی طرف بڑھ گئی کہ بیگ میں بجتے سیل فون کی بیل نے اسے بتادیا تھا کہ رکشا اسے لینے کے لیے آچکا ہے۔
ریان اس کو جاتا دیکھ کر سر پر ہاتھ پھیر کر رہ گیا تھا۔

O.....☆O☆.....O

"شاہ جہان.....!"

جیا نے گھر میں داخل ہوتے ہوئے ایک زوردار ہانک لگائی اور خود صوفے پر ڈھے سی گئی تھی۔ شاہ جہان بوتل کے جن کی طرح کچن سے نمودار ہوا تھا۔

"اتنا لمبا نام رکھ دیا تمہارے ماں باپ نے کہ بلاتے وقت گھنٹہ لگتا ہے...... پانی لاؤ' بہت تھک گئی ہوں آج تو......" وہ پاؤں اوپر کیے انہیں ہاتھوں سے دبانے لگی تھی۔

"میں نے کب رکھا ہے جیاباجی اپنا نام...... آپ سب نے ہی مل کر فیصلہ کیا تھا کہ "شاہو" بھی بھلا کوئی نام ہے' کہ بلاتے وقت گڑھی شاہو یاد آجائے یا شاہی میوہ...... شاہ جہان ہی رکھ لیتے ہیں......" پانی لاکر اسے پکڑاتے وہ جتانے والے انداز میں بولا تھا۔

"ہاں بھئی یاد ہے...... ابھی پانچ سال پہلے کی تو بات ہے جب سے تمہارا ساتھ ہماری قسمت میں لکھ دیا گیا تھا' پتا نہیں یہ ہماری آزمائش تھی یا کسی کرم کی سزا...... آخر کو تمہیں برداشت کرنا کسی معرکے سے کم نہیں۔"

"جیاباجی میں اگر چپ رہتا ہوں تو بڑی بیگم کے احسانات ہیں جو میرے منہ پتالے لگائے رکھتے ہیں ورنہ مجھے سمجھ بھی آتی ہے ہر بات اور جواب بھی دے سکتا ہوں میں......" شاہ جہان بڑھک مارنے کے انداز میں سینے پر ہاتھ مار کر بولا تھا۔

"اچھا بھئی شاہ جہان...... میں اس سے زیادہ تمہیں برداشت کرنے کے موڈ میں نہیں ہوں...... اس لیے شکل گم کرو اپنی' میں سونے جارہی ہوں...... کھانا لگ جائے تو اٹھا دینا...... اماں کہاں ہیں......؟"

بے نیازی سے کہہ کروہ جانے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئی تھی۔ دفعتاً ماں کا خیال آنے پر رک گئی تھی۔

"بڑی بیگم کے سر میں درد تھا دوا کھا کر لیٹ گئی تھیں تھوڑی دیر کے لیے...... اور جیاباجی افسوس کی بات ہے کہ میں آپ سب کے حکم سرآنکھوں پر بجالاتا ہوں اور پلک جھپکنے سے پہلے پورے کرتا ہوں اور آپ سے مہینہ بھر ہو چلا ایک درخواست کی تھی......" وہ نروٹھا سا بولا تھا۔

"ایک تو تم اور تمہاری فرمائشیں' کوئی ایک ہو تو بندہ پوری بھی فوراً کردے...... کیا کہا تھا جلدی بولو' میں نے سونا ہے۔" وہ بیزاری سے بولی تھی۔

"وہ...... میں نے کہا تھا......" وہ قدرے شرمایا۔ جیا اس کو بغور دیکھنے لگی تھی۔

"ایک دنیا کے گندے گندے بوتھے سجاتی' سنوارتی ہیں' میں تو آپ کا بھائی ہوں...... کیا ہوا جو ایک آدھ ہاتھ میرے منہ پر بھی مار کر ذرا سی شکل ہی نکال دیں میری...... مطلب فیشل۔" مگر بات مکمل ہونے سے پہلے جیا اس کو گدی سے پکڑ چکی تھی۔

"کم بخت نکھے...... زمین سے اگ تو جاؤ پہلے پھر بوتھا بھی سنوار لینا اپنا اور میں بیوٹیشن ہوں پارلر ہے میرا' حجام کی دکان نہیں جو تم جیسے ٹوٹنکیوں کی شکلیں سنوارتی رہوں...... خبردار جو اوٹ پٹانگ فرمائش پھر سے کی ہو۔" دوسرا ہاتھ اس کی کمر پہ جڑا تھا۔

"آئے ہائے جیاباجی...... ہاتھ ہیں کہ ہتھوڑا۔" وہ چلایا۔

"آہستہ بولو...... اماں اٹھ گئیں تو یہ گردن ابھی مروڑ دوں گی۔" وہ اس کو چھوڑتی ہوئی بولی۔ شاہ جہان جان بچتے ہی اس سے دور جا کر اپنی گردن سہلانے لگا تھا اور کینہ توز نظروں سے اسے دیکھ کر کچھ بڑبڑایا تھا۔

"سنو...... شام کو دو تین کریمیں لے آؤں گی' طریقہ بتاؤں گی خود ہی اپنا بوتھا سنوار لینا' مجھ سے کوئی امید نہ رکھنا۔" اس نے دروازے سے نکلتے نکلتے کہا تھا۔

"جیاباجی زندہ باد......" شاہ جہان خوشی سے ناچنے لگا۔
"مسخرہ نہ ہوتو......" جیابڑبڑاتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی' مگر جاتے جاتے اماں کے کمرے میں جھانک کران کوسوتے ہوئے دیکھتی گئی تھی۔

O......☆O☆......O

"حراآپی...... کب سے ایک بات کہہ رہاہوں۔" وہ حرا کے پیچھے کچن میں چلاآیا تھا۔
"دیکھو مومن...... یہاں لوگ بچیوں کو مجھ پراعتبار کر کے بھیجتے ہیں اس لیے مجھ سے کوئی ایسی ویسی امید مت رکھا کرو' تمہاری فضول خواہشات کے لیے میں اپنی ساکھ داؤ پرنہیں لگاسکتی...... تمہاری دیگر فرمائشیں پوری کرنا اور بات ہے کہ وہ کبھی شرٹ' کبھی پرفیوم' تو تمہاری پسندیدہ چیزوں پر مشتمل ہوتی ہیں کسی لڑکی میں تمہاری انوالمنٹ مجھے بالکل نہیں اچھی لگ رہی۔"
"میں کون سالڑکی کواغوا کررہاہوں آپی...... صرف اتنا کہہ رہاہوں کہ آپ کے پاس پوری اکیڈمی کے بچوں کے سیل نمبرز ہیں' چارپانچ دن سے آپ کی اکیڈمی کی اسٹوڈنٹ بغیر بتائے گم ہے اور آپ ہیں کہ کوئی پرواہ ہی نہیں ہے' میں صرف اتنا چاہ رہاہوں کہ اس کے گھر کال کر کے پتا کرلیں کہ وہ ٹھیک تو ہے...... یا...... یا پھر ایسا بھی تو ہوسکتا ہے......" وہ بات میں ڈرامائی وقفہ لاتا ہوا بولا تھا۔ "کہ اس نے کسی اور اکیڈمی کو جوائن کرلیا ہو۔"
"کوئی بات نہیں ہے' یہ حق ہے اس کا کہ وہ جہاں سٹیس فائی ہو وہاں پڑھے۔" حرا کے لہجے کا اطمینان دیکھنے لائق تھا۔
"ہاں تو اکیڈمی کے کوئی رولز ان ریگولیشنز ہیں کہ نہیں یا جس کا جب دل کرے گا' منہ اٹھا کر کہیں بھی چل دے گا۔"
"اور میں پوچھنا یہ چاہتی ہوں کہ تین اسٹوڈنٹس میں سے سات اسٹوڈنٹس مسلسل غیر حاضر ہیں کچھ دنوں سے' جن میں حیا بھی شامل ہے' تم ان باقی کے بارے میں بات کیوں نہیں کررہے......؟ ایک حیا ہی کیوں؟" حرا آپی چولہا بند کر کے لاؤنج میں چلی آئیں' مومن بھی پیچھے ہی آ گیا تھا۔
"آپ جانتی تو ہیں پھر بھی......" اب کے مومن کے انداز میں ہلکی سی خفگی بھی تھی۔ حرا اس کے اس بچگانہ انداز پر مسکرادی تھیں۔
"دیکھو مومن...... تم بھی جانتے ہو اور میں بھی کہ ماضی میں ہونے والی تلخیوں کے باعث دونوں خاندانوں میں تعلقات نہ ہونے کے برابر ہیں پھر نسرین آنٹی کی نیچر اور خیالات سے بھی اچھی طرح واقف ہونے کے بعد بھی اگر تم حیا کے لیے کچھ خصوصی جذبات رکھتے ہو تو تمہاری بے وقوفی پر ماتم ہی کیا جاسکتا ہے...... مانا کہ حیا بہت اچھی بچی ہے مگر بہت ہی اچھا ہوگا اگر تم بھی اسے اپنی دیگر اسٹوڈنٹس کی طرح ہی ٹریٹ کرو۔"
انہوں نے پیار سے سمجھایا تھا۔
"بہن ہو کر آپ میرا ساتھ نہیں دے رہیں کوئی دوسرا تو خاک ہی دے گا۔" وہ جل کر بولا۔
"بہن ہوں...... اس لیے ہی تو اس راستہ کی اونچ نیچ سے آگاہ کررہی ہوں جس پر تم بیچ راہ کی کٹھنائیوں کا سوچے بنا چل پڑے ہو...... ساتھ میں اس معصوم بچی کو بھی گھسیٹنا چاہ رہے ہو' جانتے ہوئے بھی کہ اس راستے کی کوئی منزل ہی نہیں ہے۔"
"ٹھیک ہے آپ کچھ مت کریں' میں خود ہی کرلوں گا کچھ نہ کچھ۔"
ناراضی سے کہتا وہ اٹھا اور وہاں سے چلا گیا...... حرا آپی پیچھے آوازیں دیتی رہ گئی تھیں۔

O......☆O☆......O

"سوری سر...... میں اس فنکشن میں شریک نہیں ہو پاؤں گی۔"
جیسے ہی عمر نے اپنی بہن کی شادی کا کارڈ صفا کے سامنے رکھ کر بڑی عاجزی سے بارات کے فنکشن میں شریک ہونے کی درخواست کی ساتھ ساتھ سارے اسٹاف کی آمد اور اپنی طرف سے پک اینڈ ڈراپ کی سہولت کا بھی بتایا تو اس نے صاف انکار کردیا تھا۔ عمر کا چمکتا چہرہ ایک لمحے میں بجھ گیا تھا صرف اس کے لیے تو اس نے یہ سب کیا تھا کہ اسٹاف کو انوائیٹ کرنے کے ساتھ ساتھ پک اینڈ ڈراپ کی آفر بھی اسی لیے دی تھی کہ پورے اسٹاف کے ساتھ اس کے شادی میں شرکت کی زیادہ چانسز تھے مگر اس کی خوشی کے غبارے کی ہوا صفا کے فقط ایک جملے نے نکال دی تھی۔
"لیکن کیوں......؟"
اس کے لہجے میں ہلکا سا احتجاج در آیا تھا کمپیوٹر اسکرین پر نظریں دوڑاتی صفا کے ہاتھ ایک لمحہ کو رکے تھے پھر اعداد و شمار کو وہیں فریز کرتی وہ اس کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔
"میرے خیال میں یہ بتانا ضروری نہیں ہے اور مجھے لاسٹ منتھ کی بیمہ اسکیم کا ڈیٹا چاہیے اگر آپ فری ہیں تو پرووائیڈ کردیں نہیں تو میں فرید صاحب سے کہہ دیتی ہوں۔" اسے وہیں جامد کیے کر وہ خود ہی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔
"صفا......" وہ جھنجھلا گیا تھا پر خود پہ ضبط کرتا اس کو بغور دیکھتے بولا۔ "ایسی کون سی برائی میرے اندر دیکھی آپ نے کہ آفس میں تو عجیب سا رویہ روا رکھتی ہی ہیں میرے ساتھ...... میری بہن کی شادی تک میں شریک ہونا گوارا نہیں کررہیں؟" عمر کے انداز میں عجیب سی بے بسی تھی...... صفا نے بے اختیار ایک طویل سانس لی تھی۔
"بخدا ایسا کچھ بھی نہیں ہے عمر سر......" لہجے میں ہلکی سی نرمی در آئی تھی۔ "میری نیچر سمجھ لیں یا تربیت کہ مجھے لوگوں میں زیادہ گھلنے ملنے کی عادت نہیں ہے اور میری اس عادت میں مرد و عورت کی کوئی تخصیص نہیں ہے...... میں آپ سے زیادہ بات نہیں کرتی تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ خدانخواستہ آپ میں کوئی برائی ہے...... میں بس ایسی ہی ہوں جہاں تک بات ہے آپ کی بہن کی شادی میں شرکت کی تو ہمارے گھر کا ماحول اس قسم کا ہے کہ ہمیں ہر قسم کی آزادی و اعتبار تو حاصل ہے لیکن کچھ شرائط کے ساتھ...... ہمیں اجازت نہیں ہے کہیں بھی کسی سے بھی میل جول بڑھانے کی...... اس لیے امید ہے آپ برا نہیں مانیں گے......" اس نے تفصیل بتائی تھی۔ عمر غالباً اس کی بات سے مطمئن ہوگیا تھا اس لیے مزید کچھ نہیں بولا تھا۔
"پھر وہ ڈیٹا آپ مجھے پرووائیڈ کررہے ہیں یا میں فرید صاحب سے کہوں......؟" صفا نے بت بنے کھڑے عمر سے دوبارہ پوچھا۔
"جی میں بھجواتا ہوں...... لیکن ایک بات ضرور کہنا چاہوں گا کہ ہر جگہ پر ہر اصول کو لاگو نہیں کرتے...... کبھی کبھی دوسرے کی خوشی اور احساسات کو بھی مدنظر رکھ لینا چاہیے...... خصوصاً اس وقت جب کسی کو خوشی دینے کے عمل میں آپ کے اصول متاثر نہ ہوں...... آپ کہیں تو میں خود آپ کے گھر والوں سے پرمیشن......"
"ہرگز نہیں عمر صاحب......" صفا نے اس کی بات سختی سے کاٹی تھی۔ "آپ ایسا کچھ بھی کرنے کی کوشش نہیں کریں گے جس سے مجھے اس جاب کو چھوڑنا پڑے۔" کہہ کر وہ رکی نہیں کمرہ ہی چھوڑ گئی تھی۔ عمر اس کی اس بات پر اس کے پیچھے دیکھتا رہ گیا تھا۔

O......☆O☆......O

شام کے کھانے پر بڑی بیگم کے ہاں خوب رونق ہوتی تھی کہ وہ ساری ہی اکھٹی ہوتی تھیں...... دن بھر کے حال احوال ماں کو سناتے ہوئے کھانا کھایا جاتا...... اس کے بعد چائے کا دور چلتا تو اس میں اپنی اپنی مصروفیات لیے ہوئے وہ ماں

کو سنتی بھی تھیں، سناتی بھی تھیں، گھر کے حل طلب مسائل بھی سلجھائے جاتے، دو گھنٹے کا وہ وقت ان سب کے لیے نہایت قیمتی ہوتا تھا...... ہاں کبھی کبھار نائیٹ ڈیوٹی کے باعث دعا موجود نہیں ہوتی تھی، مگر آج اس کی نائٹ نہیں تھی سو وہ بھی دسترخوان پر آ موجود ہوئی تھی۔

"حیا...... بچے کافی دیر سے کچن میں شاہ جہان لگا ہوا ہے تھوڑی ہیلپ ہی کرادو اس کی...... اور کچھ نہیں تو برتن ہی لگادو میز پر۔" دعا نے ٹی وی میں پوری طرح مگن حیا کو پیار سے کہا تھا، حیا جی بھر کر بدمزہ ہوئی تھی۔

"سالن جیا نے بنادیا تھا...... بریانی کا مصالحہ صفا تیار کر کے گئی تھیں...... رائتہ، سلاد میں نے بنایا ہے، تھوڑی دیر پہلے...... اب وہ آپ کا لاڈلہ صرف کھانوں کا ذائقہ چکھ کر ہی نمبر بنانے کے چکر میں ہے۔" حیا نے منہ بنا کر کہا تھا، اسی پل شفا اور صفا بھی چلی آئی تھیں...... دعا ان دونوں کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

"آج تو خوب سوئیں تم......" شفا نے دعا سے کہا۔

"ہم...... بہت تھک گئی تھی، آتے ہی شاور لے کر سوگئی تھی، کھانا کھانے کا بھی ہوش نہیں تھا، اب بھوک سے چوہوں نے پیٹ میں اودھم مچا رکھا ہے۔"

"کھانا لگ گیا ہے باجی...... آجائیں سب۔" شاہ جہان بوتل کے جن کی مانند نمودار ہوا تھا۔

"اماں کہاں ہیں بھئی...... اتنی دیر تو کبھی بھی اپنے کمرے میں نہیں گزارتیں وہ...... طبیعت تو ٹھیک ہے ناں ان کی...... حیا اماں کو بلا کر لے آؤ۔" دعا کی ڈاکٹری رگ جوش میں آئی۔

"میں گئی تھی ایک دو بار ان کے روم میں، سکون سے سوئی ہوئی تھیں، میں نے ان کو جان کر نہیں جگایا کہ مہینوں میں کوئی ایک آدھ بار ہی ایسے سکون سے سوتی ہیں۔" وہ آگے پیچھے دسترخوان تک آئی تھیں۔

"شاہ جہان...... تم نے اپنا کھانا نکال لیا؟" شفا نے بظاہر مودب بنے کھڑے شاہ جہان کو مخاطب کیا۔

"جی باجی......"

"ٹھیک ہے جا کر کھالو کسی چیز کی ضرورت ہوئی تو حیا کچن سے لے آئے گی۔" شفا کے کہنے پر شاہ جہان سر ہلاتا کچن کی طرف مڑ گیا تھا کہ ٹی وی دیکھتے ہوئے کھانا کھانا اس کا بہترین اور پسندیدہ مشغلہ تھا، جس پر اکثر اس کی اور حیا کی تکرار ہوجایا کرتی تھی۔ اسی پل نڈھال اور سرخ آنکھوں کے ساتھ نسرین چلی آئی تھیں، بیٹیاں ماں کی ایسی حالت پر چونک گئیں۔

"کیا ہوا اماں...... طبیعت تو ٹھیک ہے؟" پہلے پہلے دعا نے ہی پوچھا تھا۔

"ہاں ٹھیک ہے، تم لوگ کھانا کھاؤ۔" ان کی آواز تھکی تھکی سی تھی۔ ان کو اندازہ ہوگیا کہ کوئی نہ کوئی بات ہے ضرور، جس نے ان کی ہمہ وقت چاق و چوبند رہنے والی ماں کو ایک دم نڈھال کردیا تھا، کہ عمر بھر زندگی کے ہر مسائل کا مردانہ وار مقابلہ کرتی نسرین کے لیے چھوٹی موٹی باتیں تو اہمیت رکھتی ہی نہ تھیں، مگر وہ ماں کی عادات و فطرت سے واقف تھیں کہ بتانے والی بات ہوئی تو بتادیں گی ورنہ دیگر مسائل کی طرح کسی بھی مسئلے کو ان تک آنے سے پہلے خود ہی حل کرلیں گی...... سو سب ہی کھانے میں مصروف ہوگئی تھیں۔

"حیا...... فریج سے میوؤں والا حلوہ نکال لاؤ بیٹا......" کھانے کے بعد انہوں نے حیا سے کہا تھا وہ سر ہلاتی اٹھ گئی تھیں۔

"ودیعہ کو بڑا پسند تھا میرے ہاتھ کا حلوہ، رات خواب میں دیکھا تھا اس کو...... حلوے کی فرمائش کررہی تھی۔" ان کی آواز بھیگی ہوئی تھی۔ ان سب کے بھی ہاتھ رک گئے تھے اور نظریں بے اختیار سامنے دیوار پر جا ٹکی تھیں جہاں ودیعہ

کی مسکراتی ہوئی تصویر آویزاں تھی۔ ودیعہ ان کے گھر کا وہ زخم تھی جو ہمہ وقت رستا ہی رہتا تھا۔ جس کا مرہم نسرین کے پاس تھا نہ ان کی بیٹیوں کے پاس۔

O......☆O☆......O

آج اسکول سے چھٹی تھی سو نسرین اور اس کی ننھی پریوں کے لیے ہر چھٹی کا دن عید بن جاتا جب سلیم گھر پر نہ ہوتا اور وہ پانچوں ماں کے ساتھ وقت گزارتیں...... ہفتہ بھر کی باتیں سناتیں اماں ان کو ان کی پسند کے کھانے بنا کر کھلاتی کہ باقی کا ہفتہ نسرین اور ان پانچوں کا انتہائی مشکل گزرتا تھا کہ اماں ان کے اسکول کی کینٹین چلاتی تھی سموسے چاٹ دہی بھلے اور پکوڑے نسرین اور بچیاں گھر سے بنا کے جاتی تھیں ودیعہ سولہ سال کی تھی دسویں میں پڑھتی تھی دو سال کے فرق سے دعا آٹھویں میں شفا چھٹی میں جیا چوتھی میں اور حیا ابھی نرسری میں تھی گھر کے ماحول باپ کے نشے کی لت اور ماں کی بے بسی نے بچیوں کو قبل از وقت ادراک و فہم کی ان منازل تک پہنچا دیا تھا جہاں عام حالات میں ایک عمر گزار کر بھی لوگ نہیں پہنچ پاتے۔

ودیعہ نسرین اور سلیم کی پہلوٹھی کی اولاد تھی انتہائی حسین ودیعہ بے حد حساس بھی تھی اور کوشش کرتی تھی کہ ماں کے ساتھ زیادہ سے زیادہ مدد کرا سکے تا کہ چھوٹی بہنوں کی پڑھائی کا حرج نہ ہو یہ اور بات تھی کہ اس کی اپنی پڑھائی متاثر ہوتی تھی۔ انتہائی مصروف دنوں میں ودیعہ نسرین کا دایاں ہاتھ تھی کھانا پکانا صفائی کپڑے دھونا بہنوں کی پڑھائی سب اسی کے ذمے تھا۔ نسرین کا آدھا دن اسکول میں کینٹین چلاتے گزرتا اور باقی آدھا کینٹین کا سامان تیار کرتے۔ ایسے میں اچھی بھلی روٹین میں دو دو تین تین دن بعد سلیم کی گھر آمد نسرین کو مار پیٹ کر اس سے پیسے نکلوانا برتن توڑنا غیر ضروری رعب جمانا اور کبھی کبھار بچیوں کو بھی ایک آدھ تھپڑ لگانا۔ بچیوں کو بری طرح سے سہا دیا کرتا تھا۔

وہ رات ودیعہ کی ماں کے زخمی جسم کو ٹکور کرتے اور نسرین کی سلیم کو بددعائیں دیتے گزرتی تھی ایسے میں اب سلیم کبھی کبھار اپنے نشئی اور جواری دوستوں کو گھر کے کونے میں بنی چھوٹی سی بیٹھک میں بھی لے آیا کرتا تھا جہاں جم کر محفل جمتی اور اس رات نسرین بچیوں کو اپنے ساتھ چمٹائے دروازہ بند کیے بیٹھی رہتی تھی۔

O......☆O☆......O

"ہر ادارے کے کچھ اصول ہوتے ہیں یقیناً یہاں کے بھی ہیں یہ کیا طریقہ ہے کہ چھ چھ سات سات دن آپ لوگ بغیر بتائے گم ہو جائیں پھر آپ کے پیرنٹس ایسا ویسا رزلٹ آنے پر ہم سے جواب طلبی کرتے ہیں اور ہم ہیں بھی جوابدہ لیکن...... اس صورت میں جب آپ پوری طرح اکیڈمی کے رولز کو فالو کریں...... حیا! آپ مجھے آفس میں آ کر ملیں۔" وہ ایف ایس سی کی میتھ کی لڑکیوں سے مخاطب تھا اور اچھی خاصی سختی سے بات کر رہا تھا کچھ ہی دیر میں وہ اس کے مقابل سر جھکائے بیٹھی تھی۔

"یہ کیا طریقہ ہے بغیر بتائے گھر بیٹھ جانے کا...... تمہارے پاس کوئی موبائل ہے نا ہی تم سے رابطے کا کوئی ذریعہ سوائے اس آثار قدیمہ کی روح شاہ جہان کے جو صرف تمہاری خیریت بتانے کے چکر میں میری آدھی سیلری لے اڑتا ہے کم بخت......" مومن نے تصور میں جیسے شاہ جہان کو کچا چبایا تھا حیا نے اپنی مسکراہٹ دبائی تھی۔

"ہنس لو...... خوب ہنس لو اور اڑا لو میری بے بسی کا مذاق۔" اس کی ہنسی دیکھ کر وہ چڑ کر بولا تھا۔

"اب بتا بھی دو کہ کیا ہو گیا تھا...... کیوں کیں اتنی چھٹیاں؟"

"آپ کو تو پتا ہے سر...... میرا دل نہیں کرتا پڑھنے کو نا یہ خشک اور بورنگ بکس پڑھی جاتی ہیں مجھ سے...... آج کی ٹیسٹنگ اسٹارٹ ہے اور جب مجھے کچھ یاد ہی نہیں ہوتا تو ٹیسٹ کیا خاک دوں گی......" اس کے بے زاری سے کہنے

پر مومن نے سر پکڑ لیا تھا۔

"یا میرے خدایا...... ایک بہن ڈاکٹر ایک یونی کی گولڈ میڈلسٹ ایک لٹریچر میں ڈگری ہولڈر ساتھ میں معاشی ترقی کی راہ پر گامزن معاشرے کا فخر بہترین خواتین اور انہی قابل فخر خواتین بہنوں کی لاڈلی ایف ایس سی میں ہی لڑکھڑا رہی ہے آگے کی تو کیا ہی منازل طے کریں گی......؟" وہ طنزاً بولا تھا جس کا حیا نے اچھا خاصا برا منایا تھا۔

"اس میں کون سی بری بات ہے یا اعتراض والی بات ہے لازمی نہیں کہ ہر انسان کا انٹرسٹ ہر چیز میں ایک جیسا ہو اب میں ایسے ایسے آئیڈیاز سوچ لیتی ہوں مختلف ڈشز بنانے کے جو ابھی دنیا میں دریافت بھی نہیں ہوئے جبکہ میری کوالیفائیڈ بہنیں مارے باندھے کچن میں جاتی ہیں دو مہینے مجھ پر دنیا کی بہترین شیف بننے کا بھوت سوار ہوتا ہے تو اگلے دو ماہ میرا دل کرتا ہے میں پینٹنگ کی دنیا میں نام بناؤں پھر اگلے......"

"بس...... بس...... بس پھر شیخ چلی کے سر سے انڈوں کا ٹوکرا اور سارے انڈے ٹوٹ گئے۔" اس کے مذاق پر وہ غصے سے کھڑی ہو گئی تھی۔

"ارے...... ارے میں مذاق کر رہا تھا بھئی بیٹھو۔" مومن گھبرا کر بولا تھا۔ حیا احسان کرنے والے انداز میں دوبارہ بیٹھ گئی تھی۔

"بہت اچھے شوق ہیں تمہارے لیکن...... انسان اپنے کسی بھی شوق کو تعلیم پر حاوی نہ کرے تو بہت اچھا ہو مجھے یہ بتاؤ کہ کون سا سبجیکٹ زیادہ مشکل لگتا ہے میں ایکسٹرا کلاس کا ارینج کروں تمہارے لیے......"

"سب ہی برے ہیں۔" اس کے جھٹ سے کہنے پر مومن سر پر ہاتھ پھیر کر رہ گیا تھا۔ اسی پل حرا آفس میں داخل ہوئی تھیں۔

"مومن نیکسٹ پیریڈ اسٹارٹ ہوئے دو منٹ ہو چکے ہیں۔" انہوں نے آتے ہی کہا تھا۔

"اور بیٹے آپ...... خیریت تو تھی...... اتنے دن غائب رہیں آپ؟"

حیا جو اس کو دیکھ کر کھڑی ہو گئی تھی اس کو ہاتھ سے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے وہ مومن کی چھوڑی ہوئی سیٹ پر آ بیٹھی تھیں۔

"حیا...... جانے سے پہلے مجھ سے میتھ کے نوٹس لیتی جائیں......"

مومن نے جاتے جاتے کہا تھا حیا جی سر کہہ کر حرا کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔

O......☆O☆......O

"بیٹھو تم ادھر...... مجھے بات کرنی ہے تم سے، بہت ضروری......"

حرا آپی نے اکیڈمی کے آفس میں موبائل اور بائیک کی چابیاں سنبھالتے مومن کو جا لیا تھا۔

"جی کہیں...... لیکن ذرا جلدی...... وہاں آپ کی والدہ محترمہ انتظار میں بیٹھی ہیں کالز پر کالز کیے جا رہی ہیں۔" وہ عجلت میں بولا تھا۔

"کیوں...... خیریت تو ہے...... اماں کو کیا ضروری کام یاد آ گیا ہے؟"

حرا چونکی تھیں۔

"کوئی مہمان آئے بیٹھے ہیں گوشت اور دیگر سامان لانے کا کہہ رہی ہیں خیر آپ بتائیں کیا کہہ رہی تھیں؟"

"چلو پھر تم بیٹھو میں صفدر کو اماں کے پاس بھیج رہی ہوں وہ ان کو جو جو سامان منگوانا ہے لا دیتا ہے پھر آ کر بات کرتی ہوں۔" حرا کہہ کر رکی نہیں تھیں چلی گئی تھیں پھر چند منٹ بعد آئیں تو مومن موبائل پر کسی سے بات کر رہا تھا حرا کو دیکھ کر

کال مختصر کی تھی پھر ان کی طرف متوجہ ہوا تھا۔
''کب تک چلے گا یہ سلسلہ؟'' حرا نے بات شروع کی۔
''کون سا......؟'' مومن انجان بن کر بولا تھا۔
''اتنے معصوم بنو جتنا معصومیت کا بوجھ سہار سکو...... حیا کی بات کر رہی ہوں۔'' وہ جل کر بولی تھیں۔ ''جانتے ہو ناں بڑی بیگم کو کہ کیسی زندگی گزاری ہے انہوں نے اور اب وہ ہر رشتے اور ہر تعلق کو اسی تناظر میں دیکھتی ہیں' کتنی خوب صورت اور پڑھی لکھی ہیں ان کی بیٹیاں' لیکن انہوں نے ایک فیصلہ کیا تھا کہ وہ اپنی بیٹیوں کی شادی کبھی نہیں کریں گی کہ اس فیصلے کے پیش نظر ان کی اپنی زندگی اور پھر ودیعہ کے ساتھ ہونے والا حادثہ تھا' مگر ان کی بچیاں اسی نظریے کو ذہن میں رکھ کر بڑی ہوئی ہیں...... کیسے کیسے لوگوں نے جوتیاں نہیں گھسائیں بڑی بیگم کی دہلیز پر...... ان کا حشر تمہارے سامنے ہے' اب تم جو حیا کی آس لگا کر بیٹھے ہو تو کس امید پر...... جانتے بھی ہو کہ ہمارا تعلق بڑی بیگم کے سسرالی فیملی سے ہے' کسی دوسرے کے بارے میں شاید وہ سوچ بھی لیتیں' کم از کم تمہیں وہ کبھی بھی اپنی دامادی کا شرف نہیں بخشیں گی...... اس لیے نہ اپنی زندگی خراب کرو نہ اس بچی کی...... جہاں اماں کہتی ہیں چپ چاپ شادی کے لیے ہاں کردو۔'' حرا نے تفصیل سے بات کی تھی جسے مومن نے بغیر کسی تاثر کے خاموشی سے سنا تھا کہ ان بہن بھائیوں کے درمیان یہ بات چیت پہلی بار نہیں ہو رہی تھی۔
''اب میں کچھ کہہ سکتا ہوں......؟''
''ہاں بولو...... لیکن غیر ضروری توجیحات مت پیش کرنا۔'' حرا سنجیدہ تھیں۔
''پہلے پہلے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ شخص دنیا کا سب سے بڑا بے وقوف ہے جو جنگ میں ہار جانے کے خوف سے جنگ لڑے بغیر ہی ہتھیار ڈال دیتا ہے۔''
''یہ جنگ نہیں ہے بے وقوف...... زندگی ہے زندگی۔'' وہ جیسے اس کی عقل پر ماتم کرتے ہوئے بولی تھیں۔
''دوسرا میں آخری سانس تک کوشش کرنے والوں میں سے ہوں۔'' وہ حرا کی بات کو نظر انداز کرتا ہوا بولا تھا۔ ''میں خود ملوں گا بڑی بیگم سے' ان کی ہر شرط ماننے کے لیے تیار ہوں' پھر ان کے انکار کا کوئی ٹھوس جواز مانگوں گا...... حیا اپنی اماں اور بہنوں کے زیر اثر تو ہے لیکن کچھ معاملات میں اس کے خیالات ان سے جدا ہیں' وہ بھی سمجھتی ہے کہ زندگی گزارنے کا ایک فارمولا ہر انسان پر لاگو کرنا عقلمندی نہیں ہے' لازمی نہیں کہ جو کچھ بڑی بیگم یا ودیعہ کے ساتھ ہوا' وہ ان سب کے ساتھ بھی ہو وہ بھی اس صورت جب وہ سب خود مختار بھی ہیں۔''
''ہونہہ...... میں جاؤں گا بڑی بیگم کے پاس؟'' حرا اس کی نقل اتار کر بولی تھیں۔ ''رشتے کے لیے آنے والوں کو تو وہ دروازے سے ہی داخل نہیں ہونے دیتیں' خدارا اس چکر میں نہ خود پڑو' نہ ہمیں پڑنے دو......'' وہ عاجز آ کر بولی تھیں۔
''اچھا...... پھر بات کریں گے آپی' ابھی تو میں نے ایک دوست سے ملنے جانا ہے۔'' وہ اس بات کو ایک بار پھر ادھورا چھوڑ کر کھڑا ہو گیا تھا' حرا اسے بے بسی سے دیکھ کر رہ گئی تھیں۔

O......☆O☆......O

''منگنی......؟'' ڈاکٹر حیدر حیران ہی تو رہ گیا تھا۔
''ہاں اس میں اتنا حیران ہونے والی کون سی بات ہے' ڈاکٹر دعا کی منگنی کو چھ ماہ ہوئے ہیں' ان کا فیانسی امریکہ میں ہوتا ہے' وہ بھی ڈاکٹر ہے' اسپشلائزیشن کے لیے گیا ہوا ہے دو سال کے لیے......'' ڈاکٹر فاریہ جو کہ ڈاکٹر دعا کی دوست بھی تھی تفصیل بتا رہی تھی' اس نے اپنی دھن میں ڈاکٹر حیدر کے دھواں دھواں ہوتے چہرے کو نہیں دیکھا تھا' جس نے کبھی آخری

سوچ کے طور پر بھی نہیں سوچا تھا کہ جس لڑکی کو وہ دیکھتے ہی دل دے بیٹھا تھا اور جب سے وہ آئی تھی وہ اس سے اپنے دل کی بات کرنے کے بہانے سوچ رہا تھا وہ منگنی شدہ بھی ہوسکتی تھی حالانکہ نہ تو ان کے درمیان محبت کا کوئی لمبا چوڑا سلسلہ چلا تھا نہ ہی اس کے دعا کے لیے جذبات کو زیادہ عرصہ گزرا تھا..... ابھی تو وہ اپنے جذبات خود ہی سمجھنے کی کوشش میں تھا کہ آیا وہ وقتی پسندیدگی ہے یا کچھ اور کہ آج ڈاکٹر فاریہ کی زبانی اسے ڈاکٹر دعا کی منگنی کی خبر نے جیسے ہلا کر رکھ دیا تھا اسے لگا ڈیوٹی روم جہاں وہ اس وقت موجود تھا میں آکسیجن کم ہوگئی تھی سینے میں گھٹن کے بڑھتے احساس نے اسے جتادیا کہ دعا کے لیے دل میں موجود وہ جذبات وقتی پسندیدگی نہیں تھی واقعی کچھ اور ہی تھا یا پھر انسان اس چیز یا انسان کی طلب کو زیادہ محسوس کرتا ہے جس سے محروم کردیا جائے اس بات کا صحیح انداز ہ تو آنے والا وقت ہی لگا سکتا تھا۔

O.....☆O☆.....O

''کیا ہوگیا..... تیرا موڈ مجھے کچھ ٹھیک نہیں لگ رہا..... تھک گیا ہے یا اکلوتی بہن کی رخصتی کی ٹینشن میں ہے.....؟''

مومن نے عمر کے کندھے پر ہاتھ رکھا جو بارات کے فنکشن میں اسے کچھ غیر حاضر اور غائب دماغ سا لگ رہا تھا۔

''نہیں..... بس تھک گیا ہوں تھوڑا سا۔'' عمر نے بجھے بجھے سے لہجے میں جواب دیا اسی پل عمر کے آفس کا اسٹاف آیا تھا اس کو دیکھ کر عمر کا بجائے خوش ہونے کے بجھ جانا مومن نے خاص طور پر نوٹ کیا تھا اسے یہ بھی پتا تھا کہ عمر اپنے آفس میں کسی لڑکی کو پسند کرتا ہے عمر نے مومن کو بھی اپنے اسٹاف سے ملوایا تھا جن میں چار مرد اور دو لڑکیاں شامل تھیں۔

''ان میں سے وہ کون ہے؟'' جیسے ہی عمر اپنے اسٹاف کو ٹیبل تک پہنچا کر واپس آیا اس نے سرگوشی میں پوچھا تھا۔

''نہیں آئی.....'' عمر نے طویل سانس لیتے ہوئے پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے تھے۔

''پتا نہیں مومن..... میں تو آج تک اس کا رویہ ہی نہیں سمجھ پایا کہ خصوصی میرے ساتھ ایسا ہے یا سب کے ساتھ..... مجھے تو لگتا ہے کہ میرے جذبوں کی بھنک اس کو لگ گئی ہے تب ہی تو مجھے دیکھ کر اس کا رویہ عجیب سا ہوجاتا ہے..... خود پر کئی طرح کے بند باندھنے کی کوشش میں ہے وہ ایسا کیوں کررہی ہے؟ یہی نہیں جان پایا ہوں میں اب تک.....؟'' وہ سوچ سوچ کر بول رہا تھا۔

''فکر مت کر یار..... میں تو زندگی کو جس حد تک سمجھ پایا ہوں وہ یہ ہے کہ آسانی سے ملنے والی چیز کی قدر ہوتی ہے نہ ہی انسان کی..... جو انسان ہمیں جتنے جوکھم سے ملتا ہے اس کی قدر بھی اتنی ہوتی ہے سو تو اور میں مستقبل میں بڑے قدر دان ثابت ہونے والے ہیں اپنی اپنی بیویوں کے۔'' مومن نے بات کو اپنے مزاج کے مطابق ہلکے پھلکے انداز میں پیش کیا تھا۔

''تو بیوی تک پہنچ گیا اور یہاں ابھی تک بات چیت کا کوئی سلسلہ نہیں ہے۔'' عمر مایوسی سے بولا تھا۔

''ارے شیر بن شیر..... کوشش اور دعا کا راستہ اپنا..... اس میں کامیابی ہے اسی میں سکون..... چل پہلے کھانے کو دیکھ لیں پھر دیکھتے ہیں کہ کیا کرسکتے ہیں.....'' مومن نے اسے اداسی کے اس موڈ سے نکالنے کی کوشش کی تھی۔ عمر نے سر ہلایا تھا پھر دونوں کھانے کے انتظامات دیکھنے دوسری طرف چلے گئے تھے۔

O.....☆O☆.....O

بڑی بیگم نے کس کے دعا کو پکڑ رکھا تھا اور زبردستی اس کے سر کی پالش کررہی تھیں..... صفا وہیں صوفے پر ٹانگیں لمبی کیے اوپر لیپ ٹاپ رکھے آفس کے کام میں بری طرح سے مصروف تھی کہ اس منظر کا حصہ ہوتے ہوئے بھی حصہ نہیں تھی۔ شفا صفا کے پاس ہی نیچے کارپٹ پر کتاب کور تالگانے میں مصروف تھی کہ کل اس کا وائیوا تھا۔ جبکہ جیا ابھی ابھی اس منظر کا حصہ بنی تھی کہ اس گھر میں ہی ایک الگ پورشن میں اس کا چلتا ہوا پارلر تھا پانچ چھ لڑکیاں اس کے پاس کام کرتی تھیں

مزید تین سے چار گھنٹے وہ پارلر میں ٹریننگ کلاس بھی لیتی تھی...... درمیان میں گھر کا جب دل کرتا چکر لگالیا کرتی تھی کہ پارلر کا ایک دروازہ لاؤنج میں ہی کھلتا تھا۔

''شاہ جہان...... پہلے پانی لاؤ اور پھر چائے جلدی...... آج بہت بزی رہنا ہے میں نے چار پانچ برائیڈلز کی اپائنمنٹ ایک ہی ٹائم پر ہے۔''

جیا نے اونچی آواز لگائی تھی اور گرنے والے انداز میں صوفے پر ڈھے گئی تھی' بڑی بیگم نے غنودگی میں جاتی دعا کا سر آہستہ سے صوفے پر رکھا اور بجلی کی تیزی سے جیا کے پیچھے آن کھڑی ہوئیں۔

''اماں پلیز...... سانس لینے کی بھی فرصت نہیں ہے اس وقت مجھے......'' تیل والی بوتل کا ڈھکن کھلتے اور ماں کو اپنے پیچھے دیکھ کر جیا چیخی۔

''ایک تو یہ چیخ کر بات مت کیا کرو جیا...... میرا پیپر ہے کل۔'' شفا کتاب پر جھکے جھکے ناگواری سے بولی۔ دعا بھی جو غنودگی میں جارہی تھی سر جھٹک کر سیدھی ہوئی۔ بڑی بیگم نے جیا کی چیخ وپکار کو خاطر میں لائے بغیر اس کو قابو میں کر رکھا تھا۔

''غضب خدا کا...... لوگوں کی شکلیں سنوارتے سنوارتے اپنی حالت دیکھو ذرا...... رنگ کیسا سنولا گیا ہے اور بال' ان بالوں پر میری سالوں کی محنت اور دیکھ بھال خرچ ہوئی ہے' ایسے ضائع نہیں ہونے دوں گی...... خبردار جو شور مچایا ہو' نہیں تو بھگا دینا ہے میں نے تمہاری دلہنوں کو بھی۔'' بڑی بیگم کی دھمکی پر جیا دبک کر بیٹھ گئی' تاہم موڈ خراب ہی تھا' شاہ جہان نے پانی اور چائے اکٹھی لاکر رکھی تھی۔

''رکو ایک منٹ...... فریج میں سے فالسے کا شربت نکال کردو اس کو...... اسی چائے نے سب کے رنگ کا ناس مار دیا ہے۔ چائے نہ ہوگئی آکسیجن ہوگئی...... ہر وقت چائے...... ہر وقت چائے۔''

''اماں......'' جیا کراہی' شاہ جہان اس کی حالت سے حظ لیتا ہوا چائے اٹھا کر واپس مڑ گیا تھا۔

''جانے سے پہلے پی لینا چائے بھی...... لیکن پہلے شربت' یہ تاثیر میں......'' بڑی بیگم جیا کے سر کا مساج کرتے ہوئے اب آہستہ آہستہ اس کو شربت کی افادیت پر لیکچر دے رہی تھیں۔

''حیا......'' اس پل دعا کی دھاڑ نما پکار پر شفا نے ٹھک سے اپنی کتاب بند کی' صفا نے بھی ناگواری سے دعا کو دیکھا تھا جو اپنے نام کی ڈاک کھول کر اس پر جیسے جیسے نظر دوڑا رہی تھی' منہ کے زاویے بگڑتے جارہے تھے۔

''کیا ہے......؟ ایسے بلاتی ہیں جیسے عدالت میں مجرم کو بلایا جاتا ہے' اپنی وارڈ روب سیٹ کررہی تھی۔''

''وارڈ روب کی کچھ لگتی یہ اس ماہ کا رپورٹ کارڈ ہے تمہارے انسٹیٹیوٹ کی طرف سے' غضب خدا کا ایک مہینے میں سات چھوٹیاں اور جو چار ٹیسٹ دیئے ان میں پرفارمنس اتنی لوئر......'' دعا میں اس پل جیسے کوئی خونخوار روح گھس گئی تھی۔

''وہ دعا آپی......!'' حیا ہکلائی۔

''سو مچ ڈس اپائنٹنگ حیا...... کیا ہے یہ؟'' صفا بھی لیپ ٹاپ کو بھول کر میدان میں آئی' شفا کے بھی تاثرات دونوں بہنوں جیسے ہی تھے۔

''اماں......'' حیا نے روہانسی ہوکر بڑی بیگم کو مدد کے لیے پکارا۔

''ٹیسٹ تمہارے ہیں یا اماں کے......؟'' شفا ڈپٹ کر بولی تھی۔

''میں نے بتایا تھا اماں کو۔'' وہ منمنائی۔

''کیا بتایا تھا اماں کو...... اور اماں کا کیا تعلق تمہاری اسٹڈیز سے؟'' دعا اس کارپورٹ کارڈ لہرا کر بولی۔

"بھئی بات دراصل یہ ہے کہ حیا کہتی ہے اسے نہیں کچھ سمجھ آ رہی پڑھائی کی..... وہ ان کتابوں کو دیکھتی ہے تو اس کو نیند آنے لگتی ہے اور پڑھنے بیٹھتی ہے تو سر درد شروع ہو جاتا ہے۔" بڑی بیگم تیل والی بوتل بند کر کے صوفے پر آ بیٹھی تھیں..... حیا کو بھی ہاتھ پکڑ کر ساتھ بٹھالیا' وہ تو جیسے اسی کمک کو ہی ڈھونڈ رہی تھی' فوراً ہی مظلوم بن کر ماں کے کندھے پر سر رکھ لیا..... جبکہ حیا کے علاوہ ان تینوں کے چہرے پر ناگواری اور غصے کے ملے جلے تاثرات تھے۔

"اماں..... مجھے کیوں لگ رہا ہے کہ آپ اس کو جان بوجھ کر غلط قسم کی فیور دے رہی ہیں.....؟" دعا کا بس نہیں چل رہا تھا حیا کو پکڑ کر دو تھپڑ ہی رسید کر دے۔

"بھئی تم لوگوں کو شوق تھا پڑھنے کا تو تمہیں کب روکا میں نے علم کے راستے پر چل کر کامیابی کی منزل تلاش کرنے سے..... اب اس کا دل نہیں لگ رہا تو اسے بھی ویسے ہی آزادی ہے..... اپنی مرضی کا پروفیشن چننے کی۔"

"مائی ڈیئر اماں..... مائنڈ اٹ کہ ایجوکیشن کے بغیر پروفیشن نہیں بنتے..... آج دنیا چاند پر چلی گئی اور ہماری نکمی بہن میٹرک میں صرف فرسٹ ڈویژن لے کر پروفیشن چننے کی بات کر رہی ہیں..... کیا بات ہے بھئی.....؟" دعا کو سب سے زیادہ غصہ تھا' حیا اماں میں کچھ زیادہ ہی گھس گئی تھی۔

"حیا..... ایسے چھپنے سے کام نہیں چلے گا' بتادو جو بھی پرابلم ہے' انسٹیٹیوٹ چینج کرنا ہے تو وہ کرا دیتے ہیں؟" صفا قدرے نرمی سے بولی تھی۔

"نہیں انسٹیٹیوٹ تو ٹھیک ہے۔" وہ منمنائی تھی۔

"اماں شاہ جہان کو کہیں' مجھے چائے دے جائے' میرے کسٹمرز آ گئے ہوں گے۔" جیا مسئلے کو وہیں چھوڑ کر کیچر لگا کر' جوتا پہن کر بغیر کوئی تبصرہ کیے چلتی بنی تھی۔

"دل لگتا ہے یا نہیں..... نیند آتی ہے یا سر درد اسٹیڈیز تو کمپلیٹ کرنی پڑے گی ہر صورت نیکسٹ رپورٹ کارڈ ایسا ہوا تو میں تمہیں ہاسٹل بھجوادوں گی اور اماں اس معاملے میں آپ چپ رہیں گی پلیز....." دعا کے فیصلے پر بڑی بیگم جو کچھ کہنے لگی تھیں چپ ہو گئی تھیں۔

"کسی قسم کی ہیلپ چاہیے ہو گی تو میں پڑھادوں گی' ویسے بھی کل کے وائیوا کے بعد میں فری ہوں۔" شفا نے بھی اس بار نرمی سے بات کی تھی جبکہ صفا کی ایک ضروری کال پر وہ سب خاموش ہو گئی تھیں۔ بڑی بیگم اب بھی حیا کا سر تھپتھپا کر اسے خاموش تسلی دے رہی تھیں۔

"یا میرے مالک..... مجھے اس ہٹلر ٹولے کے ظلم سے بچالے۔"

حیا نے دل ہی دل میں دعا کی تھی۔

O.....☆O☆.....O

آج ڈاکٹر حیدر کے دل کی کلی کھل گئی تھی کہ ڈاکٹر دعا کی ڈیوٹی اس کے ساتھ تھی۔ حالانکہ اس کی منگنی کا سن کر وہ کتنے ہی دن بے بسی و بے کلی کی کیفیت میں رہا تھا' مگر اس دل کا کیا کرتا جو ڈاکٹر دعا کو دیکھ کر ہمک ہمک جاتا' اور وہ دل کی اس بے ایمانی پر حیران رہ گیا جب ڈیوٹی چارٹ پر وارڈ میں اپنی اور دعا کی ڈیوٹی کے بارے میں پڑھا۔

"اور سنائیں ڈاکٹر دعا..... گھر میں سب ٹھیک ہیں؟" عادت سے مجبور ہو کر اس نے پوچھا جب بریک میں تھوڑا ٹائم ملا تھا کہ دعا کو دیکھ کر اس کا دل اس سے بات کرنے کو مچل جاتا تھا۔

"جی الحمدللہ....." دعا نے مختصر جواب دے کر بیگ میز پر رکھا اور کرسی پر بیٹھ گئی' دل ہی دل میں یہ دعا کرتے ہوئے کہ کاش یہ بندہ چپ کر کے بیٹھا رہے یا کوئی اور ہی اس وقت وہاں آ موجود ہو' سو اس نے موبائل نکال کر خود کو قصداً اس میں

مصروف ظاہر کرنے کی کوشش کی تھی۔

"کتنے بہن بھائی ہیں ڈاکٹر دعا آپ لوگ؟" ٹھک سے اگلا سوال آیا۔ دعا دل میں جھنجلا کر رہ گئی۔

"پانچ بہنیں...... بھائی نہیں ہے۔" مختصر جواب دے کر اس نے جلدی سے اماں کو کال ملائی تھی مبادا اب وہ بہنوں کا بائیوڈیٹا پوچھنے بیٹھ جائے۔

"ہاں اماں...... حیا سے کہیں جو دوپٹا پکس میں اس کے ذمے لگا کر آئی تھی وہ تیار کر کے رکھے گی میں نے ٹیسٹ لینا ہے اس کا...... آپ نے دوائی لے لی؟" جواب میں بڑی بیگم نے کیا کہا تھا وہ سن نہیں سکا تھا جبکہ وہ مذید کہہ رہی تھی۔

"کام کرنے مت کھڑی ہو جایئے گا کچن میں...... جیا کچھ نہ کچھ بنا لے گی' شاہ جہان کے ساتھ مل کر...... جی جی میں لیتی آؤں گی واپسی میں۔" یہ اور مشکل ثابت ہوا دعا کے لیے کہ ہلکی سی مسکراہٹ لبوں پر سجائے ڈاکٹر حیدر بڑے اشتیاق اور عقیدت سے اس کی گفتگو سن رہا تھا۔ اسی دوران چائے والے لڑکے نے چائے کی ٹرے لا کر ٹیبل پر رکھی' اسنیکس بھی ساتھ ہی تھے...... دعا جو حیدر کے سوالات سے بچنے کے لیے کال لمبی کرنے کا ارادہ رکھتی تھی' اب اس کے انہماک سے تنگ آ کر کال کاٹ دی تھی۔ حیدر نے چائے کا کپ اور اسنیکس کی پلیٹ اس کے سامنے رکھی تھی۔

"تھینکس......" دعا نے چائے کا کپ اٹھا لیا تھا۔

"فادر کیا کرتے ہیں آپ کے......؟" ڈاکٹر حیدر کے اگلے سوال پر دعا کے چہرے کے تاثرات عجیب سے ہو گئے تھے۔

"ڈیتھ ہو گئی ہے ان کی......" بتاتے ہوئے اس کے چہرے پر سپاٹ سے تاثرات ابھرے تھے۔

"اوہ...... آئی ایم رئیلی سوری......" وہ شرمندہ ہو کر معذرت کرنے لگا۔

"اٹس اوکے......" کہہ کر دعا نے چائے کا کپ میز پر رکھا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

"کہاں...... ابھی تو کچھ ٹائم ہے' کیا میرا سوال برا لگ گیا آپ کو میں سوری کرتا ہوں۔" ڈاکٹر حیدر گھبرا کر ساتھ ہی کھڑا ہو گیا تھا۔

"نہیں...... ایسی کوئی بات نہیں ہے' میں نے ڈاکٹر خالد سے ملنا ہے ایک کیس کے سلسلے میں' پھر وارڈ میں ملتے ہیں۔" وہ فائل اسٹیتھو اسکوپ اور بیگ اٹھا کر باہر چلی گئی تھی۔ ڈاکٹر حیدر طویل سانس لے کر دوبارہ بیٹھ گیا تھا' ڈاکٹر دعا کی ہمراہی میں گزارے گئے یہ پل بھی اس کے دل کے نہاں خانوں میں ہمیشہ کی طرح محفوظ ہونے والے تھے۔

O......☆O☆......O

"میں کیا بتاؤں آپ کو کہ اماں نے کیسا حشر کیا ان خواتین کا' بیچاری رو دینے کو تھیں...... آپ سب کو کال کرنے کی کوشش کی مگر دعا اور صفا کا نمبر آف ملا شفا کو میں نے خود نہیں کال کی کہ وہ وائیوا میں مصروف ہو گی' ادھر سے اماں کو سنبھالوں' ادھر سے ان خواتین کو کہوں کہ خدا کے لیے واپس چلی جائیں کہ رشتہ لے کر آنا تو بہت بڑی بات ہے ہمارے گھر تو یہ ذکر بھی ممنوع ہے۔" حیا تیز تیز بولتی ہوئی ان چاروں کو بتا رہی تھی' چاروں کے چہروں پر الگ الگ تاثرات تھے۔

"شاہ جہان......!" جیا نے سامنے سے گزرتے شاہ جہان کو سختی سے پکارا تھا۔

"جی باجی......"

"باجی کے بچے...... تمہیں کس لیے اتنی انسٹرکشنز ڈیلی بیس پر ملتی ہیں کہ تم منہ اٹھا کر تماشا دیکھتے رہو۔" جیا نے اسے آڑے ہاتھوں لیا' جبکہ باقی بہنوں کے چہروں پر بھی کم و بیش جیا والے ہی تاثرات تھے۔

"باجی...... غلطی سے گیٹ کھلا چھوڑ کے میں باہر سودا لینے گیا تھا کہ پیچھے وہ باجیاں اندر آ گئیں جب واپس آیا بڑی

بیگم پوری فارم میں تھیں۔" شاہ جہان کے جواب پر دعا نے اسے آنکھیں دکھائی تھیں۔
"مجھے تو یہ سمجھ میں نہیں آرہی کہ ہمارے اردگرد سب کو ہی ان ٹرمز این کنڈیشنز کا پتا ہے جو ہمارے گھر کا حصہ ہیں' اس لیے جاننے والا کوئی یہاں قدم نہیں دھرتا' یہ دور کی کوئی خواتین ہوں گی......" صفا نے سوچتے ہوئے کہا۔
"پہلے پہلے تو بڑی بیگم نے تواضع بھی کی چائے اور بسکٹس سے جب تک انہوں نے مدعا بیان نہیں کیا تھا' مگر جیسے ہی وہ اس طرف آئیں' دھائیں دھائیں دھنا دھن......"
"بک بک کم کیا کرو' مختصر بات کیا کرو...... کس کے لیے پیغام لائی تھیں......؟" دعا نے غصے سے پوچھا۔
"پیغام...... پیغام تو کوئی نہیں دے کے گئیں' اتنی بری حالت میں بھلا آپ کو کیا پیغام دیتیں؟"
"اس کو کہو شکل گم کرے اپنی...... ورنہ میں اس کا وہی حشر کروں گی جو اماں نے ان عورتوں کا کیا ہے۔" جیا دھاڑی تھی شاہ جہان کے بے سروپا ہانکنے پر۔
"جیا...... آپ کے لیے رشتہ لائی تھیں' پارلر میں ایک دوبار آئی ہوں گی شاید...... یہ تو ہے ہی جاہل اس پر پڑھے لکھے الفاظ ضائع مت کیا کریں' اس کی موٹی عقل کے مطابق سوال پوچھا کریں۔" حیا نے پتا نہیں شاہ جہان سے کب کا بدلہ چکایا تھا' جواباً شاہ جہان نے منہ لٹکالیا تھا۔
"کیا......؟" جیا صدمے سے بولی۔
"اماں نے میری کسٹمر کا یہ حال کیا...... اب کون آنا گوارا کرے گا میرے پارلر...... جانے کون تھیں......؟" وہ روہانسی ہوگئی۔
"بدنصیب......" شاہ جہان منہ ہی منہ میں بڑبڑایا تھا۔
"مجھے تو اماں کی آج تک یہ لاجک سمجھ میں نہیں آئی کہ رشتہ نہیں دینا نہ دیں' سیدھے سبھاؤ انکار کردیں' دوسروں کی بےعزتی کرنے کی اور اپنی طبیعت خراب کرنے کی کیا تک بنتی ہے......؟" شفا کے انداز میں بےچارگی تھی۔ اس لمحہ بڑی بیگم کے کھنکھارنے کی آواز سن کر وہ سب چپ ہوکر رہ گئی تھیں۔
"آئیں اماں بیٹھیں...... حیا بتارہی تھی کہ بی پی شوٹ کرگیا تھا آپ کا...... اب کیسی طبیعت ہے آپ کی؟" دعا نے آگے بڑھ کر ان کو تھاما اور صوفے پر لا بٹھایا۔
"ضرورت ہی کیا ہے اماں...... اتنا ہائپر ہونے کی کہ انسان کو اپنی جان کے لالے پڑجائیں' بھاڑ میں جائیں سب......" صفا کا انداز سمجھانے والا تھا۔
"میں بھیجوں گی بھاڑ میں ان سب کو' جو بھی میری بیٹیوں کا نام لے گا......" وہ زور سے بولی تھیں۔ ساری بہنوں نے طویل سانس لی تھی' اماں اس معاملے پر کوئی بات سننے پر بھی آمادہ ہی نہیں ہوتی تھیں۔
"یہ ساری دنیا میری بیٹیوں کی دشمن ہے...... اسی دنیا نے مل کر پہلے نسرین کی اور اس کی بیٹیوں کا تماشا دیکھا' پھر میری ودیعہ کو اسی دنیا نے مل کر برباد کردیا...... ہائے ودیعہ۔" بڑی بیگم دھاڑیں مار مار کر رونے لگیں۔ ساری ہی ان کو سنبھالنے کے لیے ان کی طرف لپکی تھیں۔
"اب یہ دنیا میرے جگر کے ٹکڑوں کا وہی حال کرنا چاہتی ہے میں یہ نہیں ہونے دوں گی' میں ہر اس بندے کا وہی حال کروں گی جو میری بچیوں کا نام لے گا...... دشمن ہے' یہ ساری دنیا میری بچیوں کی دشمن ہے' یہ تم سب کا وہی حال کرنا چاہتی ہے' نہیں ہونے دوں گی' میں نہیں ہونے دوں گی۔" وہ ہذیانی انداز میں کہہ رہی تھیں۔
"صفا جلدی سے آپریٹس لاؤ۔" دعا نے ان کی نبض پکڑتے ہوئے کہا تھا۔

"اماں...... آپ تسلی رکھیں، ہم اپنی زندگی میں بہت خوش اور مطمئن ہیں اور ہم آپ کو کبھی بھی چھوڑ کر نہیں جائیں گی، آپ اس طرح مت سوچا کریں، ایسے تو آپ اپنی طبیعت بگاڑ لیتی ہیں...... آپ کو کچھ ہو گیا تو ہم کیا کریں گی۔"
شفا ان کے قدموں میں بیٹھ کر ان کے ہاتھ تھامے رسان سے کہہ رہی تھی...... بڑی بیگم نے سر ہلایا تھا اور اب گہرے گہرے سانس لے رہی تھیں۔

"بس...... جس بات کا مجھے ڈر تھا، وہی ہوا، بی پی ہائی کر لیا ہے خوامخواہ آپ نے...... ایک ایسی بات کے لیے جس کا ہماری زندگی یا سوچ میں دور دور تک بھی عمل دخل نہیں ہے...... شاہ جہان اماں کے کمرے سے ان کی میڈیسن لے کر آؤ۔" دعا نے بی پی آپریٹس حیا کو پکڑایا تھا۔

"تم لوگ میری بہت قیمتی متاع ہو، جس کو میں نے دنیا کی نظر سے بچا بچا کر رکھا ہے، تم لوگوں کو گرم ہوا بھی چھوئے میں نہیں برداشت کر سکتی...... یہاں لوگ میری متاع کو ہی مجھ سے چھیننے آ جاتے ہیں، کیوں نہیں چین لینے دیتے یہ لوگ مجھے، کیوں نہیں ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دیتے۔" صوفے کی بیک پر سر ٹکائے وہ آہستہ آہستہ بول رہی تھیں۔

"اماں...... کسی کی بھی جرأت نہیں ہے آپ کی متاع کو آپ سے چھیننے کی، ریلیکس کریں خود کو، شاباش ہم ماں بیٹیاں ہی ایک دوسرے کا ہر رشتہ ہیں، خدا کی قسم ہمیں آپ کے سوا کچھ نہیں چاہیے۔" دعا کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئی تھیں، شفا پانی کا گلاس لے آئی تھی...... دعا نے اپنے میڈیکل باکس سے ایک اینٹی ڈپریشنٹ نکال کر بڑی بیگم کو کھلائی تھی اور اب وہ ان کا دھیان بٹانے کو ادھر ادھر کی باتیں کر رہی تھیں تاوقت یہ کہ ان کی حالت نہ بدل جاتی...... ہر بار ایسی ہی صورت حال میں ان سب کو ان ہی حالات سے گزرنا پڑتا تھا۔

○......☆○☆......○

"اگر برا نہ مانو تو میں ایک بات کہوں......؟" حیا کی زبانی ساری بات سن کر مومن کچھ سوچ کر بولا تھا۔

"ہمم...... کہیں......" حیا بھی اماں کی کل والی حالت کے بعد پریشان سی تھی کہ اس بار کے دورے سے اماں اب تک نڈھال سی تھیں۔

"میں جانتا ہوں کہ آنٹی نسرین نے بہت کٹھن وقت دیکھا ہے، بہت ہمت اور حوصلے سے مردانہ وار زندگی کی کٹھنائیوں کا مقابلہ کر کے تم سب کو ایک بہترین زندگی دی اور بہترین انسان بنایا لیکن اس سارے سلسلے میں آنٹی خراج تحسین کی مستحق تو ہیں لیکن......" وہ سوچ سوچ کر بول رہا تھا۔

"لیکن......؟" حیا کا انداز بجھا بجھا سا تھا۔

"مجھے لگتا ہے کہ آنٹی کو کچھ نفسیات مرض بھی لاحق ہو گئے ہیں اور ان کا علاج ہونا چاہیے تاکہ ان کے نظریات خیالات جو اس بیماری کی وجہ سے تبدیل ہوئے ہیں ان میں ان کا ساتھ دیا جائے۔"

"مطلب......؟" حیا کے لہجے میں تحیر تھا۔

"مطلب یہ کہ دنیا میں ہر انسان ہی حالات کی چکی میں پستا ہے، کبھی زیادہ، کبھی کم...... کچھ لوگوں کو آنٹی نسرین کی طرح زیادہ سفر کرنا پڑتا ہے لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ جیسے آنٹی کے ساتھ ہوا یا جیسے ودیعہ کے ساتھ ہوا، ویسے ہی تمام لوگوں کے ساتھ بھی ہو...... تم سب پڑھی لکھی سمجھدار ہو، ان کے اس نظریے سے سارے مرد ایک جیسے ہوتے ہیں کو رائج کرنے کی بجائے ان کی برین واشنگ کرو...... لوگ ظالم نہیں ہیں، آنٹی کی سوچ نے ان کو ظالم سمجھ رکھا ہے، دعا...... ماشاءاللہ سے ڈاکٹر ہے، وہ اس سلسلے میں ان کی خود بھی مدد کر سکتی ہے، اور کسی بھی سائیکاٹرسٹ سے ان کا علاج کرا سکتی ہے، ایسے تو زندگی تم سب کے لیے بہت مشکل ہو جائے گی، زندگی کو ایسے نہیں برتا جاتا جیسے آنٹی برتنا چاہتی

ہیں۔" اس کی ایک ایک بات ٹھیک تھی اور باقی بہنوں کی نسبت اس کے خیالات بھی کم وبیش مومن جیسے ہی تھے مگر چھوٹی ہونے کی بنا پر وہ نہ تو یہ بات اپنی بہنوں کو سمجھا سکتی تھی نہ ہی اماں کو......!

"سمجھانے کی کوشش تو وہ کرتا ہے جس کو اماں کے نظریات غلط نظر آئیں سارے ہی اماں سے متفق ہیں اور اپنی زندگی میں مطمئن اور خوش ہیں ان کے خیالات ونظریات بھی کم وبیش اماں جیسے ہی ہیں۔"

"اور تمہارے......؟" مومن کے ایک دم سے پوچھنے پر وہ چپ ہوگئی تھی۔

"سر میرے خیالات ان سے مختلف سہی......لیکن میں بھی اپنی اماں سے بہت محبت کرتی ہوں کم از کم میں کبھی بھی ان کے خیالات کی نفی نہیں کرسکتی جو زندگی کی کڑی دھوپ نے ان کو دان کیے ہیں۔" وہ آہستہ سے بولی تھی۔

"پھر ہمارا کیا ہوگا حیا......؟" مومن کا انداز بے ساختہ تھا۔ "میں تو اسی انتظار میں ہوں کہ تم اپنے گھر ہمارے رشتے کے لیے راہ ہموار کرنا شروع کردو تو ہی میں کسی کو بھیجوں آدھا مقدمہ تم لڑو آدھا میں تب ہی جاکر ہمارے اس بے نام رشتے کو کوئی سمت مل سکے گی لیکن میں نے تو جب بھی حرا آپی سے اس حوالے سے بات کی وہ آنٹی کے ردعمل کا حوالہ دے کر مجھے چپ کرادیتی ہیں......تم ہی بتاؤ معاملہ آگے بڑھے بھی تو کیسے بڑھے......؟"

"حیا......" شفا کی آواز نزدیک آتے ہی اس نے فوراً کال کاٹ دی تھی اور فوراً موبائل کو چھپایا تھا جو ابھی کچھ دن پہلے ہی مومن نے اس کو گفٹ کیا تھا۔ مومن نے بند موبائل کو دیکھا اور کسی سوچ میں پڑ گیا تھا۔

○......☆○☆......○

"اب سنا یار کیا سین ہے......؟" وہ تھوڑا سا آگے جھکتے ہوئے بولا۔

"بس یار......کچھ سمجھ میں نہیں آرہی کہ یہ بیل منڈھے چڑھے گی تو کیسے......؟" مومن کا انداز کچھ الجھن لیے ہوئے تھا۔

"مطلب......؟" عمر نے چائے کی پیالی اپنے سامنے کھسکائی۔

"مطلب یہ کہ امی کا اصرار شادی کے لیے بڑھ رہا ہے میں نے پہلے جاب ملنے تک کا کہہ کر ان کو ٹالے رکھا تھا مگر......اب آپی کی اکیڈمی چل نکلی ہے تو انہوں نے اس کا سارا انتظام میرے حوالے کردیا ہے روپے پیسے کی ریل پیل نہ سہی مگر سخت محنت کے بعد آمدنی کا ایک ذریعہ چل نکلا ہے سو امی کا اصرار شادی کے لیے بڑھ رہا ہے۔"

"تو اس میں کیا مشکل ہے......جب معاشی مسئلہ بھی نہیں ہے آنٹی بھی تیار ہیں جہاں کہو رشتہ لے جانے کے لیے تیار ہیں تو انتظار کس بات کا......؟" عمر نے چائے کا سپ لیا۔

"مسئلہ نہ امی کا ہے نہ میرا نہ لڑکی کا......مسئلہ لڑکی کی اماں کا ہے۔" وہ طویل سانس لے کر بولا۔

"اماں......؟" عمر پھر سے آگے جھک کر بولا تھا کہ وہ بات کو سمجھ نہیں پایا تھا۔

"وہ یقیناً کسی اور سے لڑکی کی شادی کرنا چاہتی ہوں گی......یا لڑکی انگیجڈ ہوگی۔" اس نے اندازہ لگایا۔

"نہیں یار......عجیب ہی گورکھ دھندا ہے وہ فیملی بھی ہمارے ریلیٹو ہیں......ان کی مدر۔" مومن نے ساری بات کہہ سنائی تھی۔

"چلو کسی ایک فرد کو تو بندہ دلائل سے سمجھا بھی سکتا ہے قائل بھی کرسکتا ہے یہاں تو افراد کی ایک پلٹن ہے پڑھی لکھی سمجھدار......کوئی ڈاکٹر ہے تو کوئی انجینئر سب ہی اماں کے خیالات کی زبردست حامی ہیں اور وہ ہے سب سے چھوٹی......سمجھ میں نہیں آرہی کہ یہ سب ہوگا تو کیسے ہوگا؟"

"ہمم......یہ تو عجیب ہی صورت حال بتائی ہے تم نے......ایسا کیس میں اپنی زندگی میں پہلی بار سن رہا ہوں۔" عمر

نے تبصرہ کیا کہ مسئلہ اب اس کی سمجھ میں آیا تھا۔

"اگر وہ لوگ تھوڑے بہت تمہارے رشتہ دار ہیں تو پھر برادری کے بڑوں کو لے جاؤ' وہ ان کو سمجھائیں کہ ایسا کیسے ہوسکتا ہے..... کوئی شرائط بتائیں منوانے کی کوشش کریں' کوئی تو حل ہوگا....." عمر پرجوش ہوا۔

"برادری سے تو عرصہ ہوا انہوں نے تعلق ہی ختم کردیا..... آنا جانا بھی' لینا دینا بھی....."

"بس بھائی..... پھر تو اس لڑکی پر فاتحہ پڑھ میرے بھائی۔" عمر نے مشورہ دیا۔

"پھر تو یہی مشورہ اپنے آپ کو بھی دے..... میرے معاملے میں لڑکی کی اماں کا مسئلہ ہے..... تو تیرے معاملے میں لڑکی اڑیل ہے..... تجھے بھی پتا ہے پیارے یہ دل کے معاملے ہیں دل کے..... اور دل سے بڑھ کر ضدی اور اڑیل چیز ہے ہی نہیں دنیا میں۔" وہ اب جیسے اپنے آپ پر ہنس رہا تھا۔

"میں یہاں تجھ سے تیرا مسئلہ سننے آیا ہوں اور تو نے مجھے میرے مسئلے میں الجھا دیا..... تو بتا..... ناراض حسینہ کی کیا اسٹوری ہے؟"

"ہا..... کہاں تک سنو گے' کہاں تک سنائیں.....؟" عمر نے بات ہنسی میں اڑائی تھی۔

O.....☆O☆.....O

"اماں..... ایک بات پوچھوں؟" حیا بڑی بیگم کی گود میں سر رکھ کر لیٹی تھی' وہیں لاؤنج میں باقی ساری بھی موجود تھیں' جیا' شفا کا فیشل کررہی تھی' صفا کا آج کوئی آفس ورک نہیں تھا سو وہ موبائل ہاتھ میں لیے کپڑوں کی کسی کلیکشن کو دیکھنے میں مصروف تھی..... دعا بھی ڈیوٹی سے لوٹنے والی تھی اس کے آنے پر ہی کھانا کھایا جانا تھا' شاہ جہان کونے میں بیٹھا ایل ای ڈی پر نظریں گاڑے ہوئے تھا' جہاں مار دھاڑ سے بھرپور ایک فلم چل رہی تھی۔

"ہم اولاد تھے بابا کی تو کبھی تو ایسا ہوا ہوگا کہ ان کو ہم پر پیار آیا ہو..... کوئی بھی رشتہ ہو اس کے درمیان ہمیشہ ایک ہی جذبہ تو نہیں رہتا..... جذبوں میں بھی تبدیلی آتی رہتی ہے' کوئی اپنی اولاد سے عمر بھر کیسے نفرت کرسکتا ہے' کچھ پل تو ایسے آئے ہوں گے ان کی زندگی میں جب انہیں ہم پر پیار آتا ہوگا۔" حیا کی آواز میں جو حسرت اور محرومی تھی اس نے اس کی بہنوں کو تو چونکایا ہی تھا کہ بڑی بیگم کے ہاتھ بھی اس کے سر میں ساکت ہوئے تھے۔

"حیا..... تم کیا اماں کو پریشان کرتی رہتی ہو فضول سوالات کر کے..... اٹھو اور اپنی بکس لے کر بیٹھ۔" صفا نے ڈانٹنے والے انداز میں کہا تھا۔

"اماں....." حیا نے منہ بسورا۔

"نہیں بھئی..... کوئی پریشان نہیں کیا اس نے' ذہن میں آیا ہوا سوال ہی تو پوچھا ہے اس نے....." بڑی بیگم نے رسان سے کہا۔

"اور میں نے تو تم سب کی تربیت ہی اس نہج پر کی ہے کہ اپنے ذہن کی ہر الجھن' ہر سوال کو باہر نکال کر اس کا جواب ڈھونڈو اور اس کا حل تلاش کرو' پھر اگر بچیاں اپنی ہر الجھن اپنی ماں سے بیان کرنے لگیں تو معاشرے میں نہ تو کوئی بچی اپنی گھٹن کو باہر نکالنے کے لیے کوئی حبس زدہ روزن ڈھونڈے نہ ہی کوئی چور دروازہ..... جس دن اس معاشرے کی ہر ماں اپنے بچوں کی سہیلی بن گئی سمجھو کہ معاشرہ انتشار سے بچ گیا' دنیا جنت بن جائے گی۔" بڑی بیگم بہت پیار سے پھر حیا کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

"اور بچے..... جہاں تک سوال ہے تمہارے اس سوال کا تو اپنے خون کے رشتوں کے لیے تو محبت کے سوتے کہیں اندر سے ہی پھوٹتے ہیں..... تمہارے ابا کے دل میں بھی یقیناً محبت ہوگی تم لوگوں کے لیے....." وہ جیسے کسی عجیب سے

احساس میں گھری کہہ رہی تھیں۔
”لیکن یہ جوام الخبائث ہے ناں...... یہ ہر چیز کو گھن کی طرح کھاجاتی ہے پھر وہ چاہے رشتے ہوں یا محبت...... احساس ہو یا محبت...... اوپر سے نشے کا عادی جواری بھی ہو تو اس کے لیے نشہ ہر رشتہ بن جاتا ہے اور جوا ہی اس کی اولاد کی طرح ہوتا ہے...... وہ اسی سے محبت کرتا ہے اسی کی پوجا کرتا ہے اور اسی کو سیچنے کی خاطر ہر جذبے ہر رشتے کو فراموش کردیتا ہے۔“ وہ اس کو دیکھے کہہ رہی تھیں۔ حیا اپنے سوال کے جواب کی منتظر تھی۔
”حیا...... کیا تم نے میری محبت میں کوئی کمی محسوس کی ہے بچے جو باپ کی محبت کی کمی کا احساس ہو رہا ہے؟“ بڑی بیگم نے اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھام کر پوچھا تھا۔ حیا نے فوراً ہی ان کے دونوں ہاتھوں کو تھام کر چوما تھا۔
”نہیں تو اماں...... آپ پر میری جان بھی قربان...... مجھے فخر ہے آپ پر کہ میں آپ کی بیٹی ہوں...... لیکن ہوتا ہے ناں کبھی کبھی کہ انسان ہر رشتے کے حسن کو محسوس کرنا چاہتا ہے...... خدا نے بھی تو الگ الگ ہر رشتہ بنایا پھر اسی کے لحاظ سے اس کے رتبے رکھے......“
”اچھا بھئی علامہ بی بی...... اٹھیں اور اپنی بکس لے کر آئیں......“ شفا کا صبر کا پیمانہ لبریز ہوا تھا اس کی باتیں سن کر۔
”اٹھ رہی ہوں۔“ وہ مارے باندھے منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑاتے اٹھی تھی۔
”بیٹا...... چھوٹی بہن ہے لاڈلی بھی ہے آرام سے بات کیا کرو۔“ اس کے جانے کے بعد بڑی بیگم ان تینوں سے مخاطب ہوئی تھیں۔
”اماں...... آپ کے لاڈ نے ہی اس کو بگاڑ دیا ہے...... دیکھی بھی ہے اس کی پروگریس...... کوئی ایک ٹیسٹ کام کا نہیں...... کلاس میں بھی ایوریج سے بھی کم ایوریج ہے یہ...... کیسے آگے بڑھے گی؟“ صفا نے بڑی بیگم کو ٹوکا تو وہ بجائے برا ماننے کے ہنس دی تھیں۔
”اچھا ہو جائے گا سب کچھ...... اب ہر کوئی تم لوگوں جیسا قابل نہیں ہوتا...... زیادہ سختی مت کیا کرو...... جتنا کرنا ہوگا کرلے گی نہیں تو میرے بعد بھی لاوارث نہیں ہوگی تم چاروں اسے کبھی بھی اکیلا نہیں چھوڑو گی مجھے یقین ہے۔“
”یہ کیا بات ہوئی اماں......؟“ حیا نے برا مان کر پوچھا اور پانی والا باؤل ایک طرف رکھ کر خود دونوں پاؤں پسار کر نیچے کارپٹ پر اماں کے ساتھ ہی بیٹھ گئی تھی۔
”السلام علیکم......!“ اسی پل دعا کی آمد کے ساتھ ہی بات کا سرا وہیں پر ٹوٹ گیا تھا۔

ایشاء گل

دوستی ہو گئی آخر

وہ ہوا تھی، شام ہی سے راستے خالی ہو گئے
وہ گھٹا برسی کہ سارا شہر جل تھل ہو گیا
میں اکیلا اور سفر کی شام سے رنگوں میں ڈھلی
پھر یہ منظر نظروں سے بھی اوجھل ہو گیا

بلی کی سی چال چلتی وہ دادا کے کمرے کی دہلیز تک رکی اور بڑی بڑی آنکھیں مٹکا کر دیکھا۔ کمرہ خالی تھا یعنی راستہ صاف تھا۔ اب کے اس نے بڑی بڑی آنکھوں کو زوم کرتے ہوئے قدرے چھوٹا کیا اور مطلوبہ چیز نظر آتے ہی ایک ہی جست لگائی اور اس تک جا پہنچی فوراً سے اس چیز پہ ہاتھ صاف کیا اور ”مزے مزے“ کہتی واپس پلٹنے لگی تھی کہ کسی کے کھانسنے کی آواز کانوں سے ٹکرائی۔

”اوہ تیری یہ تو دادا ہیں اب کیا کروں......کیا کروں......ہاں یہاں چھپ جاتی ہوں۔“ اس نے سوچنے میں زیادہ وقت برباد نہ کیا اور فوراً سے پہلے بیڈ کے نیچے گھس گئی مگر یہ کیا......اف اتنی مٹی اور جالے۔ بامشکل اس نے اپنی کھانسی کا گلا گھونٹا تھا۔

”ارے بھئی میری چائے نہیں آئی ابھی تک......کہا بھی تھا کہ کمرے میں بھجوا دینا۔“ دادا صاحب قدرے اونچا بولے تو دروازے کے باہر سے گزرتیں حمیرا نے رک کر اندر جھانکا۔

”توبہ ہے ایک کام کہا تھا رینو کو وہ بھی کرتے ہوئے موت آتی ہے اس لڑکی کو اور اب نا جانے کہاں دفعان ہو گئی ہے۔“ جبکہ بیڈ کے نیچے تقریباً سانس روکے بے چاری رینو اپنی ماں کے منہ سے اپنی شان میں نکلتے قصیدے سن کر بڑبڑائی۔

”ہونہہ......آپ کو کیا پتا اماں کہ رینو کے لیے دادا کی چائے سے بھی بڑھ کے ضروری کام ہیں اس دنیا میں۔“ اس نے ہاتھ میں دبی چیز پر اپنی گرفت مضبوط کی تھی۔

”پتا نہیں کب بنے گی یہ کسی کی؟ اللہ ہی حافظ ہے اس لڑکی کا تو خیر ابا حضور میں بھجواتی ہوں چائے۔“ حمیرا رینو کی مزید تعریف کرتیں پلٹ گئیں۔

”فکر کیوں کرتی ہیں اماں......سن رہی ہوں سب سن رہی ہوں میں۔“ وہ بڑبڑائی۔ چائے دادا صاحب نے پی لی اور اب ٹانگیں بیڈ پر سیدھی کر کے لیٹ گئے۔

”اف میں کب تک پھنسی رہوں گی یہاں اگر تھوڑی دیر بھی اور رکی تو فوت ہو جاؤں گی اور......“ اور سے آگے اس کی زبان کو جیسے لقوا ہو گیا آنکھیں خوف کے مارے پھٹنے کو آ گئیں جسم کانپنے لگا کیونکہ لال بیگ اپنی کڑی آنکھوں سے اسے گھورتا رک رک کر اس کی طرف ہی آ رہا تھا۔ پورا خاندان جانتا تھا کہ رینو میڈم کیڑے مکوڑوں سے کتنا ڈرتی ہے بلکہ دور سے دیکھتے ہی بے ہوش ہونے اور

پاس سے دیکھتے ہی مرنے کے قریب پہنچ جاتی ہے۔

"اللہ جی مجھے بچالیں آج کے بعد کوئی چوری والا کام نہیں کروں گی پلیز پلیز۔" وہ روتے ہوئے دعا کر رہی تھی اور تب ہی اس کے کانوں میں آواز آئی اس نے غور کیا تو وہ دادا کے خراٹوں کی آواز تھی۔

"یہ تو سو بھی گئے ہائے شکر ہے مالک۔" وہ شکر ادا کرتی بیڈ کے نیچے سے فوراً رول ہوتی نکلی مگر پھر بھی احتیاط سے سر اونچا کر کے دادا کو دیکھا جو واقعی سو گئے تھے اس نے پھر یہاں دیکھا نہ وہاں اور غڑپ سے کمرے سے باہر بھاگی تھی۔ وہ دوڑتی ہوئی باہر آئی اور برق رفتاری سے سیڑھیاں اترنے لگی مگر آخری سیڑھی اترنے کی دیر تھی کہ کسی وجود سے ایک زوردار ٹکر کھا کر لڑکھڑاتی ہوئی دھڑام سے چمکتے ٹائلز والے فرش پر جا گری۔

"اوئی ماں...... مر گئی۔" اپنا پیر پکڑے وہ زور سے چلائی ہاتھ میں پکڑا چشمہ جو وہ دادا کے کمرے سے چوری کر کے لائی تھی چھوٹ کر دور جا گرا تھا۔

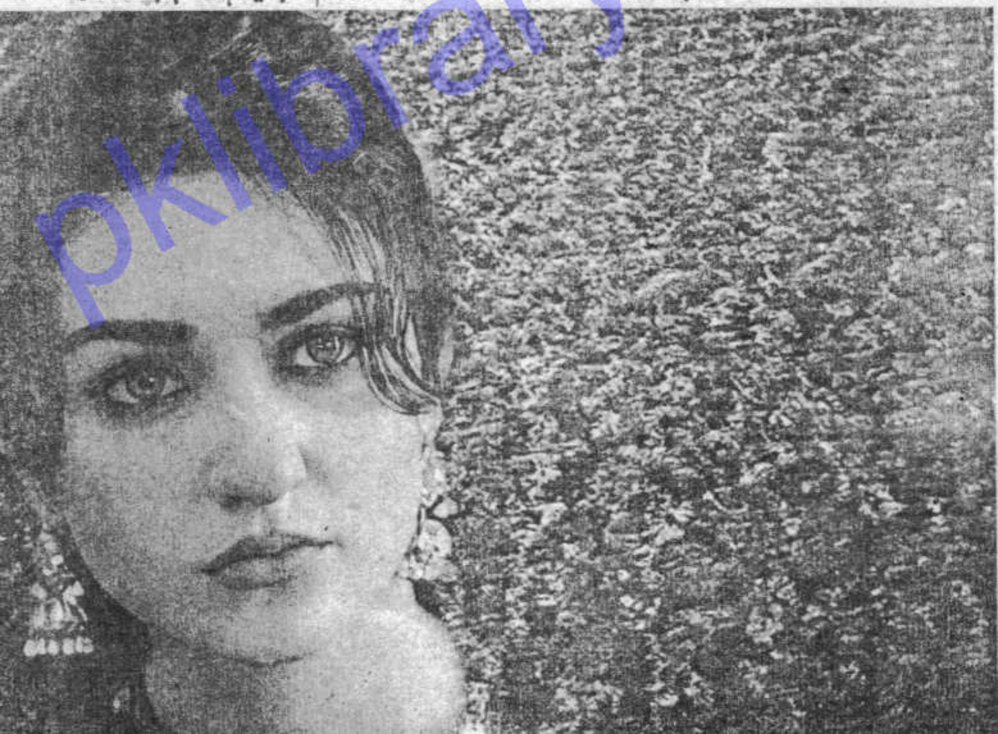
"تم جیسا طوفان تو سات نسلوں کو مار کے بھی نہیں مرتا۔" سامنے کھڑا مضبوط اور چوڑے سینے والا مرد یعنی زوہاب اعوان حسرت اور افسوس سے بولا تھا۔ رینو نے سر اٹھا کر نا سمجھی سے اسے دیکھا اور پھر بولی۔

"آپ نے مجھے طوفان کہا۔" آواز میں صدمہ تھا جبکہ زوہاب نے اس کی کم عقلی پر افسوس کرتے ہوئے اسے دیکھا کیونکہ رینو نے اس کی پوری بات کو سمجھا ہی نہیں تھا ورنہ صدمہ اس سے بھی ڈبل ہوتا اور وہ اس کی بات کو غلط ثابت کرتے ہوئے اس صدمے سے واقعی مر جاتی۔ رینو تو ہر وقت ہوا کے گھوڑے پر سوار رہتی تھی اس سے پوچھنا بے کار ہی تھا مگر پھر بھی زوہاب نے پوچھ لیا۔

"یوں آندھی طوفان کی طرح زینے کیوں اتر رہی تھیں......؟"

"وہ...... وہ میں......" اس کی زبان لڑکھڑائی۔

"کیا وہ...... میں سیدھی طرح بتاؤ پھر کوئی شرارت کر کے آئی ہو پھر کوئی کام خراب کیا ہے۔" زوہاب نے کڑی



نظروں سے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔
"نہ...... نہیں تو...... کچھ بھی تو نہیں کیا میں نے آپ چاہیں تو قسم لے لیں۔" پیر کا درد بھلائے وہ یکدم اٹھ کھڑی ہوئی اور تیزی سے بولی۔
"اچھا تو پھر کھاؤ قسم۔" زوہاب بھی ڈھیٹ بنا مزے سے بولا۔ رینو نے نظریں جھکاتے ہوئے تھوک نگلا گلے میں ننھی گلٹی ابھر کر معدوم ہوئی تھی۔ یا اللہ اس شکی مزاج، کھڑوس، اکڑو انسان کو ہمارے گھر ہی پیدا کرنا تھا۔
"کیا ہوا...... ہوگئی بتی گل، اڑ گئے طوطے......"
"آپ کی قسم زوہاب بھائی۔" زوہاب کی بات منہ میں ہی دم توڑ گئی جب اس نے جھٹ سے اس کی قسم کھائی تھی اور زوہاب کے گویا اپنے طوطے اڑ گئے وہ ہکا بکا کھڑا رہ گیا۔ رینو کوئی شرارت نہ کرے ایسا ہو ہی نہیں سکتا تھا۔
"واپس لو اپنی قسم۔" وہ غصے سے بولا۔
"کیوں زوہاب بھائی...... آپ نے خود ہی تو......"
"دو لگاؤں گا تمہیں...... کیا کہا سنا نہیں واپس لو اپنی قسم۔" اس کی جھوٹی قسم اسے اوپر ہی نہ پہنچا دے کیونکہ یقین تو اسے ایک پرسنٹ بھی نہیں تھا رینو پہ۔
"اوکے اوکے میں اپنی قسم واپس لیتی ہوں لیکن...... میں نے واقعی کوئی شرارت نہیں کی۔" اور وہ سچ ہی تو کہہ رہی تھی اس نے نہ ہی کوئی شرارت کی تھی نہ ہی کوئی کام خراب کیا تھا اس نے تو ننھی منی سی چوری کی تھی۔
"اور یہ دوپٹا ڈھنگ سے لیا کرو...... بڑی ہوگئی ہو اب تم بچی نہیں ہو جو ننگے سر گھر میں گھومتی رہتی ہو۔" زوہاب نے اس کے مفلر کی صورت میں لیے دوپٹے کو دیکھتے ہوئے ناگواری سے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ رینو نے اپنے دوپٹے کی طرف دیکھا جس کے اس طرح لینے میں اسے کوئی خرابی نظر نہیں آئی تھی۔ مانا وہ شرارتی کم عقل تھی جینز پر کرتا پہنتی تھی مفلر کی صورت میں دوپٹا لیتی تھی مگر شرارتوں پہ ڈانٹ کے علاوہ اسے کسی بڑے نے آج تک کپڑوں کے معاملے میں نہیں ٹوکا تھا کہ یہ کیوں پہنایا ایسے ڈوپٹا کیوں لیا۔

"ہونہہ...... پتا نہیں کیا سمجھتے ہیں خود کو گھمنڈی کہیں کے۔" وہ تلملاتی ہوئی آگے بڑھی اور جھک کر چشمہ اٹھایا مگر شومئی قسمت کہ چشمے کی دونوں آنکھیں زخمی ہو چکی تھیں مگر ہاتھ سلامت تھے۔
"ہائے ربا یہ تو ٹوٹ گیا اگر دادا کو پتا چلا تو...... کیسے پتا چلے گا کسی نے کون سا اسے میرے پاس دیکھا ہے۔" ساتھ ہی وہ مطمئن ہوگئی۔ بات اصل میں یہ تھی کہ رینو میڈم کے کالج کے ٹیسٹ میں پچھتر نمبروں میں سے کسی میں تیس تو کسی میں بیس آئے تھے اور آج دادا حضور نے اس کے ٹیسٹ چیک کرنے تھے یعنی آج اس کی کلاس لگنے کا دن تھا۔ دادا کی نزدیک کی نظر چونکہ کمزور تھی بلکہ کافی کمزور تو اسی چیز کا فائدہ اٹھاتے ہوئے رینو نے ان کے موٹے شیشوں والے چشمے کو "ننھی منی" چوری کے زمرے میں لاتے ہوئے غائب کر دیا مگر یہ کام جتنا اس نے آسان سمجھا تھا اتنا تھا نہیں اس دوران اسے دو دفعہ پھنسنا پڑا ایک بار بیڈ کے نیچے تو ایک بار زوہاب کے سامنے مگر جو بھی تھا اب وہ مطمئن تھی۔ کل پرسوں تک وہ زخمی چشمہ واپس اپنی اصل حالت میں آ ہی جانا تھا۔
رینو یعنی رانیہ اس گھر بھر کی اکلوتی اور افلاطون لڑکی تھی انیس سال کی تھی اور ایف اے کر رہی تھی۔ پڑھائی میں بس پوری سوری ہی تھی گزارے لائق نمبر لے کر پاس ہو ہی جاتی تھی۔ کام کاج کوئی آتا نہیں تھا تب ہی ہڈ حرام کے ساتھ ساتھ بیوقوف اور کم عقل کے القابات سے بھی مشہور تھی مختصر یہ کہ اس کا شمار آدھی پاگل، پوری نکمی اور معصومیت بھری حسین صورت والی لڑکیوں میں ہوتا تھا جبکہ دوسری طرف زوہاب اور ببلو یعنی بابر دونوں بھائی رینو کے تایا زاد تھے۔ زوہاب کا شمار سمجھدار سلجھے ہوئے ہینڈسم مردوں میں ہوتا تھا جبکہ ببلو ابھی ساتویں جماعت میں تھا وہ چھوٹا مگر تیز طرار تھا۔ رینو کے کارناموں کی خبریں اکثر اسی کے ذریعے گھر والوں کے کانوں تک پہنچتی تھیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"اماں کب آئے گی ہماری گائے......؟"

صبح سے ایک سو ایک بار پوچھے جانے والا سوال وہ اب ایک سو دو بار پوچھ چکی تھی جبکہ "آجاؤ گی زوہاب اور تمہارے ابا لینے گئے تو ہیں۔" یہ جواب دے دے کر حمیرا تنگ آچکی تھیں اور اب اس کے سوال کو ان سنا کیے جارہی تھیں۔

"رانی آپا...... ویسے آپ کو کیا لگتا ہے بھائی کس رنگ کی گائے لے کر آئیں گے۔" ببلو اسکول سے سیدھا اسی کے پاس آبیٹھا تھا۔

"پہلی بات تو یہ کہ تمہیں ہزار دفعہ منع کیا ہے کہ مجھے آپا مت کہا کرو اور رانی تو بالکل مت کہا کرو رینو نام ہے میرا اوکے......" رینو نے تنبیہ انداز میں کہا۔

"اوکے رانی آپا۔" ببلو کی جلاتی مسکراہٹ اس کو مزید سلگا گئی تھی۔

"مرو تم......" وہ ہولے سے بڑبڑائی۔

"اچھا دوسری بات تو بتائیں۔" ببلو نے اس کا کندھا جھنجھوڑا۔

"دوسری بات یہ کہ گائے تو سفید رنگ کی ہی آئے گی کہہ چکی ہوں میں ابا سے۔" وہ اترا کر بولی اور شان بے نیازی سے اپنے کندھوں تک آتے بال جھٹکے۔

"کیوں آپا میں نے بھی تو بھائی سے کہا تھا کہ گائے براؤن رنگ کی ہونی چاہیے...... سو گائے تو براؤن رنگ کی ہی آئے گی۔" ببلو بھی اسی کے انداز میں بولا۔

"زیادہ دانت دکھانے اور خوش ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ گائے تو سفید ہی آئے گی۔"

"نہیں براؤن......"

"نہیں سفید......"

"نہیں براؤن......"

"اوہو چپ کر جاؤ تم دونوں۔" حمیرا جھنجھلا کر بولیں تو دونوں کی بولتی بند ہوئی۔

"جب دیکھو لڑتے ہی رہتے ہو کبھی تو زبان منہ میں رکھ لیا کرو۔"

"لو منہ میں ہی تو رکھی ہوتی ہے زبان، یہ تائی اماں بھی ناں عجیب باتیں کرتی ہیں۔" رینو منہ ہی منہ میں بڑبڑائی۔

"پورا گھر سر پر اٹھائے رکھتے ہو تم دونوں۔"

"گھر تو اماں آپا اٹھائے رکھتی ہیں سچ کہوں تو میرے تو دوست بھی ان ہی کی وجہ سے میرے گھر نہیں آتے کہتے ہیں کہ تمہاری آپا پوری ڈائن ہیں ڈائن۔" ببلو معصومانہ لہجے میں بظاہر حمیرا سے بولا مگر سنا رینو کو رہا تھا رینو تو کرنٹ کھا کر اچھلی۔ حمیرا نے بھی ببلو کو گھورا۔

"کیا کہا تم نے میں ڈائن ہوں؟"

"آپا میں نہیں میرے دوست کہتے ہیں۔" وہ لاپرواہ انداز میں بتاتا بیگ اٹھائے چل پڑا مگر وہ تو ہتھے سے ہی اکھڑ گئی۔

"ایسی کی تیسی تمہارے دوستوں کی...... ایک بار نظر تو آئیں مجھے...... پھر ایسا حشر کروں گی کہ میرا نام بھی ڈائن، میرا مطلب ہے کہ رینو نہیں۔" پیچھے سے چلاتی رینو نے ہڑبڑا کر اپنا نام درست کیا اور تب ہی باہر گیٹ کھلنے کی آواز آئی۔

"لگتا ہے میری گائے آگئی۔" وہ جوش سے کہتی صوفے سے نیچے کودی باہر کو بھاگی۔

"آگئی میری گائے آآآ...... ارے یہ کیا...... میری گائے کہاں ہے؟"

گیٹ سے اندر آتے زوہاب اور نادر نے ناسمجھی سے اسے دیکھا اور پھر بولے۔

"اوہ اچھا...... تم قربانی کے جانور کی بات کر رہی ہو وہ تو یہ رہا۔"

"رہا مطلب......؟" رینو نے ناسمجھی سے ادھر ادھر دیکھا۔ نادر نے اپنے ساتھ کھڑے جانور کی سمت اشارہ کیا تو وہ بے ہوش ہوتے ہوتے بچی۔

"یا اللہ یہ...... ابا اف......" وہ رونی صورت بناتی چلاتی ہوئی وہیں گھاس پر بیٹھ گئی۔ زوہاب کا دل چاہا قریب پڑی اینٹ اٹھا کر اس کے سر پر دے مارے ڈرامہ کہیں کی۔

"کیا ہوا بیٹا...... بکرا پسند نہیں آیا؟" نادر نے محبت

سے پوچھا۔ رینو نے اس بات پر ان کے ساتھ کھڑے کالے رنگ کے میں میں کرتے بکرے کو غصے سے دیکھا اور بولی۔

"ابا میری گائے کہاں ہے اس کو کیوں لے آئے مجھے نہیں چاہیے یہ۔"

"بیٹا اس میں کیا کمی ہے ماشاء اللہ بہت پیارا قربانی کا جانور ہے بس رنگ کالا ہے ناں میں جانتا ہوں تمہیں سفید پسند ہے مگر سفید میں کوئی مناسب ملا ہی نہیں۔"

"ابا مجھے سفید گائے چاہیے...... پھر بکرا میری بلا سے آپ سفید لائیں یا کالا مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا مگر مجھے یہ نہیں چاہیے۔" وہ بچوں کی طرح روہانسی سی ہو کر بول رہی تھی۔

"کوئی گائے وائے نہیں آئے گی اس بار ہم اسی کی قربانی کریں گے سن لیا تم نے...... اب یہ رونا دھونا بند کرو۔" نادر کے کچھ بولنے سے پہلے ہی زوہاب سخت لہجے میں بول اٹھا۔ وہ مزید یہ ڈراما نہیں دیکھ سکتا تھا۔

"ایک تو اس لڑکی کا بار بار رونا شروع ہو جاتا ہے یہ نہیں چاہیے وہ نہیں چاہیے۔" بڑبڑاتے ہوئے وہ بکرے کو لیے آگے بڑھنے لگا جب ببلو چلا آیا۔

"بھائی...... آپ میری براؤن گائے لے آئے کیا؟" نادر اب اندر جا چکے تھے جبکہ رینو وہیں جبڑوں پر زور دیے کھڑی تھی اور آگ برساتی نظروں سے اس کالے بکرے اور زوہاب کو گھور رہی تھی۔

"نہیں بیٹا اس بار گائے نہیں آئے گی وہ اگلی بار سہی آپ کو تو ویسے بھی بکرے بہت اچھے لگتے ہیں ناں۔"

"اسے دیکھو کیسے پیار سے آپ آپ کہہ کے بات کر رہے ہیں اور مجھے کاٹ کھانے کو دوڑتے ہیں اف......" اس نے جل کر سوچا تھا۔

"ہاں مگر گائے......" ببلو ہولے سے بڑبڑایا اور رینو کی طرف دیکھا جو مرنے کے قریب تھی نہ سفید نہ براؤن آیا بھی تو بکرا وہ بھی کالا۔

"یہ بھی بہت پیارا ہے ہم اسے کہاں باندھیں گے......؟" ببلو کا موڈ تو ذرا بھر میں ہی ٹھیک ہو گیا تھا۔

"جہاں ہمیشہ باندھتے ہیں چلو آؤ۔" زوہاب جواب دیتا بکرا باندھنے چل پڑا جبکہ رینو یوں بیٹھی تھی جیسے اسے بھی باندھ دیا ہو۔

"کیا کیا سوچا تھا میں نے گائے کی قربانی اس کے شوربے میں ڈوبے پائے...... وہ چانپیں، کچے قیمے کے کباب آہا کیا سواد آتا مگر...... میری گائے۔" اس نے بھاں بھاں کر کے رونا شروع کر دیا۔

"یہ سارا کیا دھرا زوہاب بھائی کا ہے ضرور مجھ سے کوئی بدلہ لینے کے لیے انہوں نے ابا کو اپنی باتوں میں لگا کر بکرے کے لیے منالیا ہوگا ورنہ میری بات ابا نہ مانیں ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔" مگر ایسا ہو چکا تھا سو دل ایک بار پھر سے بھر آیا۔

"میں بھی دیکھتی ہوں کیسے کرتے ہیں یہ لوگ اس بکرے کی قربانی۔" رونا بند ہوا تو سازش نے دماغ میں گھر کرنا شروع کیا۔

"رینو...... کہاں ہو بھئی بیچارہ بکرا کب سے بولے جا رہا ہے جاؤ اسے پانی تو پلاؤ تمہارے ابا کھانا تو دے گئے تھے اسے۔" ٹی وی دیکھتی رینو کے کانوں میں حمیرا کی آواز پڑی مگر پھر بھی ڈھٹائی سے ٹی وی کے سامنے جمی رہی تھی۔

"رینو میں تم سے کچھ کہہ رہی ہوں۔" اپنے سر پر کھڑی حمیرا کی آواز پر اب کے وہ ہڑبڑائی۔

"کیا ہوا اماں اتنے غصے میں کیوں گھور رہی ہیں مجھے......"

"جاؤ جا کے پانی پلاؤ اپنے بکرے کو۔" وہ اب کہ بے زاری سے بولیں کیونکہ وہ ایک بار میں کچھ سنتی ہی کہاں تھی۔

"کیا کہا اماں میرا بکرا۔" وہ حیرت سے چلائی۔

"زیادہ بحث مت کرو جاؤ جو کہا ہے وہ کرو۔" وہ اس کی مزید کوئی بھی اول فول سنے بغیر وہاں سے ہٹ گئی تھیں۔

جبکہ وہ زور سے ریموٹ شیشے کی میز پر پٹختی اٹھی اور لان کی طرف چل پڑی جس کے دائیں جانب لگے اینٹوں اور کم گھاس والے حصے میں بکرا صاحب تشریف فرما تھے۔ اس سے چار فٹ دور کھڑی وہ پہلے تو اسے گھورتی رہی اور پھر تھک ہار کر برتن میں پڑا پانی اس کے آگے کر دیا تھا۔

"لو خود ہی پیو...... مجھ سے نہیں ہوتی تمہاری خدمتیں۔" وہ ناک سے مکھی اڑاتی ایک سائیڈ پہ ہو گئی۔ "کتنا مزہ آتا ناں اگر اس کی جگہ وہ سفید گائے ہوتی اور میں اسے کھانا کھلاتی پانی پلاتی باہر گھماتی اور مہندی لگاتی۔" وہ حسرت سے سوچتی رہی جب اسے اپنے قریب سے ببلو کی آواز سنائی دی۔

"رانی آپا اس کا نام کیا ہے؟" وہ نا جانے کب آٹپکا تھا۔

"بکرا......" وہ بیزاریت سے بولی۔

"اف میرا مطلب ہے جیسے آپ کا میرا ہم سب کا کوئی نہ کوئی نام ہے اسی طرح اس کا بھی تو کوئی نام رکھا ہوگا آپ نے بتائیں کیا ہے اس کا نام؟" وہ سر پہ ہاتھ مارتا بولا۔

"ارے ارے...... میں کیوں رکھنے لگی اس کا کوئی نام یہ میرا بکرا نہیں ہے ہو ہی نہیں سکتا یہ تمہارا اور تمہارے اس لاڈلے بھائی کا بکرا ہے سو تم لوگ ہی رکھتے پھرو نام میں جا رہی ہوں۔" وہ پیر پٹختی چل پڑی۔

"اچھا ایسا ہے تو پھر شیرو نام کیسا رہے گا۔" ببلو پرسوچ لہجے میں خود سے ہی ہم کلام تھا مگر جاتی ہوئی رینو کے کانوں میں اس کے الفاظ صاف پڑے تھے۔ لاؤنج میں آ کر وہ صوفے پر بیٹھ گئی تھی۔

"یہ پکڑو رینو یہ مٹر نکالو کبھی کوئی کام خود سے بھی کر لیا کرو سدا نکمی اور ہڈ حرام ہی رہنا ہے کیا۔" وہ ابھی سکون کی سانس بھی نہ لے پائی تھی کہ حمیرا نے مٹروں سے بھری ٹوکری اس کی گود میں رکھ دی۔

"اماں مجھ سے نہیں چھیلے جاتے یہ مٹر وٹر۔"

اس نے منہ بسورتے ہوئے ٹوکری پرے کھسکانی چاہی مگر حمیرا کی تیوری دیکھ کر وہیں رک گئی۔

"کیا مصیبت ہے چھیل رہی ہوں۔" وہ بڑبڑائی۔

"مصیبت تو تب کہنا جب سسرال میں کوئی کام ڈھنگ سے نہیں کر پاؤ گی دیکھنا پھر یہی ماں تمہیں یاد آئے گی جو ہر وقت کہتی رہتی ہے کہ تھوڑے ہاتھ پیر ہلا لیا کرو کچھ کر لیا کرو۔"

"تو کیا ہے اماں...... ہلاتی تو ہوں ہاتھ پیر پھر آپ لوگ ہی کہتے ہو کہ رینو ٹک کر کہیں بیٹھ بھی جایا کرو۔" وہ سست روی سے مٹر سے دانے نکالتی بولی تو حمیرا نے اپنا سر پیٹ لیا۔

"چچی اماں کہاں ہیں؟" لاؤنج کے دروازے سے اندر آتے ہوئے زوہاب نے پوچھا۔ وہ ابھی آفس سے لوٹا تھا۔

"بیٹا آپا تو سو رہی ہیں۔" وہ مسکرا کر گویا ہوئیں۔

"بس...... بس یہیں پہ تو مجھے تپ چڑھتی ہے کہ میری اماں پورے خاندان سے شیریں بن کے بات کریں گی مگر میری شکل دیکھتے ہی ان میں ہلاکو خان کی روح آ جاتی ہے۔"

"یہ تم کیا منہ ہی منہ میں بڑبڑا رہی ہو۔" رینو کی بڑبڑاہٹ ان کے کانوں تک پہنچی مگر لفظوں کی سمجھ میں نہ آئی۔

"کچھ نہیں اماں...... کبھی تو مجھ پہ نظر رکھنا بند کر دیا کریں۔" وہ تنگ ہوتی رخ پھیر گئی کیونکہ عادت کے ہاتھوں مجبور ہو کر اب اس نے بڑبڑانا تو تھا ہی سو بہتر تھا کہ رخ پھیر لے۔ "اچھا ٹھیک ہے تیز ہاتھ چلاؤ۔" وہ کہتیں کچن میں چلی گئیں۔

"کیا کر رہی ہو ڈیئر کزن......" زوہاب نے فرصت سے بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"بڑے آئے ڈیئر کزن کے کچھ لگتے۔" پھر وہی بڑبڑاہٹ۔

"مٹر چھیل رہی ہوں کھائیں گے کیا؟" رینو نے تپی ہوئی مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا۔

"ضرور مگر...... کیا تم نے مٹر چھیلنے سے پہلے ہاتھ دھوئے تھے؟" اس نے مسکرا کر پوچھا۔

"کیا مطلب ہے آپ کا کہ میں گندی ہوں صفائی سے کام نہیں کرتی۔" اس نے مٹر دونوں ہاتھوں میں پکڑ لیے جیسے ہاتھوں میں مٹر نہیں بلکہ زوہاب کی گردن ہو۔

"میرا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے میں تو بس یہ کہنا چاہ رہا تھا کہ اگر ہاتھ صاف ہیں تو پھر وہ کیا لگا ہے تمہارے ہاتھ پہ؟" زوہاب نے انگلی سے رینو کے دائیں ہاتھ کی پشت کی طرف اشارہ کیا۔ اس کے اشارے کی سمت دیکھتے ہوئے جب رینو کی نظر اپنے ہاتھ کی پشت پہ پڑی تو چیخ مارتی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ گود میں پڑی ٹوکری اب فرش پر اوندھے منہ پڑی تھی جس سے مٹر نکل کر ارد گرد پھیل چکے تھے۔

"ہائے ربا کیا ہو گیا۔" حمیرا بے اختیار دل پر ہاتھ رکھتیں کچن سے برآمد ہوئی تھیں۔

"کچھ نہیں چچی بس آپ کی بہادر بیٹی ایک چھوٹے سے کیڑے سے ڈر گئی۔" زوہاب نے مزے سے صوفے کی بیک سے ٹیک لگاتے ہوئے رینو کی اڑی ہوئی رنگت کو انجوائے کرتے ہوئے بتایا جواب اپنے ہاتھ کی پشت کو دیکھ رہی تھی۔ اس کے ہاتھ کی پشت پر سبز رنگ کا چھوٹا سا کیڑا تھا جو کہ اب فرش پر گرا رقص کر رہا تھا۔ رینو نے اسے دیکھ کر کپکپی لی اور ہاتھ دھونے سنک کی طرف بھاگی۔

"پتا نہیں کیا بنے گا اس لڑکی کا۔" وہ بس افسوس سے سر ہلا کر رہ گئیں۔

"آپ بے فکر رہیں چچی...... کچھ نہ کچھ تو بن ہی جاؤ گا اس لڑکی کا۔" وہ بھی رینو کی طرح بڑبڑا کر ہی رہ گیا جبکہ حمیرا گرے ہوئے مٹر اور دانے اٹھا کر ٹوکری میں رکھنے لگیں۔ زوہاب نے بھی ان کی مدد کروائی تو وہ ٹوکری لیے کچن میں چلی گئیں جانتی تھیں کہ اب چاہے کچھ بھی ہو جاؤ رینو مٹروں کی شکل تک نہیں دیکھے گی۔

"ہاں تو ڈیئر کزن دھو آئی ہاتھ۔" کچھ ہی دیر بعد وہ واپس آئی تو زوہاب اپنی مچلتی ہوئی مسکراہٹ دباتا ہوا بولا۔

"آپ بہت برے ہیں زوہاب بھائی۔" وہ ناراضی سے بولی۔

"برا ہوں پھر بھی لڑکیاں مرتی ہیں مجھ پر۔" وہ فرضی کالر اکڑاتے ہوئے بولا۔

"اللہ رحم کرے ان لڑکیوں پر۔" وہ ہولے سے بولی تھی مگر زوہاب سن چکا تھا تب ہی مسکراہٹ اور بھی گہری ہوئی۔

"ویسے تمہیں میرا تحفہ کیسا لگا......؟" اس نے قریب آ کر پوچھا تو وہ ناسمجھی سے اس کو دیکھنے لگی تھی۔

"ارے میرا مطلب ہے کہ بکرا کیسا لگا؟"

"پتا نہیں۔" وہ نروٹھے پن سے رخ پھیر گئی۔

"تمہیں سفید رنگ اتنا ہی پسند تھا تو پہلے بتا دیتی میں کچھ بھی کرتا مگر سفید بکرا ضرور لے کر آتا۔" کتنا اپنائیت بھرا انداز تھا۔ وہ کچھ نہیں بولی تھی۔

"کیا سوچ رہی ہو رینو۔"

"جو بھی سوچوں آپ کو کیا...... ہونہہ۔" نخوت سے کہتے ہوئے اس نے ٹی وی کا ریموٹ پھر سے اٹھا لیا تھا۔

"ہاں بھلا مجھے کیا۔" زوہاب بھی لاپروائی سے شانے اچکاتا چلا گیا تھا۔

❁☆☆☆❁☆☆☆❁

عید آنے میں ابھی دو ہفتے باقی تھے مگر جیسے جیسے دن گزر رہے تھے رینو کا منہ اور بھی اترا اترا جا رہا تھا۔ جو اس نے مانگا تھا وہ تو اسے ملا نہیں جب جب بکرے کو دیکھتی دل جل اٹھتا تھا۔

"یوں منہ پھلائے کیوں بیٹھی ہو رینو...... لوگ تو قربانی کے جانور کو اتنی محبت دیتے ہیں اتنا خیال رکھتے ہیں کھلاتے پلاتے اور گھماتے ہیں مگر ایک تم ہو کہ دور دور سے اسے تکتی رہتی ہو کبھی پاس جا کے اس کا حال احوال ہی پوچھ لیا کرو بیچارہ خوش ہی ہو جاؤ گا۔" زوہاب ایک بار پھر اس کو تپاتا لاؤنج کی جانب بڑھ گیا جبکہ وہ پیچھے خونخوار نظروں سے اسے گھورتی رہی مگر پھر نظروں کا زاویہ بدلا غصے بھری

نگاہوں میں شدید قسم والی محبت کا سمندر ٹھاٹھیں مارنے لگا اور پھر ایک دم سے وہ چلا اٹھی۔ ''ہائے بکرا..... میرا پیارااااا بکرا.....''

''کتنا برا بھلا کہا تمہیں' نہیں بلکہ اسے جو تمہیں لایا..... آئی ایم سوری' زوہاب بھائی صحیح کہتے ہیں مجھے تمہیں کھلانا چاہیے پلانا چاہیے اور اور اور..... گھمانا بھی چاہیے' لو کھاؤ..... ارے کھاؤ ناں۔'' وہ زبردستی اسے کھلانے لگی۔ ''اچھا اور نہیں کھانا کیا چلو ٹھیک ہے آؤ تمہیں باہر کی سیر کروا کرلاؤں۔'' انداز معانی خیز تھا۔ بکرا میں میں کرنے لگا شاید سیر کا سن کر خوش ہوا تھا یا رینو کے چہرے کے عجیب خطرناک رنگوں کو دیکھ کر خوفزدہ۔ رینو نے اس کی رسی کھولی اور بولی۔

''چل میرے بکرے انوکھی سیر کے لیے تیار ہو جا۔'' اور پھر وہ بیرونی گیٹ عبور کرگئی۔

کالونی کی کشادہ سبزے سے ڈھکی گلی میں چلتی وہ آخر تک آئی گردن گھما کے دائیں بائیں بنے بڑے بڑے بنگلے نما گھروں کو دیکھا گلی بالکل سنسان تھی۔ رینو کے لبوں پہ شیطانی مسکراہٹ دوڑ گئی۔ اس نے ایک دم سے رسی چھوڑی اور بولی۔

''جا بکرے جا جی لے اپنی زندگی..... مگر مڑ کے میرے گھر مت آئیو اوکے' چل چل شاباش بھاگ جا آج سے تو آزاد ہے۔''

بکرا یہاں وہاں ہونقوں کی طرح دیکھتا دھیرے دھیرے آگے بڑھنے لگا۔ رینو نے طویل سانس لی ہاتھ جھاڑے اور واپس چل پڑی۔ گھر میں معمول کے مطابق نیم خاموشی تھی۔ حمیرا چاول چن رہی تھیں' زوہاب آنکھیں موندے صوفے کی بیک سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا جبکہ حمیرا ملازمہ پہ چھت سے سوکھے کپڑے لانے کا آرڈر جاری کررہی تھیں۔ حامد (تایا ابا) فون پر کسی سے بات کرتے ہوئے ان سے ذرا فاصلے پر بیٹھے تھے جبکہ دادا اپنا حقہ لیے لاؤنج میں دھواں اڑا رہے تھے' نادر گھر پر نہیں تھے جبکہ ببلو بھی غائب تھا۔ وہ زبردستی کی شرمندگی چہرے پر لاتی سر جھکائے لاؤنج میں داخل ہوئی۔ پہلی نظر اس پہ حمیرا کی پڑی تو بول اٹھیں۔

''یہ تمہیں کیا ہوگیا یوں مجرموں کی طرح سر جھکائے کیوں کھڑی ہو..... پھر سے کوئی الٹا کارنامہ سرانجام دے کر آئی ہو؟'' وہ فوراً ہی آنکھوں میں آنسو لے آئی تھی۔

''اماں..... تائی اماں' تایا ابا' دادا' زوہاب بھائی وہ..... وہ اصل میں.....'' اس نے نظریں اٹھا کے ایک نظر دیکھا کسی کا نام لینا بھول تو نہیں گئی مگر نہیں سب ہی پورے تھے جبکہ سب اپنے اپنے نام کی پکار پر اس کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔

''وہ بات یہ ہے کہ.....''

''کیا وہ وہ لگا رکھی ہے' جو بولنا ہے جلدی بولو ناں۔'' حمیرا زچ ہوئیں۔

''اماں وہ..... بکرا بھاگ گیا۔'' آخر میں وہ ایک دم سے بولی تو زوہاب اور حامد ایک دم اٹھ کھڑے ہوئے۔ دادا صاحب کو تو کھانسی لگ گئی اس اچانک خبر پر جبکہ حمیرا کے چاول چنتے ہاتھ وہیں تھمے تھے اور حمیرا تو گویا یوں تھیں کہ ہونہ ہو رینو یہ تیرا ہی کام ہے بچے تو میں چھوڑوں گی نہیں مگر ان کے کچھ بولنے سے پہلے ہی زوہاب بول اٹھا۔

''کیسے بھاگ گیا یار.....؟''

''ٹانگوں سے زوہاب بھائی ٹانگوں سے۔'' کہنے کے ساتھ ساتھ رینو نے دو انگلیوں کو بھگاتے ہوئے دکھایا تو وہ جھنجھلایا۔

''رینو سچ سچ بتاؤ کہاں ہے بکرا..... ورنہ بہت برے سے پیش آؤں گی۔'' حمیرا اسے کڑی نظروں سے گھورتی پوچھنے لگیں۔

''اماں کیا ہوگیا ہے اپنی بیٹی پر شک کررہی ہیں آپ..... مجھے کیا پتا کہاں گیا۔'' اس نے انتہا کی معصومیت چہرے پر سجائے صفائی سے جھوٹ بولا۔

''ہاں کررہی ہوں میں تم پہ شک اب جلدی سے بتادو ورنہ ذرا لحاظ نہیں کروں گی میں۔'' وہ ایک لمحے کو خوف زدا تو ہوئی مگر جب بولی تو یہ کہ..... ''میں تو بس اسے گھمانے

لے کر گئی تھی زوہاب بھائی نے ہی کہا تھا اسے گھماؤ پھراؤ یہی کیا میں نے مگر اماں وہ مجھ سے رسی چھڑوا کر بھاگ نکلا میں اس کے پیچھے بھاگی مگر وہ پوری طرح سے میرے ہاتھ سے نکل چکا تھا اور پھر...... ارے یہ زوہاب بھائی کہاں گئے۔" بولتے بولتے اس نے نظریں زوہاب کی طرف دوڑانا چاہیں تو وہ وہاں تھا ہی نہیں شاید اس کی بات شروع ہوتے ہی باہر بھاگ گیا تھا۔

"رینو...... رینو تمہارا میں کیا کروں کب عقل آئے گی تمہیں اگر اتنا ہی دل تھا اسے گھمانے کا تو کسی کو ساتھ لے جاتی۔" حمیرا شدید زچ ہوتیں اپنا سر پیٹ گئیں۔

"اماں مجھے کیا پتا تھا کہ وہ بھاگ جائے گا مگر...... نہیں آپ سب کا صرف مجھ پہ ہی بس چلتا ہے ہر وقت ڈانٹتے ہی رہا کریں مجھے۔" وہ روہانسی سی ہوتی سیڑھیاں چڑھنے لگی تھی۔

"بس بھی کر دیا کرو حمیرا...... بچی ہے ہو جاتی ہیں غلطیاں جان بوجھ کر تھوڑی نہ کیا ہے اس نے مل جائے گا بکرا فکر نہ کرو۔" دادا صاحب بولے تو حمیرا چپ کر گئیں۔

وہ کمرے میں آئی تو دروازہ بند کر کے "یاہو" کا نعرہ لگاتی بیڈ پر چڑھ گئی اور اچھلنے لگی "گیا بکرا ارے گیا بکرا۔" وہ لہرا لہرا کر بولنے لگی مگر اچانک سے ایک جانی پہچانی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔

"میں میں۔" اچھلتی ہوئی وہ دھڑام سے بیڈ پہ گری اور دھاڑیں مار مار کر رونے لگی۔

"رینو رینو......" زوہاب اس کو پکار رہا تھا۔

"اللہ جی کہیں بکرے نے میری شکایت تو نہیں لگا دی۔" اس نے دل میں سوچا۔

"رینو نیچے آؤ......" آواز ایک بار پھر پڑی تو اپنی بے وقوفانہ سوچ کو ترک کرتی وہ جلدی میں الٹی چپل پیروں میں اڑاستی نیچے آئی تھی۔

"جی زوہاب بھائی......" وہ انجان بنی پوچھنے لگی۔

"بکرا مل گیا ہے رینو۔" زوہاب نے دروازے کے پار بکرے کی طرف اشارہ کیا تو رینو "ہائے اللہ جی۔" مصنوعی خوشی سے چلا اٹھی۔

"کہاں سے ملا یہ آپ کو......؟" دل میں اٹکا سوال زبان پہ آیا۔ "مجھے نہیں بلکہ ببلو کو ملا ہے باہر ہی تھا یہ...... جب میں نکلا تو یہ بکرے کے ساتھ آتا دکھائی دیا تم مزید شرمندہ نہ ہوتی رہو تو سوچا تمہیں فوراً بتادوں۔"

"تم تو مر ہی جاؤ ببلو کے بچے۔" رینو نے دانت کچکچائے۔

"تمہیں خوشی ہوئی ناں اسے دیکھ کر؟" زوہاب اب کہ اس کے چہرے پر نظریں گاڑے اسے بغور دیکھ رہا تھا۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں بہت خوشی ہوئی میں مل کر آتی ہوں۔" یہ کہتی ہوئی وہ دروازے سے باہر آئی اور تقریباً کھا جانے والی نظروں سے ببلو کو گھورتے ہوئے دیکھا اور ایک ہی جھپٹے سے اس سے رسی لی اور بکرے کو باندھنے چلی گئی۔

"آپا رہنے دیں آپ...... میں باندھ لیتا ہوں ایسا نہ ہو کہ آپ کے ہاتھوں بکرا پھر سے فرار ہو جائے بہت چکمے باز لگتا ہے یہ تو مجھے۔" ببلو معنی خیز انداز میں بولا مگر اس نے کچھ خاص توجہ ہی نہ دی۔

"لو پکڑو مجھے بھی کوئی شوق نہیں ہے تم ہی باندھو۔" رینو نے رسی اس کے ہاتھ میں تھمائی وہ دکھاوا تو بس گھر والوں کو دکھانے کے لیے تھا ورنہ اس کا کون سا دل مچلا جا رہا تھا بکرے کے لیے۔

❁☆☆☆❁☆☆☆❁

نیند میں ڈوبی آنکھیں ملتی وہ سیڑھیاں اتر رہی تھی جب سیڑھیوں کے بالکل ساتھ بنے حمیرا کے کمرے کے آدھ کھلے دروازے سے اسے اپنے نام کی پکار سنائی دی تو وہ اپنی متجسس فطرت کے باعث بے اختیار وہیں ٹھہر گئی۔

"گھر کی بچی ہے دیکھی بھالی ہے تم کیا کہتے ہو۔" حمیرا زوہاب سے گھر کی بچی کے بارے میں رائے لے رہی تھیں جبکہ گھر کی بچی پر زوہاب کا ماتھا ٹھنکا۔

"گھر کی بچی مطلب رینو...... اماں آپ رینو کی بات کر رہی ہیں۔" وہ حیران ہوا تھا اتنا جتنا ہو سکتا تھا۔

"ہاں تو اور کس کی کر رہی ہوں۔"

"توبہ ہے اماں...... کیا ہوگیا ہے آپ کو آپ اس طوفان کو میرے سر پر مسلط کرنے کا سوچ بھی کیسے سکتی ہیں وہ لڑکی ہر دومنٹ بعد کوئی نہ کوئی الٹا سیدھا کارنامہ سر انجام دے کر گھر بھر کی ملامتیں اکٹھی کرتی ہے اس کم عقل نکمی لڑکی کو آپ میری بیوی بنانے کا سوچ رہی ہیں...... نو نیور میں اس پاگل کو اپنی لائف پارٹنر کے طور پر ایکسیپٹ کر ہی نہیں سکتا...... پوری افلاطون ہے وہ تو اماں مجھے ہر جگہ اپنی انسلٹ نہیں کروانی۔" وہ اور بھی جانے کیا کچھ بولے جا رہا تھا۔ رینو کو لگا کسی نے گرم کھولتا پانی اس پہ انڈیل دیا ہو اور وہ گرم پانی ہی تو تھا جو اس کی آنکھ کے کنارے سے ہوتا چہرے پر لکیر چھوڑتا جا رہا تھا۔

"کیا میں اتنی بے وقعت ہوں...... کیا میں واقعی پاگل ہوں جو وہ مجھے اپنے لائق نہیں سمجھتے؟" دل نے سوال کیا تھا۔

"اب ایسی بھی بات نہیں ہے زوہاب...... مانا کہ بہت شرارتی ہے ٹک کر بیٹھتی نہیں کافی بچپنا ہے اس میں...... مگر اس کی عمر بھی تو دیکھو انیس سال کی ہے ابھی اور ہم کون سا تمہاری آج ہی شادی کر رہے ہیں کچھ وقت گزرنے دو خود ہی سمجھدار ہو جائے گی اور تمہارے رعب میں دیکھو کیسے آجاتی ہے ویسے سمجھدار نہ ہوئی تو تمہارے ساتھ رہ کر تو ہو ہی جائے گی۔" وہ اسے منانا چاہ رہی تھیں۔

"اماں مجھے اور بھی بہت سے کام ہیں اس پہ رعب جھاڑنے کے علاوہ...... اور ویسے بھی میں نے کوئی ٹھیکہ نہیں لے رکھا اسے سدھارنے کا بیوی لانی ہے کوئی بگڑی ہوئی اسٹوڈنٹ نہیں جسے ٹیچر بن کے ہر وقت سمجھاتا رہوں ڈانٹتا رہوں بالفرض ایسا کر بھی لیتا ہوں تو کوئی فائدہ بھی تو ہو کیونکہ اس پہ تو کوئی اثر ہی نہیں ہوتا وہ تو ہے ہی سدا کی ڈھیٹ ہڈی۔" وہ بیزاریت اور ناپسندیدگی سے بول رہا تھا۔

"اتنی ڈھیٹ بھی نہیں ہے جتنا تم کہہ رہے ہو پیار سے سمجھ جاتی ہے، بہت تمیز دار بچی ہے۔" حمیرا نے اسے سمجھانا چاہا تھا۔

"بالکل اماں بچی ہے اور اس نے بچی ہی رہنا ہے برائے مہربانی آپ اس ڈفر کو میرے گلے مت ڈالیں مجھے سلجھی ہوئی، کم بولنے والی، میچور اور گھریلو لڑکی چاہیے نا کہ اس رینو جیسی ناک میں دم کیے رکھنے والی، بچکانہ حرکتیں کرنے والی پھوہڑ لڑکی۔" مزید اس سے سنا ہی نہ گیا وہ غصے اور دکھ سے تیز تیز قدم اٹھاتی لاؤنج کی طرف بڑھ گئی تھی۔ رینو کے سماعت میں اپنی دوستوں کی باتیں گردش کر رہی تھیں۔

"ہائے رینو...... کتنا ہینڈسم کزن ہے تمہارا لڑکی کتنی خوش قسمت ہو، تم میری مانو تو ایسے ہینڈسم بندے کو اپنے قابو میں کر لو یہ نہ ہو کوئی اور لے اڑے اسے ویسے بھی اس جیسے بندے پہ تو ہر دوسری لڑکی فدا ہو جاتی ہوگی۔"

زوہاب اکثر اسے کالج سے پک کرنے آجاتا تھا اور ایسے میں اس کی دوستیں اسے دیکھ دیکھ کر ایسی ٹھنڈی آہیں اور اس کے کان بھرتی تھیں کہ رینو جل کر رہ جاتی اور تپ کر کہتی اتنے ہی پسند آگئے ہیں تو تم لوگ ہی رکھ لو دنیا جہاں کے اکڑو اور بد دماغ انسان کو میں تو کبھی اپنے پلے باندھنے کا نہ سوچوں مگر سچ تو یہ تھا کہ ان لڑکیوں کی باتوں نے اس کا دل و دماغ کہیں نہ کہیں زوہاب کی طرف موڑ ضرور دیا تھا۔ وہ خیالوں ہی خیالوں میں خود کو زوہاب کے ساتھ دیکھنے لگی تھی مگر جب جب وہ اس پر غصہ کرتا رعب جھاڑتا تب تب اس کی یہ خواہش ٹوٹ کر چکنا چور ہو جاتی مگر آج تو زوہاب نے حد ہی کر دی تھی۔ اس نازک سے دل کی لڑکی کے دل کو توڑ دیا تھا۔ وہ روتی ہوئی کب بکرے کے پاس آ بیٹھی اسے پتا ہی نہ چلا۔

"تمہیں پتا ہے آج انہوں نے میرے بارے میں کیا کہا بلکہ یہ پوچھو کہ کیا کیا نہیں کہا میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ وہ مجھ سے اتنے تنگ ہیں مجھ سے اتنی خار کھاتے ہیں۔" وہ اپنا دل اس کے سامنے ہلکا کر رہی تھی اور کھڑے ہو کر ادھر ادھر تکتا بکرا اس کے پاس بیٹھ گیا اور خاموشی سے اسے سننے لگا۔

"انہوں نے کہا میں پاگل ہوں...... تم ہی بتاؤ کیا میں پاگل ہوں......؟" لمحے بھر کے لیے اس نے رک کر بکرے کی طرف دیکھا جس نے نفی میں سر ہلا دیا۔ یوں جیسے سر سے مکھیاں اڑا رہا ہو رینو کو تسلی ہوئی کہ وہ نا صرف اس کی بات سن رہا ہے بلکہ جواب بھی دے رہا ہے۔

"لیکن انہوں نے مجھے پاگل کہا نہ صرف پاگل ڈفر، کم عقل، نکمی، پھوہڑ طوفان اور بہت بولنے والی بھی، کیا میں بہت بولتی ہوں......؟" رینو کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔ "اور یہ بھی کہ میں ان کے لیے بے عزتی کا باعث ہوں۔" یہ آخری جملہ بولتے ہوئے اس کی آواز کچھ زیادہ ہی بھرا گئی تھی وہ حقیقی معنوں میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"بہت بڑے ہیں وہ...... کیا سمجھتے ہیں خود کو کہ وہ نہیں ملیں گے تو مر جاؤں گی ہونہہ...... رینو کسی کے لیے نہیں مرتی بڑے آئے مجھے ریجیکٹ کرنے والے مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا ان کی ریجیکشن سے میری بلا سے جس سے مرضی شادی کریں سنا تم نے مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" وہ بکرے کے کان کے قریب ہو کر چلائی تھی گویا زبردستی اس کے کانوں میں اپنے الفاظ انڈیلنے کی کوشش کر رہی ہو۔ بکرے نے ایک دم سر گھما کر اپنی بڑی بڑی کنچے جیسی بھوری آنکھوں سے اسے دیکھا اور پھر اس کے سامنے اٹھا ہوا سر جھکا گیا گویا اقرار کیا تھا کہ وہ سن رہا ہے سب سن رہا ہے۔

"رینو کوئی گری پڑی نہیں ہے میری بھی کوئی عزت ہے بلکہ بہت عزت ہے اب میں انہیں بتاؤں گی کہ رینو اصل میں ہے کیسی...... ہونہہ بڑے آئے نواب کے بچے۔"

اس نے ناک سے مکھی اڑائی سوں سوں کرتے ہوئے آنسو صاف کیے اور اٹھ کھڑی ہوئی جانے سے پہلے ایک نظر بکرے کی طرف دیکھا جو ابھی تک سر جھکائے ہوئے تھا شاید رینو سے ڈرتا تھا یا واقعی اس کی عزت کرتا تھا مگر رینو کو اس پل وہ بہت اچھا لگا تھا۔ وہ ممنونیت بھری نظروں سے اسے دیکھے گئی۔ کبھی کبھی دل کا غم ہلکا کرنے کے لیے بے جان چیزوں تک کا سہارا لینا پڑتا ہے جو ہمیں چپ کر کے سنیں یہ تو پھر بھی جاندار تھا اس کی زبان نہ سمجھ سکتا تھا نہ ہی بول سکتا تھا تو پھر کیا ہوا اسے خاموشی سے سن تو سکتا تھا ناں۔ رینو کا دل قدرے ہلکا ہوا تھا۔ وہ پیار سے بکرے کے دونوں کان کھینچتی "اتنے برے بھی نہیں ہو تم۔" کہتی ہوئی واپس اندر چلی گئی تھی۔ اندر قدم رکھا ہی تھا کہ کمرے سے نکلتا زوہاب دکھائی دیا۔ ایک زخمی نگاہ اس پر ڈال کر وہ آگے بڑھ گئی زوہاب بھی اس کی طرف دیکھ چکا تھا۔ رینو کی سرخ جلتی آنکھوں کو دیکھ کر اسے بے چینی سی ہوئی تھی مگر چپ ہی رہا تھا۔

رات کے کھانے پہ حمیرا خوشی خوشی سب کو بتا رہی تھیں کہ آج کھانے میں رینو نے اس کی کتنی مدد کروائی ہے۔

"ارے واہ یہ سورج آج کہاں سے نکل آیا...... بھئی مجھے تو رینو سے گھر کے کاموں کی بالکل توقع نہیں تھی۔" زوہاب نے ہلکے پھلکے شرارتی لہجے میں مصنوعی حیرت ظاہر کی تو سب ہنس پڑے جبکہ رینو کا دل اندر تک چھلنی ہو گیا تھا۔

"امید تو مجھے بھی آپ سے نہیں تھی کہ آپ مجھے اتنا نالائق اور پھوہڑ سمجھتے ہیں۔" اس کو کھانا سرو کرتے ہوئے رینو نے ہولے مگر کاٹ دار لہجے میں طنز کیا جس پر زوہاب نے ایک جھٹکے سے سر اٹھا کر اس کی آنکھوں میں جھانکا جہاں صبح والا زخمی پن تھا جبکہ رینو نے نظریں تک ملانے کی زحمت نہ کی اور باقیوں کو روٹیاں دینے لگی۔ آج سے پہلے وہ صرف مزے سے بیٹھ کر کھاتی تھی مگر آج نہ صرف کھانا بنانے میں سر توڑ مدد کی بلکہ سب کو سرو بھی کر رہی تھی۔ زوہاب وقفہ وقفہ سے رینو کو دیکھ رہا تھا جو آج معمول کے برعکس بالکل نہیں بول رہی تھی اور ٹھیک سے کھا بھی نہیں رہی تھی مگر کسی کا دھیان اس کی طرف نہیں تھا سوائے زوہاب کے اور پھر روز کا یہی معمول بن گیا۔ رینو کی کالج سے چھٹیاں تھیں مگر اپنی دیر تک سونے کی عادت کے برعکس وہ صبح صبح ہی اٹھ جاتی تھی اور حمیرا کے ساتھ مل کر

ان کا ہاتھ بٹاتی کام سیکھتی، کام والی کے سر پر کھڑے ہو کر صفائی کرواتی۔ گھر بھر اسے یوں دیکھ کر بہت خوش تھا مگر کسی نے وجہ جاننے کی کوشش نہیں کی تھی سوائے زوہاب کے جو جانتا تھا کہ وہ خود بخود سدھر جائے وہ بھی یوں اچانک یہ ہو نہیں سکتا ضرور کوئی وجہ ہے اس کے پیچھے اور وہ وجہ وہ جانتا تھا۔

"رینو تم اتنا کیسے بدل گئی ہوں...... نا پہلے کی طرح شور مچاتی ہو نا کوئی شرارت کرتی ہو، نا کوئی توڑ پھوڑ۔" آخری لفظوں پہ وہ ہلکے سے ہنسا تھا۔

"جب مان ٹوٹتا ہے تو چیزیں اور انسان یوں ہی پلٹا کھا جاتے ہیں۔" اور اتنا بول کر وہ رکی نہیں بلکہ باہر بکرے کے پاس چلی آئی جبکہ اپنے پیچھے زوہاب کو اپنی بات کی گہرائی میں غوطہ کھانے کے لیے چھوڑ آئی تھی۔ زوہاب نے سختی سے آنکھیں میچیں رینو کی بات اندر کہیں بہت اندر زور سے لگی تھی۔ وہ یہ بھی نوٹ کر رہا تھا کہ وہ آج کل اس بکرے کے پاس کچھ زیادہ ہی رہنے لگی ہے جسے وہ کتنا ناپسند کرتی تھی یعنی وہ سب دکھاوا نہیں کر رہی تھی بلکہ واقعی بدل گئی تھی۔

"میں نے کبھی ان کے بارے میں اس نظریے سے نہیں سوچا شیرو۔" بے اختیار اس کے منہ سے شیرو نکلا تھا اور ہاتھ اس کی پیٹھ پر ٹھہر سا گیا۔ "مگر میرے دل نے سوچا تھا کہیں دور اندر میرا دل ان کے لیے دھڑکتا تھا مگر انہوں نے اس دھڑکن کو اپنے لفظوں کے کانٹوں سے مسل کر رکھ دیا گلا ہی گھونٹ دیا میرے جذبات کا...... میں بچی نہیں ہوں شیرو میں کم عقل بھی نہیں ہوں میں سب سمجھتی ہوں بس لاپرواہ ہوں اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ اس قدر سخت لفظوں میں میری ذات کی پہچان کروائیں۔" اس کی آواز بھرا گئی بلکہ لڑکھڑا گئی۔ آنکھ سے آنسو ٹوٹا اور بکرے کی پیٹھ پر جا گرا۔

"اتنا کچھ کہہ دیا انہوں نے میرے بارے میں مگر...... پھر بھی میرے دل کی مسند پہ بیٹھا وہ شخص اترتا کیوں نہیں ہے مجھے ان کی باتوں کا دکھ ہے، بہت غصہ ہے مگر پھر بھی دل ان ہی کے لیے کیوں مچلتا ہے جب یہ سوچتی ہوں کہ وہ اپنی زندگی میں کسی اور لڑکی کو شامل کریں گے تو دل ڈوب سا جاتا ہے۔" وہ بکرے کے قدموں میں بیٹھی تو بکرے نے اس کے کندھے سے سر جوڑ دیا اور اس کا ہمدرد بن گیا۔

"دیکھو تو میری سیلف ریسپیکٹ ابھی بھی دل کہتا ہے کہ اس کے ساتھ پہلے سی ہو جاؤ اس سے باتیں کیا کرو مگر نہیں انہوں نے میرا دل توڑا ہے اب چاہے کچھ بھی ہو میں ان سے کبھی بات نہیں کروں گی انہیں میں پسند نہیں ہوں بری ہوں نکمی پاگل ان کی بے عزتی کا باعث بنتی ہوں ناں تو پھر یوں ہی سہی۔" وہ بے رحمی سے اپنی آنکھیں ملتی آنسو پونچھتی اٹھی۔ "ایک بات بولوں شیرو......؟" وہ جاتے جاتے رک کر اس کے پاس آئی تھی۔ "یہ باتیں راز ہیں اور راز ہی رہنی چاہئیں تم کسی کو بتاؤ گے تو نہیں ناں، میں جانتی ہوں تم کسی کو نہیں بتاؤ گے کیونکہ تم میرے دوست ہو شیرو اور بہت اچھے ہو۔"

"یہ آپ کا دوست کب سے بن گیا بھلا......؟" ببلو ایک دم سے آٹپکا۔

"تم کب آئے......؟" رینو نے اس کے چہرے سے کھوجنا چاہا کہ اس نے کچھ سنا تو نہیں ہے۔

"تب ہی جب آپ اسے اپنا دوست کہہ رہی تھیں مگر یہ آپ کا نہیں میرا دوست ہے اور اس کا نام بھی میں نے رکھا تھا تو آپ اسے شیرو کیوں کہتی ہیں۔" وہ برا منا گیا تھا۔ رینو کچھ بھی نہ بولی بلکہ چپ چاپ اندر چلی گئی جبکہ ببلو حیران کھڑا رہا کہ آپا نے کوئی بحث کیوں نہیں کی۔

"چلو ہیرو تمہیں سیر کروا کے لاؤں۔" وہ بکرے کی پیٹھ تھپتھپاتا بولا تو اس نے رخ پھیر لیا یوں جیسے اسے ببلو کا خود سے بے تکلف ہونا پسند نہ آیا ہو۔ شام ہوئی تو زوہاب چہرے پر خوش گواری لیے لاؤنج میں داخل ہوا اور رینو کو آوازیں دینے لگا۔ رینو ہاتھ میں چھری لیے جس سے غالباً وہ سبزی کاٹ رہی تھی کچن سے نمودار ہوئی۔

"جی فرمائیں......" وہ خود کو بے انتہا مصروف ظاہر

کرتی ہوئی بولی تھی جبکہ زوہاب اس کی مصروفیت کو خاطر میں لائے بغیر اس کا ہاتھ پکڑے لاؤنج کے دروازے کی طرف بڑھا۔

"کہاں لے جارہے ہیں آپ مجھے...... ہاتھ چھوڑیں میرا۔" اس نے ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑوایا اور اسی دوران چھری کی نوک زوہاب کی ہتھیلی پر لگی تھی مگر نا رینو نے دیکھا نا زوہاب نے پرواہ کی بلکہ زوہاب کی حیرت تو سوا تھی۔ اگرچہ اس کے ہاتھ پکڑنے سے رینو کی دھڑکنیں بے ترتیب ہوئی تھیں مگر اس کا زوہاب پہ غصہ ابھی تک قائم تھا۔

"میں تو بس تمہیں تمہارا سرپرائز دکھانا......" وہ باقی کی بات ادھوری ہی چھوڑ گیا۔ وہ ابھی تک رینو کے غصے اور جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑوانے پہ حیران تھا۔ "رینو بات تو سنو......" وہ واپس کچن کی طرف بڑھی بغیر اس کی سرپرائز والی بات پہ توجہ دیے تو زوہاب نے پکارا وہ یکدم پلٹی اس کے قریب آئی اور ایک ایک لفظ چباتی ہوئی بولی۔

"رانیہ نام ہے میرا...... آئندہ مجھے رینو کہنے کی زحمت مت کیجئے گا ویسے بھی رینو تو پاگل کم عقل نکلی تھی ناں مگر رانیہ نہیں۔" وہ نا چاہتے ہوئے بھی بہت کچھ جتاتی پلٹ گئی۔ زوہاب نے ایک ٹھنڈی آہ بھری اور اداسی سے مسکرایا۔

"پاگل تم نہیں بلکہ میں تھا رینو جو تمہیں رانیہ بنانے چلا تھا مگر مجھے کیا پتا تھا کہ تمہیں رانیہ بنا دیکھ کر سب سے زیادہ تکلیف مجھے ہی ہونے والی ہے۔"

اتنے جوش سے وہ رینو کو لینے آیا تھا مگر اب سارا موڈ غارت ہو چکا تھا۔ ہتھیلی سے ٹپکتیں ننھی خون کی بوندوں کو اس نے ایک نظر دیکھا اور پھر نظر انداز کرتا لان کی طرف بڑھ گیا تھا۔

"رانی آپا جلدی باہر آؤ ناں...... دیکھو بھائی کیا لے کر آئے ہیں۔" وہ کچن میں آئی چھری کاؤنٹر پر پٹخی اور سنک کی ٹونٹی کھولے چہرے پہ پانی ڈالنے لگی۔ آنکھوں میں نمی سی اتر آئی تھی۔ "تمہارے بھائی کچھ بھی لائیں میری بلا سے مجھے کچھ بھی نہیں دیکھنا۔" ببلو اس کو بلانے کچن میں آیا تھا۔ وہ اس کو دیکھ کر غصہ سے بولی تھی پر ببلو اسے کھینچتا ہوا باہر لے گیا تھا۔ وہ لان کے اس حصے کی جانب آئی جہاں بکرا بندھا ہوا تھا تو آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ بکرے سے قدرے فاصلے پر بالکل ویسی ہی سفید گائے بندھی ہوئی تھی جیسی اس نے مانگی تھی۔

"چلو میری نہ سہی مگر...... آپ کی پسند کی گائے تو آ ہی گئی بھائی اور چاچو بتا رہے تھے کہ گائے تو انہوں نے لانی ہی تھی بس آپ سے انہوں نے مذاق کیا تھا۔" ببلو کچھ کچھ اداسی اور کچھ کچھ خوشی سے بولا مگر رینو اس کی سن کہاں رہی تھی۔ وہ گائے جس کے لیے اس نے پورا گھر سر پر اٹھائے رکھا جس کے نا آنے پر بچوں کی طرح اسی گھاس پر بیٹھ کے روئی آج جب وہ اس کے سامنے تھی تو اسے خوشی کیوں نہیں ہو رہی تھی بلکہ چہرہ کچھ اور بھی اتر گیا تھا۔ بے اختیار اس کی نظریں موٹی تازی خوب صورت سفید گائے سے ہوتی ہوئی چھوٹے کالے بکرے پر جا ٹھہریں تو اسے اپنے ناخوش ہونے کی وجہ سمجھ میں آ گئی تھی۔

وہ بکرا جو کب سے میں میں کر رہا تھا اب یوں ایک دم سے چپ کیوں کر گیا تھا اس کی وجہ بھی اسے سمجھ میں آ گئی تھی۔ رینو نے دوبارہ گائے کی طرف دیکھا بھی نہیں کیونکہ اسے گائے نہیں چاہیے تھی اسے اپنا بکرا چاہیے تھا۔ وہ خاموشی سے بکرے کے پاس آئی گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھی اور اس کے گلے میں بانہیں ڈال کر دل ہی دل میں آنسو بہانے لگی۔

بکرا پھر سے بول اٹھا بلکہ خوشی سے جھوم اٹھا اسے بھی معلوم ہو گیا تھا کہ اس کی دوست نئے دوست بالکل نہیں بنا رہی جبکہ ببلو اور دور کھڑا زوہاب یہ منظر دیکھ کر ہکا بکا رہ گے۔ رینو اپنی من پسند گائے کو نظر انداز کیے اس بکرے کو گلے لگائے ہوئے تھی جسے اپنی ناپسندیدگی کے باعث دو ہفتے پہلے اس نے چوری چھپے بھگا دیا تھا۔

آج عید تھی...... وہ عید جس میں پہلے قربانی کے جانور

خریدے جاتے ہیں پھر ان کی خوب دیکھ بھال اور خاطر تواضع کی جاتی ہے انہیں گھمایا جاتا ہے اور پھر عید کے پہلے دوسرے یا تیسرے دن انہیں اللہ کے نام پر قربان کردیا جاتا ہے خدا کی رضا اور تقویٰ کی حصول کی خاطر۔ لیکن رینو کے ذہن سے تو یہ نکل ہی گیا تھا کہ اس کے اس پیارے سے دوست کو بھی آج قربان ہوجانا تھا وہ دوست جس کے سینے میں اس کے راز دفن تھے۔ پچھلے اٹھارہ سال تک اس کی کوئی بھی عید ایسی نہیں تھی جس میں اس نے عید سے بڑھ کر خوشیاں نہ منائی ہوں مگر آج وہ اداس تھی بلکہ بے حد اداس...... بے دلی سے وہ تیار ہوئی اور سیڑھیاں اترتی نیچے آنے لگی جب بادامی کرتے میں ملبوس نکھرے نکھرے زوہاب کی نظر اس پر ٹھہر سی گئی۔ وہ ہمیشہ کی طرح حسین تو بہت لگ رہی تھی مگر شوخ نہیں نا چوڑیاں پہنیں نا مہندی لگوائی نا ہی بال بنائے۔ سادہ سی گلابی رنگ کی فراک پہنے جو کہ پیروں کو چھو رہی تھی گلے میں ہم رنگ دوپٹا لیے اور جوتا تو دکھائی ہی نہیں دے رہا تھا۔ وہ خاموشی سے سیڑھیاں اترتی اس کے پاس سے گزر گئی اور سیدھا اپنے بکرے کے پاس چلی گئی گائے کو آج بھی نظر انداز ہی کیا۔ ناجانے کتنے ہی لمحے وہ اسے تکتی رہی حسرت سے محبت سے تکلیف سے۔

"تم اتنی جلدی مجھے چھوڑ کے مت جاؤ ناں...... تم گئے تو میں ایک اچھا دوست کھودوں گی پھر میں کس سے باتیں شیئر کروں گی کون خاموشی سے مجھے سنے گا۔"

"میں سنو گا رینو...... میں بنوں گا تمہارا دوست اور میں تمہیں چھوڑ کر بھی نہیں جاؤں گا۔" وہ خاموشی سے اس کے پیچھے آ کھڑا ہوا تھا۔ اس نے پلٹ کر اس کی طرف نہیں دیکھا تھا۔

"ہم چاہیں تو اسے اس بار قربان نہ کریں مگر...... اسے ایک نہ ایک دن تو قربان ہونا ہی ہے ناں رینو...... تو آج ہی سہی بلکہ یہ آج ہی قربان ہوجائے تو بہتر ہے ورنہ جیسے جیسے تمہارے دل کی وابستگی اس کے ساتھ بڑھتی گئی تو اس سے جدا ہونا اور بھی مشکل ہوجائے گا۔" وہ ابھی بھی کچھ نہ بولی بلکہ خاموش آنسو بہاتی رہی اس وقت اس کے دوست کے جانے کی بات ہورہی تھی وہ چاہ کر بھی خود کو رونے سے باز نہ رکھ پائی تھی۔ زوہاب بھی اس کے پاس آ بیٹھا اور دھیرے دھیرے بکرے کی پیٹھ سہلانے لگا اور اسی دوران اس کا ہاتھ رینو کے ہاتھ سے مس ہوا تو وہ جیسے ایک دم ہوش میں آئی تھی اور کرنٹ کھا کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"رینو رکو پلیز...... آج میری بات سنے بغیر مت جانا۔" زوہاب نے اسے پکارا اس کے لہجے میں ٹھہر جانے کی التجا سی تھی کہ رینو چاہتے ہوئے بھی قدموں کو آگے نہ بڑھا پائی۔ زوہاب نے جیسے مطمئن سی گہری سانس خارج کی اس کے رک جانے پر اور پھر چند قدموں کا فاصلہ طے کرتا اس کے روبرو آ کھڑا ہوا تھا۔

"ابھی تک ناراض ہو مجھ سے؟"

"میں بھلا کیوں ناراض ہونے لگی آپ سے۔" اس نے لاپرواہی سے شانے اچکائے۔

"میں نے تمہارے پرپوزل کو ریجیکٹ کرتے ہوئے تمہیں نکمی، پاگل، کم عقل اور طوفان جو کہا تھا۔" زوہاب نے چہرے پر آئی مسکراہٹ کو واپس دھکیلتے ہوئے کہا تو رینو کو جھٹکا لگا۔ یعنی یہ سب جانتے تھے کہ میری ان سے ناراضی کی وجہ کیا ہے مگر پھر بھی خاموش رہے۔

"اور ہاں شاید ڈھیٹ ہڈی، ناک میں دم کیے رکھنے والی بچکانہ اور پھوہڑ بھی۔" وہ اپنے الفاظ کافی سنجیدگی سے بتا رہا تھا۔

"جی...... صرف اتنا ہی نہیں بلکہ آپ نے یہ بھی کہا کہ میں نے اسے سدھارنے کا کوئی ٹھیکہ نہیں لے رکھا اور یہ بھی کہ آپ نے میری وجہ سے ہر جگہ اپنی انسلٹ نہیں کروائی...... ٹھیک ہے اگر میں آپ کے لیے ہر جگہ بے عزتی کا ہی باعث ہوں اور اتنی ہی بری ہوں تو مجھ سے مخاطب ہونے کی زحمت بھی مت کیا کریں کوئی ضرورت نہیں آپ کو یاد رکھنے کی کہ ہم ایک دوسرے کے کچھ لگتے بھی ہیں۔" درد پھر سے جاگ اٹھا تھا۔ وہ بھیگے لہجے میں کہتی پیر پٹختی آگے بڑھی مگر زوہاب نے فوراً ہاتھ بڑھا کر

اس کی کلائی تھام لی۔

"وہ سب میں نے جان بوجھ کر کہا تھا رینو......" وہ ایک دم رکی۔ اس کے کلائی پکڑنے پر نہیں بلکہ اس کے الفاظ سن کر۔ حیرت زدہ سی وہ پلٹی۔

"کیا کہا آپ نے...... آپ نے وہ سب جان بوجھ کر کہا۔" صدمے کے مارے اس کی آواز ہی اٹک گئی۔ زوہاب نے شرمندگی سے سر جھکا دیا۔

"آپ کو پتا بھی ہے آپ کے ان لفظوں سے میرے دل پر کیا گزری تھی میری کیا حالت ہوئی تھی مجھے اپنا آپ کس قدر بے کار لگا تھا مگر نہیں آپ کو کیوں پتا ہوگا آپ کو ذرا بھی احساس ہوتا تو آپ ایک لفظ بھی منہ سے نہ نکالتے۔" وہ درد سے چلائی۔

"ایم سوری رینو میں......"

"سوری ہاں کیا سوری...... آپ کے ایک سوری کہہ دینے سے میرا ٹوٹا ہوا دل جڑ جائے گا کیا...... جو تکلیف مجھے ملی اس کا ازالہ ہو جائے گا کیا...... گزرے دنوں میں جو رینو کہیں کھو سی گئی ہے وہ لوٹ آئے گی......؟ جواب دیں۔" رینو غصہ سے اس سے جواب مانگ رہی تھی۔ زوہاب کا دل کٹ سا گیا رینو کو اس نے اس سے پہلے اس طرح روتے اور تکلیف سے چلاتے نہیں دیکھا تھا۔ رینو کا یہ انداز اس کے لیے مکمل طور پر نیا تھا۔

"میں غلط تھا رینو...... مجھے لائف پارٹنر کے طور پر ایک سلجھی ہوئی، کم بولنے والی میچور اور گھریلو لڑکی چاہیے مجھے وہ نہیں چاہیے رینو مجھے تو تم چاہیے ہو صرف تم۔" زوہاب شدت جذبات سے بولا تو روتی ہوئی رینو کے آنسوؤں کو فوراً بریک لگے تھے۔ وہ ٹکٹکی باندھے اسے تکنے گئی۔ یہ وہ کیا کہہ رہا تھا اسے رینو چاہیے تھی۔

"مگر میں نے اپنی ہی وجہ سے رینو کو کھو دیا...... جس وقت میں اماں سے بات کر رہا تھا میں انہیں یقیناً ہاں ہی بولتا مگر پھر آئینے سے تم مجھے دروازے کے پار کھڑی نظر آئی تو میں نے کچھ سوچتے ہوئے وہ الفاظ بولنے شروع کر دیے، جن کے بارے میں مجھے بعد میں احساس ہوا کہ میں کچھ زیادہ ہی بول گیا کچھ زیادہ ہی بھاری الفاظ...... میں نے یہ ضرور چاہا تھا کہ تم خود کو بدلو مگر...... تم نے جس طرح خود کو بدلہ مجھے پل پل یہی لگا کہ تم مجھ سے بدلہ لے رہی ہو...... میں تمہارا یہ بدلاؤ دیکھوں گا میں نے کبھی نہیں سوچا تھا تمہارے بدل جانے کے بعد مجھے شدت سے احساس ہوا کہ مجھے تو ہمیشہ سے بس رینو ہی چاہیے تھی رانیہ تو کبھی چاہیے ہی نہیں تھی مجھے محبت تو صرف رینو سے ہی تھی رانیہ سے تو کبھی تھی ہی نہیں۔" زوہاب کے آخری جملے پر اس چھوٹی لڑکی نے جو بامشکل اس کے کندھوں تک آتی تھی اور بھی بے یقینی سے سامنے کھڑے دراز قد شاندار مرد کو دیکھا جس نے ابھی ابھی اس سے اپنی محبت کا اقرار اتنے واضح لفظوں میں کیا تھا۔ وہ غصہ اور ناراضی تو کہیں بہت پیچھے رہ گیا تھا بلکہ بہہ گیا اور اس کی جگہ خوشگوار حیرت نے لے لی۔ دل زور سے دھڑکا سانسیں رکنے لگیں وہ پوری آنکھیں کھولے اسے دیکھے گئی۔

"میں اپنے کہے پر بہت شرمندہ ہوں اس کے لیے تم مجھے جو بھی سزا دو مجھے منظور ہے بس میرا ایک کام کر دو۔" وہی التجائیہ لہجہ۔ "مجھے میری رینو واپس لوٹا دو...... بس ایک بار لوٹا دو وعدہ کرتا ہوں اسے پھر کبھی کھونے نہیں دوں گا۔" یک ٹک اسے دیکھتی رینو کے ہونٹوں پر پہلے تو مسکراہٹ بکھری اور پھر وہ ایک دم سے ہنسنے لگی۔ آس پاس جیسے بہار سی چھا گئی رنگ برنگے پھول اور ان کی خوشبو بکھر گئی۔ ندی کا پانی شور مچاتا اچھل پھل ہونے لگا جبکہ جھیل کے پانی میں ننھی بطخیں اتری تھیں۔ کئی پرندے ایک ساتھ دل کی منڈیر پر آ بیٹھے تھے۔ ستارے جو بادلوں کی اوٹ میں منہ دیے بیٹھے تھے اس پر روشنی کرنے کو ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے آسمان پر جابجا پھیل گئے۔ اس کی ہنسی سے کتنے ہی کھوئے لمحے واپس لوٹ آئے تھے۔ زوہاب کے تپتے دل پر ٹھنڈے پانی کی پھوار پڑی تو منوں سکون اندر تک اتر گیا۔

"تھینک یو رینو تھینک یو سو مچ...... مجھے معاف کرنے کے لیے مجھے احساس ہے کہ میں نے تمہیں کتنا

ہرٹ......"

"ایک منٹ کس نے کہا آپ سے کہ میں نے آپ کو معاف کر دیا۔" وہ اس کی بات رد کرتی دونوں ہاتھ سینے پر باندھے مصنوعی خفگی سے بولی جبکہ دل پہ پڑا کوئی بہت ہی بڑا بوجھ اترا تھا جس میں اب شرارت آسمائی تھی۔

"کیا مطلب ......تم نے مجھے معاف نہیں کیا۔" زوہاب کا کھلا ہوا چہرہ پھر سے اتر گیا۔

"جتنا آپ نے میرا دل جلایا ہے ناں اس کی تلافی تو بنتی ہی ہے۔"

"اور یہ تلافی کس صورت ہوگی بتانا پسند کریں گی آپ......؟" زوہاب بھی اسی کے انداز میں سینے پر ہاتھ باندھے بولا۔

"پہلی بات تو آپ کو مجھے تین دن مسلسل ناشتہ بنا کر دینا پڑے گا اور ناشتہ بھی میری مرضی کا اور......"

"ایک منٹ ......تم مجھ سے ناشتہ بنانے کا کہہ رہی ہو۔" زوہاب حیرت سے چلا اٹھا جبکہ اس کے برعکس رینو تحمل اور مزے سے بولی۔

"جی بالکل......اب جتنا میں کچن میں مصروف رہی روز اٹھ اٹھ کے کچھ دن آپ بھی تو مزہ چکھیں اور ہاں دوسری بات آپ کو آج نہ صرف مجھے مہندی لگوانے لے جانا پڑے گا بلکہ کل اور پرسوں کے دو جوڑے بھی لے کر دینے پڑیں گے۔" ایک اور فرمائش اس کی طرف سے آئی تو وہ اس کو گھور کر رہ گیا۔

"یہ جوڑے میرے خیال سے تم لے چکی ہو۔"

"جی مگر...... مجھے تو آپ کے لیے جوڑے پہننے ہیں ناں۔" وہ جان بوجھ کر لاڈ دکھاتی بولی۔ زوہاب نے دل ہی دل میں اس کے اس انداز کی بلائیں لے ڈالیں مگر بظاہر چہرے پر تاثرات سخت ہی رکھے۔

"چوڑیاں جوتے جیولری الگ او کے اور ہاں تیسری بات......"

"اب کیا رہتا ہے؟" وہ جھنجلایا۔

"میری عیدی کہاں ہے نکالیں؟"

"تو میرا انتظار ختم ہو ہی گیا۔" دل ہی دل میں بولتا وہ بہت خوش ہوا۔ وہ ایک ہاتھ اس کے سامنے کیے کھڑی تھی۔ اس نے دلکش مسکراہٹ ہونٹوں پہ سجائے اپنے کرتے کی جیب سے ایک مخملی سرخ ڈبیا نکالی اور اسے کھول کے اس میں سے گولڈ کی ایک خوب صورت انگوٹھی نکالی۔

"واؤ اٹس سو بیوٹی فل۔" بے اختیار رینو کے منہ سے پھسلا تھا۔ زوہاب کو خوشی ہوئی اس نے شکر کیا کہ اسے انگوٹھی پسند آئی۔ وہ نازک مخروطی انگلیاں بھی اس کے سامنے ہی تھیں۔ رینو انتظار میں کھڑی تھی۔ زوہاب انگوٹھی اس کے ہاتھ کی تیسری انگلی تک لے جانے کے بعد کچھ پل رکا اور پھر شرارتی مسکراہٹ دباتا ڈبا میں قید کرتا واپس جیب میں ڈال گیا۔

"یہ کیا پہنائی کیوں نہیں میرے لیے ہی تھی ناں۔"

رینو کے دل کو دھچکا لگا کہ اس نے یہ کیا کیا۔

"ہاں تمہارے لیے ہی تھی اور میں پہناؤں گا بھی لیکن...... پرسوں اور وہ بھی سب کے سامنے۔" مدھم مسکان ابھی بھی ہونٹوں پر تھی رینو کچھ کچھ سمجھ میں آنے لگی اور اپنی سمجھ کو صحیح غلط ثابت کرنے کے لیے اس نے پوچھ بھی ڈالا۔

"کیوں پرسوں کیا ہے؟"

"پرسوں ہماری منگنی ہے رینو۔" رینو کو اندازہ تو ہو ہی گیا تھا مگر پھر بھی اس کے منہ سے سن کر عجیب شوخ رنگ اس کے چہرے پر بکھر گئے مگر پھر ایک دم غائب ہوئے۔

"آپ سب نے مجھے بتایا کیوں نہیں...... پرسوں میری منگنی ہے اور مجھے ہی نہیں پتا۔" وہ روہانسی ہوئی۔

"ارے ارے زیادہ سینٹی مت ہو یار...... یہ منگنی کل رات ہی طے پائی ہے عید کے پہلے دو دن تو مصروف ہی گزریں گے سو تیسرا دن رکھ لیا آج بات کرلیں گے تم سے چاچو اور چچی اور ہاں میں نے تو اسی دن تمہارے جانے کے بعد اماں کو ہاں کہہ دی تھی اور سمجھا بھی دیا تھا۔" اس کی بات پہ وہ سوچ میں گم ہوگئی تھی۔

"کس سوچ میں پڑ گئی محترمہ...... لگتا ہے تمہیں کوئی عیدی نہیں چاہیے ٹھیک ہے پھر چلتا ہوں میں......" وہ اسے سوچوں سے نکالنے کو اس کے سامنے ہاتھ ہلاتا ہوا بولا۔

"نہیں نہیں ایسے کیسے...... مجھے میری عیدی تو دیتے جائیں۔" وہ اس کے پیچھے بھاگی اور تب ہی شور اٹھا۔

"بھائی بھائی قصائی آ گیا ابا کہہ رہے ہیں کہ بکرا کھولیں۔" وہ تیزی سے بکرے کی طرف جانے لگا تو رینو بھی کچھ سوچ کر اس کے ساتھ چلنے لگی تھی۔ رینو خاموشی سے بکرے کو دیکھنے لگی تھی۔ زوہاب نے گہری سانس خارج کی تھی۔

"جاؤ رینو...... آخری بار مل لو اپنے دوست سے اور ہاں اسے یہ ضرور بتا دینا کہ تمہیں ایک ایسا دوست مل گیا ہے جو نہ صرف تمہیں خاموشی سے سنے گا بلکہ تسلی بھی دے گا انفیکٹ تمہیں رونے ہی نہیں دے گا بتا دینا تا کہ وہ تمہاری طرف سے بے فکر ہو جائے اور ہاں اسے یہ احساس بھی دلانا کہ بھلے کوئی بھی آ جائے اس جیسا کوئی نہیں ہوگا۔" زوہاب نے اسے نرمی سے تھامتے ہوئے کہا تو وہ سر ہلاتی اپنے پیارے دوست کے پاس آئی اور اس سے گلے لگ کر رونے لگی وہ سب کہنے لگی جو زوہاب نے کہا۔

"مگر تمہیں پتا ہے جس طرح تم میرے لیے خاص ہو اس طرح کوئی نہیں ہے میں تمہیں بہت مس کروں گی...... ہمیشہ مس کروں گی تم بھلائے جانے کے قابل ہو ہی نہیں اور ہاں تم بہت پیارے ہو دوست۔" رینو نے محبت سے اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرا اور پیچھے ہٹ گئی کیونکہ تایا ابا قصائی کو لیے اسی طرف آ رہے تھے۔

"ویسے حد ہے آپا...... جس بکرے کو ناپسندیدگی میں آپ نے چوری چھپے بھگایا اب اسی کی محبت میں پاگل ہو رہی ہیں۔" ببلو ہولے سے بڑبڑایا۔ زوہاب بکرے کی رسی کھولے اسے لے جا رہا تھا۔

"تمہیں کوئی تکلیف......" وہ اب پہلے سی رینو بن چکی تھی مگر پھر چونکی۔ "لیکن تم سے کس نے کہا کہ......" ببلو نے اس کی بات کو بیچ میں ہی اچک لیا اور بولا۔

"ارے آپا...... جس وقت آپ بکرے کی خوشامد کرتے ہوئے اس کی رسی کھول رہی تھیں اس وقت میں چھپ کر آپ ہی کو دیکھ رہا تھا آپ کے ارادے میں بھانپ چکا تھا سو آپ کا پیچھا کیا اور آپ کے جانے کے بعد بکرے کو جا لیا اور آپ کی ساری کارروائی بھائی کو بھی بتا دی مگر افسوس کہ بھائی نے آپ کو کچھ نہ کہا بلکہ الٹا مجھے بھی چپ رہنے کا کہا جبکہ آپ کو ڈانٹ پڑتا دیکھنے کی بہت خواہش تھی میری مگر بھائی نے......"

وہ اور بھی کچھ کہہ رہا تھا مگر رینو کا ذہن ان ہی لفظوں پہ اٹک گیا کہ زوہاب کو پتا تھا مگر اس نے رینو کو کچھ نہ کہا۔ ایک مان بھرا آنسو ٹوٹ کر آنکھ سے گرا۔ زوہاب نے اس کا پردہ رکھا تھا ورنہ گھر والے اسے شدید قسم کا ڈانٹتے اسے معلوم تھا۔ ایک تشکر بھری نگاہ اس نے بکرا لے جاتے زوہاب اور محبت وااسی بھری بکرے پر ڈالی اور لاؤنج کی جانب چل پڑی۔ اسے قربان ہوتا دیکھنے کی ہمت اس میں نہیں تھی آج اسے معلوم ہو گیا تھا کہ اس کا دوست کھوئے گا نہیں بلکہ ہمیشہ اس کے پاس ہی رہے گا زوہاب کی صورت میں مگر پھر بھی وہ اپنے بکرے کو بہت مس کرے گی یہ وہ جانتی تھی۔ آج اسے سمجھ میں آیا تھا کہ قربانی کا مطلب پائے، چانپیں اور کچے قیمے کے کباب نہیں تھا بلکہ اپنی من پسند محبوب چیز کو قربان کرنا تھا صرف خدا کی رضا کے لیے اور آج اس نے اپنے محبوب بکرے کو قربان ہونے سے روکا نہیں تھا۔

فرمائش

فرزانہ صغیر

اپنا تو چاہتوں میں یہی اک اصول ہے
جب تو قبول ہے تو تیرا سب قبول ہے
یہ عمر بھر کا جاگنا بے کار ہی نہ جائے
گر تو نہیں ملی تو ریاضت فضول ہے

کھانا پکانا ایک فن ہے اور یہ فن بھی کسی کسی کو آتا ہے ورنہ کھانا تو سب ہی پکاتے ہیں اور سب ہی کھاتے بھی ہیں پر ذائقہ دار کھانے کی سب تعریف کرتے ہیں اور یہ ہی فن ہے۔ اور مس شاداب کو یہ فن آتا تھا۔

''مِس شاداب...... آج تو کمال کر دیا آپ نے۔'' شہباز نے سر دھنا تھا۔ وہ مسکرادی تھی۔

''شہباز ٹھیک کہہ رہا ہے مِس...... واقعی آپ بہت اچھا کھانا پکاتی ہیں۔'' کوفتہ منہ میں رکھتے واثق نے بھی تائید کی۔

جنید چاولوں کے ڈھیر پر کوفتہ جمانے میں مصروف تھا۔ اُس نے تعریف پر وقت ضائع کرنا مناسب نہ سمجھا اور پوری توجہ اپنی پلیٹ پر ہی مبذول رکھی تھی۔ اس نے ایک نظر جنید کو دیکھا تھا۔

''مِس آپ نے مجھے ترکیب دینی ہے آپ کے چاول ہمیشہ بہت سوفٹ ہوتے ہیں...... میں جب بھی بناتی ہوں پتا نہیں کیوں سوکھے سوکھے رہتے ہیں۔'' راحیلہ شاداب کو مخاطب کرتے ہوئے بولی تھی۔

''ترکیب تو آپ نے یوں پوچھی ہے جیسے کل ہی بنا لائیں گی۔'' شاہ جمال صاحب نے راحیلہ کے کوئی تیسری بار پوچھنے پر لطیف سا طنز کیا تھا۔ راحیلہ نے منہ بنالیا اور خاموشی سے کھانے لگی۔

''ویسے مِس شاداب...... آپ نے پچھلے ہفتے نہاری کا کہا تھا، وہ کب لائیں گی؟ مجھے تو لگتا ہے انتظار میں بوڑھا ہو جاؤں گا۔'' شاذب ہاتھ پونچھتے کہنے لگا۔ اس کو ویسے بھی نہاری بہت پسند تھی۔

''سر ان شاء اللہ کل پرسوں تک لے آؤں گی، اصل میں میرے ہاتھ کی نہاری تو جس جس نے کھائی ہے وہ اتنی تعریف کرتا ہے کہ کیا بتاؤں...... سب کہتے ہیں خاندان میں کہ شاداب تمہیں تو اللہ نے خاص ہنر دیا ہے، لذت ہی بہت ہے تمہارے ہاتھ میں۔'' شاداب مسکراتے ہوئے رطب اللسان تھی۔

''مِس...... بہت ہی خوش قسمت لوگ ہوں گے جہاں آپ رونق بخشیں گی۔'' جنید کے تعریفی کلمات پر وہ گلابی ہوئی تھی۔ باقی بھی سب بڑھ چڑھ کر تعریف کر رہے تھے۔ مگر جنید...... اس کی تو بات ہی الگ تھی۔ آفس کے پہلے دن سے ہی جنید اسے بھا گیا۔ وہ اسے چوری چوری دیکھتی سپنوں کا ایک جہان آباد کر گئی تھی۔

یہ ایک ایڈوائزری آفس تھا۔ جہاں بیک وقت بیس

سے پچیس افراد کام کرتے تھے۔ ماحول بھی مناسب تھا۔ مرد و عورت دونوں ہی حدود میں رہتے تھے۔ کام بھی ہوتا اور ہنسی مذاق بھی چلتا رہتا تھا۔

لنچ ٹائم میں پہلے پہل تو سب جھجکتے تھے مگر ایک بار جب شاداب سب کے لیے گھر سے کھانا لائی تو مانو یہ اصول ہی بن گیا کہ جو بھی کھانا لائے گا چاہے باہر سے یا گھر سے تمام لوگ مل کر لنچ کریں گے۔ شاداب کو سب ہی بے تکلفی سے کوئی بھی فرمائش کر دیتے مثلاً جیسے جنید نے آج نہاری کی، کی۔ اس سے پہلے راحیلہ نے کڑھی پکوڑہ کی اور شہباز کہتا جو بھی ہو گوشت سے بنا ہوا اور وہ ہنستے مسکراتے سب کی فرمائشیں پوری کرتی جاتی تھی۔ یہ نہیں تھا کہ صرف وہ ہی کھانا لاتی تھی سب ہی لاتے تھے مگر شاداب روز ہی لاتی اور مقدار میں وہ اتنا زیادہ ہوتا کہ آرام سے سب کو پورا ہو جاتا تھا۔

☆......☆......☆

"او ہو بھئی...... آج تو بہت بھوک لگی ہے کیا، کیا ہے لنچ میں۔" دو بجتے ہی جنید اپنی ٹیبل سے اٹھ کھڑا ہوا تھا اور اونچی آواز میں بولتے مخصوص نشست تک پہنچا تھا۔ میز پر آج تین سے چار ڈبے رکھے نظر آ رہے تھے۔

"آج تو سمجھ لیں دعوت ہے مس حرا قیمہ کباب اور بیف کڑاہی لے کے آئی ہیں۔" شہباز مزے سے بتا رہا تھا۔

"اچھا اور مس شاداب کیا لائی ہیں؟" واثق نے سوال کیا تھا۔

"مس شاداب کریلے گوشت اور کیک لائی ہیں۔" جواب راحیلہ کی طرف سے آیا تھا۔

"کیک...... کسی کی سالگرہ ہے کیا؟" جنید نے حیرانی سے سب کے چہرے دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

"ضروری تو نہیں کہ جب کسی کی سالگرہ ہو تب ہی کیک کھایا جائے۔" ہلکی آواز میں بولتے یہ شاداب تھی۔ وہ ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی کہ وہ کیک جنید کی وجہ سے لائی تھی جو دو دن پہلے کہہ رہا تھا کہ کیک کھانے کو بہت دل



چاہ رہا ہے۔
"واہ...... مِس حرا بہترین کباب ہیں۔" جنید نے پہلا کباب منہ میں رکھتے ہی کہا۔ شاداب کا منہ تک جاتا ہاتھ لمحے بھر کو رکا تھا۔
"کڑاہی اُس سے بھی بہترین ہے' آپ نے تو مس شاداب سے بھی اچھا کھانا پکایا ہے۔" واثق زمین آسمان کے قلابے ملا رہا تھا۔ شاداب یکدم بے چین ہوئی۔ سب ایک ایک نوالے پر تعریفوں کے پل باندھ رہے تھے۔ شاداب کا دل ہر چیز سے جیسے اُچاٹ ہوا اس کی تو بھوک ہی مرگئی۔ زبردستی دو چار نوالے لے کر وہ اٹھ گئی۔ اصل دکھ تو اسے تب ہوا جب اس کو کسی نے نوٹس ہی نہیں کیا۔

......☆☆☆......

جب سے حرا آئی تھی سب اس کے کھانوں کی تعریف کرنے لگے تھے اور یہ بات شاداب سے برداشت نہیں ہورہی تھی کیونکہ اس سے پہلے سب اس کے کھانے کی نا صرف تعریف کرتے تھے بلکہ اس سے ریسپی بھی پوچھتے تھے اور اب جیسے سب اس کو بھول گے تھے یا پھر حرا کے کھانے کا ذائقہ اس کے کھانے سے زیادہ تھا۔ جو بھی تھا وہ حرا سے حسد کرنے لگی تھی اور چاہتی تھی کہ ایک بار پھر سب اس کے کھانے کی تعریف کریں بل خصوص جنید۔
"امی...... مجھے کچے قیمے کے کباب اور نہاری بنا کر دیں' مجھے کل آفس لے کر جانے ہیں۔" شاداب ماں کا سر کھارہی تھی۔
"آپی...... تمہاری اپنی طبیعت ابھی ٹھیک نہیں تو کل جانا کیا ضروری ہے...... چھٹی تو ویسے بھی لے ہی رکھی ہے آپ نے۔" شاداب سے چھوٹی ماہرہ اسے سمجھا رہی تھی۔
"نہیں میرا تو دل گھبرانے لگ گیا ہے گھر میں رہ رہ کر' بس جاؤں گی میں کل' بہت ہو گئیں چھٹیاں۔" وہ وضاحت کررہی تھی چہرے پر عجیب سی جھنجھلاہٹ تھی۔
"دل گھبرا رہا ہے یا تعریفیں سننے کو نہیں ملیں۔ ایک بات یاد رکھنا جو کام تعریف سننے کے لیے کیا جائے اس کا بدلہ بہت جلد مل جاتا ہے وہ بھی گھاٹے کا۔" ماہرہ ہنسی تھی۔
شاداب نے اسے کینہ توز نگاہوں سے دیکھا اور پھر سے ماں کی منتیں کرنے لگی تھی۔ ماہرہ افسوس سے سر ہلاتے اُٹھ گئی تھی جو سمجھنا نہ چاہے اُسے کون سمجھا سکتا ہے۔

......☆☆☆......

وہ بہت خوش تھی امی نے اس کی فرمائش پہ نہاری اور کچے قیمہ کے کباب بنا دیئے تھے۔ اس کو یقین تھا کہ آج سب اس کی تعریف کریں گے اور پھر کسی ڈش کی فرمائش کریں گے۔ وہ تیز تیز سیڑھیاں چڑھ کر جیسے ہی آفس کا دروازہ کھولنے لگی تو اپنا نام سن کر ٹھٹک گئی تھی۔
"یار...... مِس شاداب نہیں آئیں' پچھلے تین دن سے کھانے کا مزا ہی نہیں آرہا۔" واثق بول رہا تھا۔
"ہاں یار...... یہ تو ہے' کھانا تو اچھا ملتا ہے بس دو جملے کہو اور مفت میں جو دل چاہے فرمائش کردو۔" قہقہہ مار کر کہتا وہ جنید تھا۔
"تم تو مذاق مت اڑاؤ...... تمہیں تو وہ بے چاری پسند کرتی ہے۔" شہباز نہایت عامیانہ انداز میں کہہ رہا تھا۔
"پسند...... ایسی لڑکی کم از کم میری پسند نہیں ہوسکتی۔" وہ نخوت اور غرور سے کہہ رہا تھا۔
"تمہاری پسند کا وہ کتنا خیال رکھتی ہے...... تمہارے صرف ایک بار کہنے پر کیک بھی لے کر آئی تھی۔" واثق پسند پر کافی زور دیتے اب صاف مذاق اڑا رہا تھا۔
اندر دونوں کے بے ہنگم قہقہوں کا شور تھا اور شاداب اُس اونچی عمارت کے نیچے دھنستی جارہی تھی۔ تب ہی ماہرہ کی سرگوشی اس کے کان میں گونجی تھی۔
"جو کام تعریف کے لیے کیا جائے اس کا بدلہ بہت جلدی مِل جاتا ہے...... مگر انسان ہمیشہ گھاٹے میں ہی رہتا ہے۔"

ثمر

نظیر فاطمہ

کچھ نہ مانگوں گا جو اس بات کو پورا کر دے
جو نہیں میرا الٰہی، اسے میرا کر دے
عمر بھر تیرے خیالوں میں یونہی کھویا رہوں
تجھ کو بھولوں تو یہ قدرت مجھے اندھا کر دے

زندگی کے سفر میں ہم بہت سے غلط فیصلہ کر جاتے ہیں اور پھر بعد میں ہم ان پہ پچھتاتے ہیں لیکن اکثر ہمیں اپنی غلطیوں کو سدھرنے کا موقع بھی مل جاتا ہے اور کبھی غلطی سزا بھی بن جاتی ہے۔

وہ لاونج کی کرسی پر بیٹھے جھول رہے تھے جب ان کے بیٹے کی آواز ان کے کانوں میں پڑی تھی۔

"سونیا...... میں شادی سے پہلے تم پر یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ میرے ڈیڈی اور ماما میرے ساتھ رہیں



گے۔" وہ موبائل کان سے لگائے کسی سے بات کررہا تھا۔
"شادی کے لیے میری بس یہی ایک شرط ہے اگر تمہیں منظور ہوئی تو میں تم سے شادی کرنے کے لیے تیار ہوں۔" وہ بیٹے کی بات سن کر مسکرا دیے تھے۔

٭٭٭

اماں جی بان کی چارپائی کو ٹھیک کررہی تھیں۔ جب اویس فون پہ بات کرتا ان کے پاس آیا تھا۔
"اماں جی...... مراد کا فون ہے بات کرلیں اس سے۔"
اویس نے اپنا موبائل ان کی طرف بڑھایا۔
"میں ٹھیک ہوں پتر...... تم سناؤ...... مہینہ ہوگیا تمہیں پاکستان آئے ہوئے چاچی کو صرف فون پر بات کرکے ٹالے جارہے ہو۔" اماں جی نے فون تھامتے ہی نرم لہجے میں شکوہ کیا تو دوسری طرف مراد قہقہہ لگا کر ہنس پڑا تھا۔
"نہیں چاچی جی...... میں بس اپنے دونوں گھروں کی فروخت کے سلسلے میں مصروف تھا آج ہی فارغ ہوا ہوں...... سب معاملات نمٹا کر بس اگلے ہفتے تک آپ سے ملنے آؤں گا۔" مراد نے ان کو تسلی دی۔
"پتر...... اتنے سال ہوگئے بھائی صاحب اور بھابی کو امریکا گئے ہوئے، کبھی انہیں بھی پاکستان کا چکر لگوادو انہیں پاکستان کی یاد نہیں آتی کیا؟" اماں جی کا دل اکثر جیٹھ اور جیٹھانی کے لیے اداس ہوجاتا تھا۔ شروع شروع میں تو دونوں فون وغیرہ پر ان سے بات چیت کرلیتے تھے۔ مگر کچھ سالوں سے تو ان کا رابطہ سب کے ساتھ نہ ہونے کے برابر رہ گیا تھا۔
"جی چاچی جی...... بس دونوں کی صحت اجازت نہیں دیتی سفر کرنے کی۔" مراد نے کہا۔
"اچھا اللہ سب خیر رکھے...... اب جلدی چکر لگانا میرے پاس۔" اماں جی نے اپنی عادت کے مطابق مزید کچھ کہنے کی بجائے بات سمیٹ دی۔
"جی اس دفعہ تو آمنہ اور معاذ بھی ساتھ آئے ہیں ہم سب ملنے آئیں گے آپ سے۔" مراد نے یقین دہانی کروائی۔ تھوڑی دیر ان سے مزید بات کی اور فون بند کردیا۔
"نہ جانے میرے بھائی بھاوج پر وہاں کیا گزرتی ہوگی۔"
اویس کے ابا کی بات سن کر اماں جی غصے سے اکھڑ جاتیں۔
"کیسی باتیں کرتے ہیں آپ اپنے بیٹے کے پاس ہیں دونوں، خدانخواستہ کوئی بے سہارا تھوڑی ہیں مزے میں ہیں تب ہی تو واپس آنے کی نہیں سوچتے۔"
کیا اچھا وقت تھا جب دونوں دیورانیاں جیٹھانیاں اکٹھی رہتی تھیں پھر مراد امریکا چلا گیا اور چند سال پہلے یہاں سب کچھ بیچ باچ کر ماں باپ کو بھی ساتھ ہی لے گیا لوگ دونوں کی قسمت پر رشک کرتے ہیں کہ اکلوتے بیٹے نے امریکا جیسے ملک میں ماں باپ کو اپنے ساتھ رکھا ہوا ہے۔" ابا جی اکثر بھائی کے لیے اداس ہوجایا کرتے تھے ویسے بھی ان کا کوئی لمبا چوڑا خاندان تو تھا نہیں ایک بھائی بھابی ہی تھے جو آٹھ سال امریکہ میں تھے اور ایک بار بھی پاکستان کا چکر نہیں لگایا تھا۔ سب کہتے تھے کہ اُن کا دل امریکا میں اتنا لگ گیا ہے کہ وہ پاکستان کو بھول گئے ہیں۔

٭٭٭

گھر میں بڑی چہل پہل تھی اویس اور اس کی بیوی ہانیہ دعوت کے تمام ضروری اقدامات کرنے کے بعد مہمانوں کی آمد کے منتظر تھے۔ دوپہر سے تھوڑا پہلے مراد اپنی بیوی اور بچے کے ساتھ پہنچا تھا۔
"جیتارہ میرا بچہ......" اماں جی نے کتنی ہی دیر مراد کو سینے سے لگائے رکھا تھا۔ خوش گوار ماحول میں کھانا کھایا گیا۔ سب فرصت سے بیٹھے باتیں کررہے تھے۔ معاذ اویس کے بیٹے ریحان کے ساتھ وہیں بیٹھ کر کھیل رہا تھا۔ دونوں بچوں کی عمریں آٹھ نو سال کے درمیان تھیں۔
"یار اویس...... چھوڑو پاکستان کو...... تم بھی امریکا آجاؤ...... قسم سے زندگی سنور جائے گی۔" مراد نے اویس سے کہا۔
"نہیں یار...... اپنا دیس تو ماں کی گود کی طرح ہوتا ہے...... مجھے پاکستان چھوڑ کر کہیں نہیں جانا۔" اویس نے نرمی سے کہا۔ اس کے دائیں بائیں اس کے اماں، ابا بیٹھے ہوئے تھے اور اس کی بیوی مہمانوں کو چائے سرو کررہی تھی۔ اویس کا کپڑے کا کاروبار تھا جو ماں باپ کی دعاؤں سے کافی منافع

بخش اور کامیاب تھا۔
"پھر بھی یار بندے کو آگے بڑھنے کے بارے میں سوچنا چاہیے۔" مراد نے ہمت نہ ہاری۔ آمنہ خاموشی سے لاتعلق سی بیٹھی تھی کہ کب مراد اُٹھے اور وہ لوگ یہاں سے جائیں۔ اپنے سسرالی رشتہ داروں سے وہ یوں ہی بلاوجہ بے زار رہتی تھی۔ آج بھی مراد کی منت سماجت پر یہاں آئی تھی۔
"بالکل سوچنا چاہیے مگر...... جب آپ کو اپنے وطن میں سب کچھ مل رہا ہو تو میرے خیال میں اسے چھوڑ کر جانا بے وقوفی ہے۔" اویس کا اپنا نقطہ نظر تھا۔
"یار قسم سے...... بڑی سہولتیں اور سکون ہے وہاں انسان محنت کرتا ہے تو اس کا پورا پورا صلہ بھی ملتا ہے اور پھر کسی کی اضافی ذمہ داری بھی اُٹھانا نہیں پڑتی۔" مراد نے اپنے بوڑھے چاچا اور چاچی کی طرف دیکھا جو اویس کے ساتھ رہتے تھے۔ کسی نے اس کے اس انداز کو نوٹ نہ کیا۔ سب چائے کی طرف متوجہ ہوئے تو چند لمحوں کے لیے خاموشی سی چھا گئی۔
معاً مراد کے بیٹے معاذ کی آواز گونجی اور سب کی توجہ اس طرف ہوگئی جو اویس کے بیٹے ریحان سے پوچھ رہا تھا کہ "یہ اولڈ مین اور لیڈی کون ہیں؟"
"میرے دادا، دادی ہیں۔" ریحان نے مسکرا کر کہا۔
"دادا، دادی؟" اس نے انگریزی لہجے میں اٹک اٹک کر پوچھا۔
"میرے پاپا کے امی ابو۔" معاذ کے الجھنے پر ریحان نے آسان الفاظ میں وضاحت کی۔
"تو یہ تمہارے ساتھ کیوں رہتے ہیں؟"
"کیونکہ یہ میرے پاپا کے امی ابو ہیں۔" ریحان کو یہی دلیل سمجھ میں آئی تھی۔
"اچھا جب تم بڑے ہو جاؤ گے تو تمہارے بابا، ماما کہاں رہیں گے؟" معاذ نے پھر سوال کیا۔
"میرے ساتھ...... جیسے اب دادا، دادی اور بابا ساتھ رہتے ہیں۔" ریحان نے اویس کی طرف دیکھا۔
"مگر میں تو بڑا ہو کر اپنے ڈیڈی اور مما کو اپنے ساتھ نہیں رکھوں گا۔" معاذ کی بات پر سب بڑوں کو سانپ سونگھ گیا اور بچوں کی باتیں سنتے ہوئے ان کے ہونٹوں پر جو مسکراہٹ تھی وہ یک دم سمٹ گئی۔
"تو پھر وہ کہاں رہیں گے؟" ریحان نے حیرت سے پوچھا۔
"اولڈز ہوم میں۔" معاذ نے بے فکری سے کہا۔
"وہ کیا ہوتا ہے؟" ریحان نے پوچھا۔
"وہاں اولڈ مین اور وومین رہتے ہیں، میرے دادا، دادی بھی وہیں رہتے ہیں۔" معاذ کی بات پر مراد اور آمنہ کے چہرے کا رنگ اُڑ گیا۔ انہوں نے پاکستان میں اس بات کی بھنک بھی کسی کو نہیں پڑنے دی تھی کہ ان کے والدین پچھلے پانچ سال سے اولڈ ہوم میں رہ رہے ہیں۔
"بیٹا...... تیاری کر رکھنا، آخر میں تم دونوں کو اولڈ ہوم جانا ہے۔" چاچا جی نے مراد کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر نم لہجے میں کہا تو مراد جیسے ہوش میں آیا۔ اس کا آٹھ سالہ بیٹا ابھی سے انہیں اولڈ ہوم بھیجنے کا سوچ بیٹھا تھا تو اس میں قصور اس کا نہیں مراد کا اپنا تھا۔
یہ وہ لمحہ تھا جب مراد یہ سوچ کے دروا ہو گئے تھے۔ اس نے فوراً واپس جانے کی ٹھانی تھی کیونکہ اب وہ دیر نہیں کرنا چاہتا تھا اور نا ہی کسی کمزور لمحے کی زد میں آنا چاہتا تھا۔

❁......☆......☆......❁

برسوں پہلے ایک فیصلہ کر کے مراد صاحب نے اس پر ایسے عمل کیا تھا کہ اُن کے ماں، باپ اس سے خوش ہو کر دنیا سے گئے تھے اور آج ان کے فیصلے کا ثمر اُن کے بیٹے کے منہ سے ادا ہوتے الفاظ کی صورت میں انہیں مل گیا تھا۔ کرسی کی پشت سے سر ٹکا کر انہوں نے سکون سے آنکھیں موند لی تھیں۔ ان کے ہونٹوں پر بڑی مطمئن مسکراہٹ تھی۔

خلفائے راشدین
حضرت ابوبکر صدیقؓ

رفاقت جاوید

قیس بن ابی حازم سے روایت ہے اللہ ارشاد فرماتے ہیں۔

ترجمہ :۔ اے ایمان والو! اپنی فکر کرو جب تم راہ راست پر چل رہے ہو تو جو گمراہ ہے اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں۔ (المائدہ)

اس کے بارے میں ابوبکرؓ کو فرماتے ہوئے سنا۔

لوگو! تم یہ آیت پڑھ کر غلط فہوم لیتے ہو ہم نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب لوگ ظالم کو ظلم کرتے ہوئے دیکھیں اور اس کا ہاتھ نہ پکڑیں تو قریب ہے کہ ان سب پر اللہ کا عذاب ٹوٹ پڑے۔

ابوبکرؓ نماز میں خشوع وخضوع کا اہتمام فرمایا کرتے تھے اہل مکہ کہتے ہیں ابن جریج نے نماز عطا سے یحییٰ عطا نے عبداللہ بن زبیر سے اور عبداللہ بن زبیرؓ نے ابوبکر صدیقؓ سے اور ابوبکر صدیقؓ نے رسول اللہ ﷺ سے۔ امام عبدالرزاق کہا کرتے تھے۔ میں نے ابن جریج سے اچھی نماز پڑھتے ہوئے کسی کو نہیں پایا۔

انسؓ سے روایت ہے۔ ابوبکرؓ نے لوگوں کو فجر کی نماز پڑھائی...... ان دونوں رکعتوں میں سورہ بقرہ پڑھی جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو عمرؓ نے کہا۔ اے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ! آپ نماز سے اس وقت فارغ ہوئے جب سورج نکلنے والا تھا۔ آپ نے فرمایا۔

اگر سورج نکل بھی آتا تو کوئی بات نہیں ہم غافلین میں سے نہیں تھے یعنی اللہ کے ذکر میں مصروف تھے۔

ابوبکرؓ لوگوں کو صبر وتحمل کی تلقین کیا کرتے تھے خصوصاً اپنے کسی پیارے کے مرنے پر لوگوں کو ظلم بدعہدی اور مکروفریب سے منع کرتے تھے آپ فرماتے جس کے اندر تین چیزیں ہوں گی اس کے لیے وبال جان ہوں گی۔

ظلم بدعہدی اور مکروفریب......!

آپ لوگوں کو وعظ ونصیحت کرتے اور اللہ کی یاد دلاتے تاریکیاں پانچ ہیں ان تاریکیوں کو دور کرنے والے چراغ بھی پانچ ہیں۔

(۱)۔ دنیا کی محبت تاریکی ہے اس کا چراغ تقویٰ ہے۔

(۲)۔ گناہ تاریکی ہے...... اس کا چراغ توبہ ہے۔

(۳)۔ قبر تاریکی ہے...... اس کے لیے چراغ پہلا کلمہ شہادت ہے۔

(۴)۔ آخرت تاریکی ہے...... اس کے لیے چراغ عمل صالح ہے۔

(۵)۔ پل صراط تاریکی ہے...... اس کے لیے چراغ یقین ہے۔

آپ خطبہ جمعہ کے ذریعے سے لوگوں کو سچائی حیا اور آخرت کی تیاری پر ابھارتے اور غرور وتکبر سے منع کرتے۔

اوسط بن اسماعیلؓ سے روایت ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے ایک سال بعد ابوبکرؓ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا۔ آپ نے فرمایا جہاں آج میں کھڑا ہوں یہاں رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے آپ یہ کہہ کر رونے لگے پھر توقف کے بعد فرمایا۔

"لوگو! اللہ سے عافیت طلب کرو یقین کے بعد عافیت سے بڑھ کر کوئی خیر نہیں دی گئی۔ سچائی کو لازمی پکڑو وہ نیکی کے ساتھ ہے ان دونوں کا انجام جنت ہے۔ جھوٹ سے دور رہو۔ وہ برائی کے ساتھ ہے ان دونوں کا انجام جہنم ہے۔ آپس میں تعلقات منقطع نہ کرو رشتے نہ توڑو...... آپس میں بغض اور دشمنی نہ رکھو حسد نہ کرو اللہ کے بندو بھائی بھائی ہو جاؤ۔"

زبیر بن عوامؓ فرماتے ہیں۔ ابوبکرؓ نے لوگوں سے خطاب فرمایا۔

"اے مسلمانو کی جماعت' اللہ عزوجل سے حیا کرو اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ جب میں قضائے حاجت کے لیے جاتا ہوں تو اللہ سے حیا کرتے ہوئے خود کو کپڑے سے ڈھانپ لیتا ہوں۔

عبداللہ بن حکیم سے روایت ہے کہ ابوبکرؓ نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا۔

"امابعد! میں تمہیں اللہ سے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں اور تم اللہ کی اس قدر ثنا بیان کرو جس کا وہ اہل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ذکریا علیہ السلام اور ان کے اہل بیعت کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا۔

ترجمہ :۔ "یہ بزرگ لوگ نیک کاموں کی طرف جلدی

کرتے تھے اور ہمیں لالچ و طمع اور ڈر و خوف سے پکارتے تھے اور ہمارے سامنے عاجزی کرنے والے تھے۔" (الانبیاء)

اور پھر آپ نے فرمایا۔ اللہ کے بندو اس حقیقت کو جانو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حق کے عوض تمہاری جانوں کو رہن پر لیا ہے۔ اس پر تم نے عہد و پیمان لیا ہے۔

یہ اللہ کی کتاب تمہارے درمیان ہے۔ اس کے عجائبات ختم ہونے والے نہیں۔ اس کی روشنی بجھنے والی نہیں۔ لہٰذا اس کے فرمان کی تصدیق کرو‘ اس نے تم کو عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔ اور کراماً کاتبین کو تمہارے ساتھ لگا دیا۔ تم جو کرتے ہو اس کا علم ہے۔

اللہ کے بندو! یاد رکھو تم کو موت کے سائے میں صبح و شام کرتے ہو‘ اس کا علم تم سے پوشیدہ رکھا گیا ہے‘ اگر تم سے ہو سکے کہ جب موت آئے تو تم اللہ کے لیے کام کر رہے ہو تو کرو‘ اور اللہ کی مدد کے بغیر تم ایسا نہیں کر سکتے۔ لہٰذا فرصت کا جو وقت ملا ہے اس میں آگے بڑھو...... قبل ازیں تمہاری زندگی ختم ہو جائے ...... پھر تم اپنے برے اعمال کی طرف لوٹا دیئے جاؤ گے‘ کچھ لوگوں نے اپنی زندگیاں دوسروں کے لیے وقف کر دی ہیں اور اپنے آپ کو بھول گئے‘ میں تمہیں ان کے نقش قدم پر چلنے سے منع کرتا ہوں‘ جلدی کرو‘ آگے بڑھو‘ تمہارے پیچھے سے بڑی تیزی سے تمہارا تعاقب ہو رہا ہے۔ کہاں گئے بھائی ‘دوست جنہیں تم پہچانتے ہو‘ وہ اپنے کیے کو پہنچ گئے۔ انہوں نے ماضی میں جو بھی کیا اس میں شخاوت و سعادت کے ساتھ داخل ہو گئے۔ وہ جابر و ظالم لوگ کہاں گئے جنہوں نے شہر بسائے...... اس کے چہار جانب فصیلیں تعمیر کیں‘ آج وہ خود چٹانوں اور کنوؤں کے نیچے جا چکے ہیں۔ حسین چہرے والے جو اپنی جوانی پر ریجھنے والے تھے کہاں گئے...... ملوک و سلاطین کہاں گئے؟ اور کہاں گئے وہ جو جنگوں میں غلبہ و قوت حاصل کرتے تھے۔ دنیا نے ان کو ذلیل کر دیا‘ وہ قبر کی تاریکیوں میں جا گرے...... اس بات میں کوئی خیر نہیں‘ جس سے مقصود اللہ کی رضا نہ ہو۔

اس مال میں کوئی خیر نہیں‘ جو اللہ کی راہ میں خرچ نہ ہو‘ اس شخص میں کوئی بھلائی نہیں جس کی جہالت اس کی برد باری پر غالب ہو‘ اس شخص کی کوئی خیر نہیں جو اللہ کے بارے میں ملامت گروں کی ملامت کا خوف کھائے۔

یقین جانو اللہ اور اس کی مخلوق کے درمیان کوئی نسب و رشتہ نہیں‘ جس کی وجہ سے کسی کو خیر عطا کرے...... اور برائی سے بچائے‘ اس کا کام صرف اللہ کی اطاعت اور اس کے حکم کی اتباع ہے۔ میں تم کو وصیت کرتا ہوں‘ ہر حال میں اللہ سے تقویٰ رکھو اور اللہ کی شایان شان اس کی ثنا بیان کرو...... اس سے استفادہ کرو‘ وہ مغفرت فرمانے والا ہے‘ میں اپنی یہ بات کہتا ہوں اور اپنے اور تمہارے لیے اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔

اس میں شک نہیں ابوبکرؓ کی سیرت ایسے کطبات سے مزین ہے جن کی مثال ملنی مشکل ہے۔

آپ عدلیہ کے قوانین کے فیصلے خود کیا کرتے تھے۔ آپ کے دور میں رسول اللہ ﷺ کے دور کی طرح مستقل اور خاص ادارہ نہ تھا‘ کیونکہ لوگ نبوت کے قریب تھے اور شریعت کے مطابق اپنی زندگی گزار رہے تھے)

مدینہ میں ابوبکرؓ نے قضا کی ذمہ داری جب عمرؓ کو بخشی اور ان تمام قاضیوں اور گورنروں کو وہاں ہی رکھا جن کو رسول اللہ ﷺ نے مقرر کیا تھا وہ آپ کے عہد میں بھی حضرت عمرؓ کے ساتھ اپنی ذمہ داری نبھاتے رہے اور جب بھی کوئی مسئلہ سامنے آتا تو اس وقت بھی رسول اللہ ﷺ کے فیصلوں کو یاد رکھ کر فیصلہ کرنے سے پہلے علما اور بڑے لوگوں کو بلاتے ان سے مشورہ کرتے اور جب وہ کسی رائے پر متفق ہوتے تو اس کے مطابق فیصلہ صادر فرمایا کرتے تھے۔ ابوبکرؓ بھی اسی فیصلے پر متفق ہوا کرتے تھے۔

قبیصہ بن زوین سے روایت ہے کہ نانی نواسے کی وراثت میں حصہ طلب کرنے کے لیے ابوبکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔

آپؓ نے فرمایا! اللہ کی کتاب میں میں تمہارے لیے کچھ نہیں پاتا‘ اور نہ رسول اللہ ﷺ سے اس سلسلے میں مجھے کچھ معلوم ہے۔ پھر آپ نے لوگوں سے معلوم کرنا چاہا‘ تو مغیرہ بن شعبہ نے بتلایا‘ میں حاضر تھا اور رسول اللہ ﷺ نے چھٹا حصہ نانی کو دیا ہے۔

ابوبکرؓ نے فرمایا کیا تمہارے ساتھ کوئی اور اس بات کا گواہ ہے۔

یہ سن کر ابن مسلمہؓ نے شہادت دی...... تو آپ نے خاتون نانی کو چھٹا حصہ نافذ کر دیا۔

علی بن ماجدہ سہمی کا بیان ہے‘ کہ میں نے ایک شخص سے جھگڑا کیا‘ تو اس کے کان کا بعض حصہ کٹ گیا...... ابوبکرؓ جب حج کے لیے مکہ تشریف لائے تو ہمارا معاملہ آپ کے سامنے

پیش کیا گیا۔ آپ نے عمرؓ سے کہا۔ دیکھو کہ یہ قصاص کی حد تک پہنچتا ہے۔

عمرؓ نے فرمایا ہاں میں حجام کو بلاتا ہوں۔

جب حجام کا ذکر آیا تو ابوبکرؓ نے فرمایا' میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا' میں نے اپنی خالہ کو ایک غلام ہبہ عطا کیا' امید کرتا ہوں کہ میں ان کی برکت حاصل کروں اور میں ان کو اسی حجام یا قصاب یا ضائع بنانے سے منع کا۔

قیس بن ابی حازم سے روایت ہے' میں ابوبکرؓ کے پاس موجود تھا' ایک شخص نے عرض کیا...... اے خلیفہ رسول' یہ میرا پورا مال لینا چاہتے ہیں۔ ان کو اس کی ضرورت نہیں...... تو ابوبکرؓ نے فرمایا' تم اس کے مال میں سے ضرورت بھر کا لے لو۔

اس شخص نے کہا۔ اے خلیفہ رسول! کیا رسول اللہ ﷺ نے نہیں فرمایا ہے......!

''تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔''

ابوبکرؓ نے فرمایا' اللہ جسے پسند کرے تم بھی وہی پسند کرو۔ (یعنی والد کا نفقہ اولاد کے ذمے ہے)

ابوملیکہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں' ایک شخص نے دوسرے شخص کے ہاتھ کو دانت سے کاٹا تو اس کا دانت اکھاڑ لیا' ابوبکرؓ نے اسے لغو قرار دیا۔

امام مالک نافع سے روایت ہے' صفیہ بنت عبید نے ان کو خبر دی کہ ابوبکرؓ کے پاس ایک شخص حاضر کیا گیا' جس نے ایک لونڈی کے ساتھ زنا کر کے اسے حاملہ کر دیا تھا اور پھر اس نے زنا کا اعتراف بھی کر لیا۔ وہ شادی شدہ نہ تھا' ابوبکرؓ نے حکم دیا اور اس کو حد کے سو کوڑے لگائے گئے' پھر وزک کی طرف اسے جلاوطن کر دیا

ایک روایت ہے کہ آپ نے لونڈی کو نہ کوڑے لگوائے اور نہ اسے جلاوطن کیا' کیونکہ اس سے جبراً زنا کیا گیا تھا۔ پھر بعد میں ابوبکرؓ نے اس لونڈی کی شادی اس شخص سے کر دی۔

شادی کے بارے میں اس شخص کے بارے میں ابوبکرؓ سے سوال کیا گیا' جس نے ایک خاتون کے ساتھ زنا کیا' پھر اس کے ساتھ وہ شادی کرنا چاہتا ہے تو آپ نے فرمایا...... اس سے افضل کوئی توبہ نہیں کہ اس سے نکاح کر لے تاکہ دونوں زنا کے گناہ سے نکل جائیں۔

عمر بن خطابؓ نے اپنی انصاری بیوی کو طلاق دی تو وہ عاصم اپنے بچے کو وادی محسیر میں لیے جا رہی تھی' آپ کی اس پر نظر پڑی تو آپ نے اپنے بچے کو ماں سے چھیننا چاہا' حالانکہ بچہ دودھ بھی چھوڑ چکا تھا' اور اپنے پاؤں پر چل رہا تھا۔ جب بچے کو چھیننے سے تکلیف پہنچی تو وہ استحقاق سے رونے لگا...... آخر دونوں کی قیل وقال کے بعد یہ معاملہ ابوبکرؓ کے پاس پیش ہوا...... تو آپ نے فرمایا' اس کی مہک' اس کی گود اور اس ماں کا بستر تم سے بہتر ہے...... یہاں تک کہ وہ جوان ہو جائے پھر بچے کو فیصلے کا اختیار ہے کہ وہ ماں کے ساتھ رہنا چاہتا ہے یا باپ کے ساتھ۔

ایک روایت میں فرمایا' ماں بچے کے لیے باپ سے زیادہ شفیق و مہربان اور رحم کرنے والی ہے' وہ بچے کی اس وقت تک حقدار ہے' جب تک ماں دوسری شادی نہ کر لے۔

گورنر کے فرائض

ابوبکرؓ نے مختلف شہروں میں گورنر مقرر فرمائے' اور آپ نے رسول اللہ ﷺ کے مقرر کردہ گورنروں کو ان کے عہدوں پر فائز رکھا۔

گورنر کے فرائض میں بنیادی چیزوں پر غور و خوض کرتا تھا۔ دینی' دنیاوی' سیاسی اور معاشرتی تعلیم سے نوازنا ان کے فرائض کے زمرے میں آتا تھا۔ امراء و حکام لوگوں کی امامت کراتے' خصوصاً جمعہ کی نماز کے لیے ان کی ڈیوٹی لگائی جاتی تھی' ان میں شہروں کے گورنر' امراء' فوج کے قائد و امیر شامل ہوتے تھے۔

جہاد کے لیے تیاریاں کرنا' اور اپنے خلیفہ کے لیے دور دراز علاقوں میں بیعت لینا۔ جیسے یمن' طائف اور مکہ وغیرہ میں مقرر گورنروں نے وہاں کے رہائشیوں سے ابوبکرؓ کے لیے بیعت لی۔

ان پر مالداروں سے زکوٰۃ وصول کرنا' فقراء میں تقسیم کرنا' غیر مسلموں سے جزیہ وصول کرنا اور اسے شرعی مصارف میں خرچ کرنا' یہ طریق رسول اللہ ﷺ کے گورنروں کی اعمال سے اخذ کیا گیا تھا۔

عہد و پیمان کا پورا کرنا' شرعی حدود کا قیام اور ملک میں امن و امان کی بحالی کرنے کی ذمہ داری گورنروں کو ہی سونپی گئی تھی۔

لوگوں کو دینی تعلیم سے آگاہی کے لیے رسول اللہ ﷺ کا ہی طریقہ اپنایا گیا' تعلیم کے ساتھ شخصیت کو نکھارنے کے لیے تربیت کو بہت اہمیت دی گئی۔

ابوبکرؓ کے عہد میں آپ کے گورنر زیاد کا ایک مورخ بیان

کرتا ہے کہ زیاد گورنر بنائے جانے کے بعد پہلے کی طرح صبح لوگوں کو تعلیم دیا کرتے تھے۔
اس تعلیم کا فائدہ اٹھاتے ہوئے گورنروں نے اسلام کی نشرواشاعت میں بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔
ابوبکرؓ کا طریقہ کار یہ تھا کہ آپ نبی کریم ﷺ کی سنت پر عمل کرتے اور دوسروں سے بھی اسی کی توقع رکھتے تھے۔ آپ اپنے خطوط میں اکثر امراء ووالیا کو فکر آخرت اور دنیا میں زہد تقویٰ کا پیغام دیا کرتے تھے۔

ابوبکرؓ کی بیعت لینے میں تاخیر

عبداللہ بن عباسؓ کی صحیح روایت ہے، علی اور زبیرؓ اور ان کے ساتھ جو لوگ فاطمہؓ کے گھر میں تھے بیعت کرنے میں پیچھے رہے۔
دیگر مہاجرین کی بیعت میں تاخیر کی بنیادی وجہ رسول اکرم ﷺ کی تجہیز وتدفین میں مصروفیت تھی۔
سلام بن عبیدؓ کی روایات ہے کہ یہی وجہ تھی، فرماتے ہیں ابوبکرؓ نے اہل بیعت کو جن میں علیؓ پیش پیش تھے فرمایا، رسول اللہ ﷺ کا جسد مبارک تمہارے پاس ہے، تم اس کے ذمہ دار ہو پھر انہیں غسل دینے کا حکم فرمایا۔
علی بن ابی طالبؓ اور زبیر بن عوامؓ بیان کرتے ہیں، جب ابوبکرؓ عام بیعت کے لیے منبر تشریف لائے تو آپ کو زبیر نظر نہ آئے، ان کو بلوایا گیا، آپ نے ان سے کہا۔
اے رسول اللہ ﷺ کے حواری اور پھوپی زاد بھائی، کیا مسلمانوں کی جمعیت کو توڑنے کا ارادہ ہے؟
عرض کیا خلیفہ رسول ایسی کوئی بات نہیں۔
پھر ابوبکرؓ نے نظر دوڑائی، تو علیؓ نظر نہ آئے تو آپ کو بھی بلوایا گیا۔
وہ حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا، کیا مسلمانوں کی جمعیت کو توڑنے کا ارادہ ہے، عرض کیا...... خلیفہ رسول ایسی کوئی بات نہیں۔
پھر آگے بڑھے اور ابوبکرؓ سے بیعت کی۔
ابوسعید خزریؓ امام مسلم بن حجاجؒ جن کی صحیح مسلم، صحیح بخاری کے بعد سب سے زیادہ صحیح احادیث کی کتاب ہے اپنے استاذ صحیح ابن خریمہ کے مصنف امام محمد بن اسحٰق بن خریمہ رحمتہ اللہ کے پاس حاضر ہوئے، اور اس حدیث کے متعلق دریافت کیا تو استاذ امام ابن خریمہؒ نے اس حدیث کو لکھ کر انہیں دیا اور انکو پڑھ کر سنایا تو عرض کیا۔
یہ حدیث تو اونٹ کے برابر ہے۔
امام خریمہؒ نے فرمایا۔
یہ حدیث صرف اونٹ کے برابر نہیں، بلکہ یہ تو انتہائی قیمتی خزانے کے برابر ہے۔
حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں۔ اس کی اسناد صحیح اور محفوظ ہیں، کہ علیؓ نے وفات نبوی کے پہلے یا دوسرے دن ہی ابوبکرؓ سے بیعت کی اور یہی سچ ہے۔
حضرت علیؓ کبھی ابوبکرؓ سے جدا نہیں ہوئے، اور آپ کے پیچھے کبھی نماز پڑھنا ترک نہیں کیا۔
حبیب بن ابی ثابت سے روایت ہے، علی بن ابی طالب اپنے گھر میں تھے، ایک شخص نے آپ کو بتایا کہ ابوبکرؓ بیعت کے لیے مسجد میں تشریف لا چکے ہیں۔ علیؓ اسی وقت اٹھے آپ کرتہ پہنے ہوئے تھے، لیکن جسم پر ازار اور چادر نہیں تھی۔ اسی حالت میں آپ مسجد کی طرف چل پڑے تاکہ بیعت میں تاخیر نہ ہوجائے، کیونکہ آپ کو یہ عمل ناپسند تھا۔ آپ وہاں پہنچے اور بیعت کے بعد وہیں بیٹھ گئے۔ اس کے بعد آپ نے ردا گھر سے منگوائی اور کرتے کے اوپر اس کو پہن لیا۔
عمرو بن حریث نے سعید بن زیدؓ سے سوال کیا۔
کیا آپ رسول اللہ کی وفات کے وقت وہاں موجود تھے؟
فرمایا ہاں۔
عمروؓ بولے...... ابوبکرؓ کی بیعت کب عمل میں آئی؟
سعید بن زید نے جواب دیا۔
جس دن رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی...... کیونکہ رسول اللہ ﷺ کو کسی جماعت اور امام کے بغیر مسلمانوں کے لیے دن کا کچھ حصہ گزارنا بھی ناپسند تھا۔
عمروؓ بولے۔
کیا کسی نے ابوبکرؓ کی مخالفت کی۔
سعید بن زیدؓ نے جواب دیا۔
نہیں کسی نے مخالفت نہیں کی، صرف مرتد یا ارتداد سے قریب شخص نے مخالفت کی تھی۔ انصار کو اللہ تعالیٰ نے بچالیا...... انہوں نے آپ کی خلافت پر متفق ہوکر آپ سے بیعت کی۔
عمروؓ بولے...... نہیں، بلکہ مہاجرین تو آپ کی بیعت کے لیے ٹوٹ پڑے تھے۔ علیؓ تو کسی وقت بھی ابوبکرؓ سے جدا نہیں

ہوئے اور کسی جماعت میں آپ سے کٹ کر نہیں رہے......
مسلمانوں کے امور کی تدابیر اور مشورے میں برابر کے رہے۔

حافظ ابن کثیرؒ اور بہت سے اہل علم کا خیال ہے کہ علیؓ نے چھ ماہ بعد دوبارہ بیعت کی تجدید اس وقت فرمائی جب فاطمہؓ انتقال کر گئی تھیں۔

دوسری بیعت کے بارے میں بھی صحیح روایات وارد ہیں۔

بھلائی و خیر خواہی

علیؓ خلافت صدیقی میں ہمیشہ بھلائی اور خیر خواہی کو محور بنائے ہوئے تھے۔ آپ اسلام اور مسلمانوں کی بھلائی کے لیے ہر وہ عمل کرتے تھے جس سے وہ استفادہ حاصل کر سکیں۔

ابوبکرؓ کے لیے آپ مخلص اور مربی ساتھی تھے، جب وہ بذات خود مرتدین کا قلع قمع کرنے کے لیے ذوالقصہ کی طرف بڑھے اور عسکری قیادت کرنا چاہی تو علیؓ نے فوراً لگام تھام کر عرض کیا۔

خلیفہ رسول! آپ کہاں جا رہے ہیں، میں آپ سے وہی بات کہتا ہوں جو رسول اللہ ﷺ نے احد کے دن فرمائی تھی۔

اپنی تلوار میان میں ڈال لیجیے، اور اپنے متعلق ہمیں افسوسناک خبر میں نہ ڈالیے، اور مدینہ لوٹ چلیے۔

اللہ کی قسم آپ کے ساتھ کوئی افسوسناک حادثہ پیش آ گیا تو اسلام کا نظام کبھی قائم نہ ہو سکے گا۔

ابوبکرؓ نے ان کی بات سنی، مخلصانہ مشورہ مانا اور واپس آ گئے۔

حضرت علیؓ نے جبراً بیعت نہیں کی تھی، انہوں نے ابوبکرؓ کو دل کی گہرائیوں سے قبول کیا تھا۔

حضرت علی کا قلب و ذہن ہمیشہ ابوبکر کے لیے صاف و شفاف رہا، جس کی بے شمار مثالیں ان کے کردار میں نظر آتی ہیں۔

انبیاء کا مال صدقہ

ام المومنین عائشہؓ فرماتی ہیں۔ فاطمہ اور عباسؓ ابوبکرؓ کے پاس آئے تاکہ رسول اللہ ﷺ کی میراث سے اپنا شرعی حصہ طلب کر سکیں، جب انہوں نے اپنے آنے کا موقف بتایا تو ابوبکرؓ نے فرمایا۔

میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔

"ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا، جو کچھ ہم چھوڑ جاتے ہیں، وہ صدقہ ہے، یقیناً آل محمد (صلعم) اس مال سے کھاتے پیتے
رہیں گے۔

ایک اور روایت ہے ابوبکرؓ نے فرمایا۔ رسول اللہ صلعم جو کام کرتے تھے، میں اس کو چھوڑ نہیں سکتا...... اس کام کو ضرور کروں گا...... اگر میں نے ایسا نہ کیا تو میں گمراہ ہو جاؤں گا۔

ام المومنین عائشہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلعم کی وفات کے بعد ازدواج مطہرات نے عثمان بن عفانؓ کو ابوبکرؓ کی خدمت میں بھیج کر میراث کا مطالبہ کرنا چاہا...... تو عائشہؓ نے فرمایا۔

کیا رسول اللہ صلعم کا یہ ارشاد نہیں ہے کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا، جو کچھ ہم چھوڑتے ہیں، وہ صدقہ ہوتا ہے۔

ابوہریرہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

'میری میراث کا ایک دینار بھی تقسیم نہ ہوگا، جو کچھ میں نے اپنی بیویوں کے نفقہ اور عامل کے خرچ کے لیے چھوڑا ہے، وہ صدقہ ہے۔"

رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کی پابندی کرتے ہوئے ابوبکرؓ نے فاطمہؓ کے ساتھ کیا۔

حدیث میں ہے، حضرت فاطمہؓ نے آپ سے نہ بحث مباحثہ کیا، نہ خفگی کا اظہار کیا، انہوں نے بھی اپنے والد محترم صلی اللہ کے ضابطے و قاعدے کو صدق دل سے قبول کیا۔

امام ابن قتیبہ فرماتے ہیں۔

ابوبکرؓ سے جب میراث کا مطالبہ کرنے حضرت فاطمہؓ حاضر ہوئیں تو یہ ان کے لیے ناپسندیدہ عمل نہ تھا کیونکہ وہ اس معاملے میں نابلد تھیں، جب ابوبکرؓ کی زبانی ان کو خبر ملی تو وہ فوراً اس کو مان گئیں...... اگر انہیں پہلے سے اس کا ادراک ہوتا تو وہ کبھی بھی ابوبکرؓ کے پاس مطالبے کے لیے نہ جاتیں۔

قاضی عیاض بھی اسی حدیث سے اتفاق رکھتے ہیں۔

حماد بن اسحاق فرماتے ہیں۔

عباسؓ، فاطمہؓ، علی اور ازدواج مطہراتؓ کا ابوبکرؓ سے مطالبات کرنے کی جو صحیح روایات ملتی ہیں وہ میراث کے متعلق ہیں۔

اگر رسول اللہ ﷺ نے یہ ارشاد نہ فرمایا ہوتا کہ ہم جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہے تو پھر ابوبکرؓ اور عمرؓ کو عائشہ اور حفصہ کی میراث کے ذریعے خاصا حصہ ملتا، کیونکہ دونوں ان کی بیٹیاں اور رسول اللہ کی بیویاں تھیں۔

لیکن ابوبکرؓ نے رسول اللہ ﷺ کے فرمان کو اولیت دی او

روديگر لوگوں کو بھی میراث میں حصہ کرنے کے مطالبہ سے روک دیا۔

بدنصیب وہ لوگ ہیں جنہوں نے اس معاملے کو ہوادی اور منتقمانہ رویہ اختیار کیا کہ فاطمہؓ ابوبکرؓ سے قطع تعلق اور ناراض ہوگئی تھیں جبکہ ایسا ہرگز نہیں ہوا۔

امام بیہقی نے امام شعبی کے طریق سے روایت کی ہے کہ جب فاطمہؓ بیمار ہوئیں تو ابوبکرؓ ان کی عیادت کے لیے حاضر ہوئے تو حضرت علیؓ نے فاطمہؓ کو ان کے آنے کی اطلاع دی کہ وہ آپ کے پاس آنے کی اجازت چاہتے ہیں۔

فاطمہؓ نے کہا کہ آپ اجازت دینا چاہیں گے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا ہاں ضرور اجازت دوں گا۔

یہ سن کر فاطمہؓ نے بھی اجازت دے دی۔ آپ کے پاس ابوبکرؓ حاضر ہوئے وہ آپ کو خوش و مطمئن کرنے کی گفتگو کرنے لگے تو بالآخر آپ ان سے خوش ہوگئیں۔

حالانکہ ابوبکرؓ فرماتے ہیں۔

"رسول اللہ صلعم کے قرابت دار میرے نزدیک اپنے قرابت داروں کے ساتھ صلہ رحمی سے زیادہ محبوب ہیں۔

ابوبکرؓ نے جو بھی فیصلہ کیا وہ رسول اللہ صلعم کے احکامات کو جاری و ساری رکھنے کے لیے کیا۔ جسے فاطمہؓ نے فوراً قبول کرلیا اور وہ ہنسی خوشی ان کی طرف سے واپس آئیں۔

حضرت فاطمہؓ کی علالت

حضرت فاطمہؓ کو اپنے والد محترم صلی اللہ علیہ وسلم کی موت نے ایسا جھٹکا دیا تھا کہ ان کے لیے سنبھلنا مشکل ہوگیا جب وہ بیمار تھے تو فاطمہؓ تڑپ کر کہہ رہی تھیں۔

انسؓ فرماتے ہیں، جب نبی کریم کی بیماری شدت اختیار کرگئی اور آپ پر ہلکی سی بے ہوشی طاری ہونے لگی تو یہ منظر فاطمہؓ کے لیے بہت اذیت دہ تھا۔

تڑپ کر آپ سے بولیں۔

ہائے اباجان...... کی پریشانی!

رسول اللہ نے ان کی بے بسی کی آواز سن کر آنکھیں نیم وا کر کے فرمایا۔

"آج کے بعد تیرے باپ پر کوئی پریشانی نہیں آئے گی۔"

جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو پھر فاطمہؓ نے شدت غم سے نڈھال ہوکر کہا۔

"ہائے ہائے! اباجان، جنہوں نے پروردگار کی پکار پر لبیک کہا۔

ہائے اباجان! جن کا ٹھکانہ جنت الفردوس ہے۔

ہائے ابا جان! ہم جبریل کو آپ کی موت کی خبر دیتے ہیں۔"

جب آپ کو دفن کیا گیا تو فاطمہؓ نے فرمایا۔

"اے انس! تمہیں یہ کیسے گوارا ہوا کہ رسول اللہ ﷺ پر مٹی ڈالو۔"

حضرت فاطمہؓ نے آپ کی موت کو دل سے لگالیا تھا اور بہت جلد ہی بیمار ہوگئیں اور فاطمہؓ کو معلوم تھا کہ وہ جلد وفات پاکر اپنے والد محترم سے ملنے والی ہیں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خبر دے دی تھی کہ آپ کے اہل بیعت میں سب سے پہلے آپ ہی ان سے ملیں گی اور ساتھ ہی فرمایا تھا۔

"کیا تم اس سے خوش نہیں ہو کہ تم جنتی عورتوں کی سردار ہوگی۔"

اس صورتحال میں یہ کہنا کہ آپ ابوبکرؓ سے خفا اور لاتعلق ہوگئی تھیں سراسر غلط ہے جس کا لاڈ و پیار کرنے والا باپ اور اللہ کا رسول اس دار فانی سے رخصت ہوجائے وہ بیٹی دنیا کی حریص کیسے ہوسکتی ہے وہ اپنی بیماری میں ہی گھر کی ہوکر رہ گئی تھیں۔

محمد بن علی بن حسین الباقر اور زید بن علی بن حسینؓ سے روایت ہے۔

ان دونوں نے فرمایا۔

ابوبکرؓ نے ہمارے آباؤ اجداد کے ساتھ کوئی ظلم و زیادتی نہیں کی۔"

فاطمہؓ کا انتقال ۳ رمضان المبارک ۱۱ ہجری شنبہ کی رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے چھ ماہ بعد ہوا۔

علی بن حسین کی روایت ہے۔

"فاطمہؓ کا انتقال مغرب و عشاء کے درمیان ہوا ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ زبیرؓ اور عبدالرحمن بن عوفؓ سب ان کی موت کی خبر سن کر حاضر ہوئے اور جب آپ کو نماز جنازہ کے لیے رکھا گیا تو علیؓ نے فرمایا۔

ابوبکرؓ آپ آگے آجایئے۔

ابوبکرؓ نے فرمایا...... ابوالحسن موجود ہیں آپ آگے آیئے۔

ابوالحسن نے فرمایا...... میں موجود ضرور ہوں، لیکن آپ آگے بڑھیں واللہ آپ ہی نماز جنازہ پڑھائیں گے۔

یہ سن کر ابوبکرؓ نے فاطمہؓ کی نماز جنازہ پڑھائی اور رات میں

ہی تدفین عمل میں آئی۔

ایک اور روایت ہے!

ابوبکرؓ نے فاطمہؓ کی نماز جنازہ پڑھائی اور چار تکبیریں کہیں۔

صحیح مسلم بخاری میں ہے۔

کہ حضرت علیؓ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی' یہی روایت راجح ہے' اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ابوبکرؓ اور علیؓ کے درمیان تعلق محبت و تعظیم کا تھا۔ حضرت علیؓ نے اپنے بیٹے کا نام ابوبکر رکھا' اور ابوبکرؓ کی وفات کے بعد علیؓ نے آپ کے بیٹے کو گود لیا اور ان کی خوش اسلوبی سے نگہداشت اور کفالت کی۔ اور اپنی خلافت میں ان کو کم عمری میں والی بنایا...... جس کی وجہ سے آپ پر اعتراضات ہوئے۔

لشکر اسامہ کا مقصد

عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جزیرہ عرب کے پڑوس میں روم و فارس کی دو عظیم سلطنتیں پائی جاتی تھیں۔

رومی جزیرہ عرب کے شمال میں ایک وسیع و عریض حصے پر قابض تھے۔ ان کے امراء' امیر رومی حکومت ہی منتخب کیا کرتی تھی' اور عوام اس کی پابند ہوا کرتی تھی۔

نبی کریم ﷺ نے اپنے عہد میں شاہ روم "ہرقل" کو خط لکھا جس میں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی' لیکن ہرقل نے غرور و تکبر کا اظہار کیا اور سرکشی کرنے پر اترا رہا۔

عرب قوم روم کی ہیبت اور رعب و دبدبے میں مکمل طور پر متاثر تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے عربوں کو اس ڈر و خوف سے نکالنے کے لیے منصوبہ بنایا اور آہستہ آہستہ اسلامی افواج ان کے علاقوں کے لیے نکلنا شروع ہوگئیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ساتھ ہجری میں موتہ کے مقام پر ایک فوجی دستہ بھیجا۔

معرکہ موتہ میں عرب کے نصرانیوں اور رومیوں سے ان کی فوج نے مقابلہ کیا' اور اس معرکہ میں اسلامی فوج کے قائدین یکے بعد دیگرے شہید ہوتے رہے۔

زید بن حارثہؓ جعفر بن ابی طالبؓ عبداللہ بن رواحہؓ سیف اللہ خالد بن ولیدؓ نے اسلامی فوج فوج کی قیادت سنبھالی اور فوجی دستے کے لوگوں کو رومیوں سے بچا کر مدینہ لے آئے۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے رومیوں سے نبٹنے کے لیے ایک بڑی فوج کو تیار کیا اور نو ہجری کو رسول اللہ ﷺ اپنی فوج کو لے کر شام کی طرف چل پڑے۔ مقام تبوک پر پہنچ کر اسلامی فوج رومیوں اور عرب قبائل کے آمنے سامنے ہوئی' جب امراء کو ان کی طاقت کا اندازہ ہوا تو علاقوں کے امراء و حکام اعلیٰ نے جزیہ کی ادائیگی پر مصالحت کو ترجیح دی...... اسلامی فوج تبوک کے مقام پر بیس دن قیام کرنے کے بعد مدینہ واپس آ گئی۔

اردن و فلسطین

گیارہ ہجری میں رسول اللہ ﷺ نے اسامہ بن زیدؓ کو اردن و فلسطین میں رومیوں پر چڑھائی کرنے کے لیے امیر مقرر فرمایا۔ اس جنگ میں مہاجرین و انصار صحابہ بھی شریک ہوئے۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔ لشکر اسامہ کی تیاری رسول اللہ ﷺ کی وفات سے دو روز قبل مکمل ہوئی تھی۔ ہفتہ کا دن تھا' ار اس کی تیاری کا آغاز آپ ﷺ کی بیماری سے پہلے ہو چکا تھا۔

آپ نے ماہ صفر کے آخری دنوں میں جنگ کی تیاری کا حکم دیا' اور اسامہؓ کو اپنے پاس بلایا اور فرمایا۔

"اپنے والد کی شہادت گاہ کی طرف روانہ ہو جاؤ' میں تمہیں اس لشکر کا امیر مقرر کرنا چاہتا ہوں۔

جب لوگوں تک یہ خبر پہنچی تو بہت سے لوگوں نے اسامہؓ کی امارت پر اعتراضات کیے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا۔

آج تم لوگ اسامہ کی امارت پر اعتراض کر رہے ہو' تم لوگوں نے اس سے قبل اس کے والد زید کی امارت پر بھی اعتراض کیا تھا' اللہ کی قسم زید امارت کی قابل تھا اور میرے نزدیک محبوب ترین لوگوں میں سے تھا۔ اس کے بعد اسامہ میرے نزدیک محبوب ترین لوگوں میں سے ہے۔

تیاری شروع ہونے کے دو دن بعد رسول اللہ بیمار پڑ گئے...... اور دن بدن آپ کی بیماری بڑھتی رہی...... جس کی وجہ سے تیار لشکر روانہ نہ ہو سکا اور مدینہ سے تین میل کے فاصلے پر مقام جرف میں ہی ٹھہرا رہا۔ مقام جرف شام کی طرف واقع ہے۔

جب لشکر کو رسول اللہ ﷺ کی وفات کی خبر پہنچی تو لشکر مدینہ واپس پہنچ گیا۔

وفات نبوی کے بعد حالات میں تبدیلی کی وجہ سے لشکر مدینہ ہی ٹھہرا رہا۔

ام المومنین عائشہؓ فرماتی ہیں۔
جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے تو عرب نفاق اور اعتراضات کا شکار ہونے لگے۔ مجھ پر ایسی مصیبتیں اور آزمائشیں ٹوٹیں کہ اگر پہاڑوں پر ٹوٹتیں تو وہ بھی ریزہ ریزہ ہوجاتے...... اور صحابہ کی تو وہ حالت تھی کہ جیسے باغ میں بارش سے بھیگی ہوئی بکریاں رات بھر درندوں سے بھری زمین میں ہوں۔

جب ابوبکرؓ نے خلافت کا منصب سنبھالا تو رسول اللہ ﷺ کی وفات کے تیسرے دن ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں میں اعلان کرے کہ رسول اللہ ﷺ کی تیاری کو اب پایہ تکمیل تک پہنچایا جائے۔ اور لشکر اسامہ کو اپنی مہم پر روانہ ہوجانا چاہیے۔ لہٰذا ہر وہ شخص جس کا نام لشکر اسامہ میں ہی وہ مدینہ چھوڑ کر شام جزف میں اپنی لشکر گاہ میں پہنچ جائے۔

اس پیغام کے بعد آپ نے لوگوں سے خطاب فرمایا۔
لوگو! یقین جانو میں تم جیسا ہی ہوں مجھے نہیں معلوم شاید تم لوگ مجھے اس طریقے سے قبول کرو گے جس کی رسول اللہ ﷺ کو طاقت تھی۔ اللہ نے آپ کو سارے عالم پر منتخب فرمایا اور آپ کو آفات سے محفوظ رکھا تھا۔ میرا کام اتباع ہے یعنی ان کے کاموں کو لے کر چلوں میں بدعت ایجاد کرنے والا نہیں اگر میں سیدھا چلوں تو میرا ساتھ دینا اگر کجی اختیار کروں تو مجھے سیدھا کردینا۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد کسی نے ظلم کا اظہار نہیں کیا لیکن میرے ساتھ شیطان ہے وہ جب مجھ پر سوا رہوجائے تو تم لوگ مجھ سے دور رہو۔ تم موت کے سائے میں صبح وشام کرتے ہو...... جس کا علم تم سے اوجھل ہے۔ اللہ کے بغیر تمہیں اس کی استطاعت نہیں ہوسکتی لہٰذا تم نیکیوں میں سبقت لے جانے کی کوشش کرو قبل ازیں کہ موت سے تمہارے اعمال کا سلسلہ ٹوٹ جائے۔

کچھ لوگ اپنی موت بھول گئے اور اپنے اعمال دوسروں کے لیے کیے۔

خبردار! تم ایسامت کرنا...... محنت کرو محنت کرو سبقت کرو سبقت کرو جلدی کرو جلدی کرو۔ تمہارے پیچھے تیز رفتار طلب کرنے والا لگا ہوا ہے۔ موت کو یاد رکھو گزرے ہوئے آباؤ اجداد اور بھائیوں سے عبرت پکڑو جو زندہ ہیں ان پر رشک مت کرو۔"

اپ نے پھر خطبہ دیا...... حمد وثنا کے بعد فرمایا!

اللہ تعالیٰ صرف وہی اعمال قبول فرماتا ہے جو صرف اس کی رضا کے لیے کیے جائیں لہٰذا تم اعمال اللہ کی رضا کے لیے کرو...... ایسی صورت میں تم اپنے اعمال محتاجی وفقر کے وقت کے لیے خالص کرلو گے۔

تم میں سے جو مر گئے ان سے عبرت حاصل کرو اور ان میں غور وفکر کرو کل وہ کہاں تھے آج کہاں ہیں اور کہاں گئے وہ قوت وطاقت والے جنہیں میدان جنگ میں غلبہ رہتا تھا وہ سب زمانے کی نذر ہوگئے اور وہ بوسیدہ ہوگئے ان پر تباہی وبربادی آئی کہاں گئے وہ ملوک وسلاطین جنہوں نے زمین کو آباد کیا تھا وہ دور ہوگئے انہیں سب نے بھلادیا۔ جیسے کبھی تھے ہی نہیں...... لیکن اللہ عزوجل نے ان پر تاوان باقی رکھا...... اور ان کی لذتوں کو ختم کردیا۔ وہ چلے گئے اور اپنے اعمال ساتھ لے گئے اور یہ دنیا دوسروں کے ہاتھ آ گئی۔ ان کے بعد ہم بھیجے گئے اگر ہم نے گزرے ہوئے لوگوں سے عبرت حاصل کی تو ہمیں نجات ملے گی اور اگر ہم ان کی ڈگر پر چلے تو ہمارا بھی ان جیسا انجام ہوگا۔

ارشاد الٰہی ہے!
ترجمہ:۔ہم نے ان سے پہلے بہت سی جماعتیں تباہ کردی ہیں کیا ان میں سے ایک کی بھی آہٹ کو آپ پاتے ہیں یا ان کی آواز کی بھنک بھی آپ کے کان میں پڑتی ہے۔
رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے!
"ہر ایک کے ساتھ ایک ساتھی ملائکہ میں سے اور ایک جن کی صورت میں لگادیا گیا ہے۔
لوگوں نے عرض کیا!
یارسول اللہ ﷺ کیا آپ کے ساتھ بھی۔
فرمایا...... ہاں میرے ساتھ بھی لیکن اللہ تعالیٰ نے میری مدد فرمائی اور وہ جن مسلمان ہوگیا...... اب وہ مجھے بھلائی کا ہی حکم دیتا ہے۔"

حدیث میں آیا ہے۔
کہ رات رسول اللہ ﷺ اپنی زوجہ محترمہ ام المومنین صفیہؓ کے ساتھ گفت وشنید کررہے تھے وہاں سے کچھ انصار کا گزر ہوا تو آپ نے ان سے فرمایا۔
ذرا ٹھہرو یہ صفیہ بنت حی ہیں۔
پھر آپ نے واضح کیا۔
"میں ڈرا کہ کہیں شیطان تمہارے دلوں میں شک وشبہ

ام المومنین عائشہؓ فرماتی ہیں۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے تو عرب نفاق اور اعتراضات کا شکار ہونے لگے۔ مجھ پر ایسی مصیبتیں اور آزمائشیں ٹوٹیں کہ اگر پہاڑوں پر ٹوٹتیں تو وہ بھی ریزہ ریزہ ہو جاتے...... اور صحابہ کی تو وہ حالت تھی کہ جیسے باغ میں بارش سے بھیگی ہوئی بکریاں رات بھر درندوں سے بھری زمین میں ہوں۔

جب ابوبکرؓ نے خلافت کا منصب سنبھالا تو رسول اللہ ﷺ کی وفات کے تیسرے دن ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں میں اعلان کرے کہ رسول اللہ ﷺ کی تیاری کو اب پایہ تکمیل تک پہنچایا جائے۔ اور لشکر اسامہ کو اپنی مہم پر روانہ ہو جانا چاہیے۔ لہٰذا ہر وہ شخص جس کا نام لشکر اسامہ میں ہی وہ مدینہ چھوڑ کر شام جزف میں اپنی لشکر گاہ میں پہنچ جائے۔

اس پیغام کے بعد آپ نے لوگوں سے خطاب فرمایا۔

لوگو! یقین جانو میں تم جیسا ہی ہوں، مجھے نہیں معلوم شاید تم لوگ مجھے اس طریقے سے قبول کرو گے، جس کی رسول اللہ ﷺ کو طاقت تھی۔ اللہ نے آپ کو سارے عالم پر منتخب فرمایا اور آپ کو آفات سے محفوظ رکھا تھا۔ میرا کام اتباع ہے یعنی ان کے کاموں کو لے کر چلوں، میں بدعت ایجاد کرنے والا نہیں، اگر میں سیدھا چلوں تو میرا ساتھ دینا، اگر کجی اختیار کروں تو مجھے سیدھا کر دینا۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد کسی نے ظلم کا اظہار نہیں کیا، لیکن میرے ساتھ شیطان ہے، وہ جب مجھ پر سوار ہو جائے تو تم لوگ مجھ سے دور رہو۔ تم موت کے سائے میں صبح و شام کرتے ہو...... جس کا علم تم سے اوجھل ہے۔ اللہ کے بغیر تمہیں اس کی استطاعت نہیں ہو سکتی، لہٰذا تم نیکیوں میں سبقت لے جانے کی کوشش کرو، قبل ازیں کہ موت سے تمہارے اعمال کا سلسلہ ٹوٹ جائے۔

کچھ لوگ اپنی موت بھول گئے، اور اپنے اعمال دوسروں کے لیے کیے۔

خبردار! تم ایسا مت کرنا...... محنت کرو، محنت کرو، سبقت کرو، سبقت کرو، جلدی کرو، جلدی کرو۔ تمہارے پیچھے تیز رفتار طلب کرنے والا لگا ہوا ہے۔ موت کو یاد رکھو، گزرے ہوئے آباؤ اجداد اور بھائیوں سے عبرت پکڑو، جو زندہ ہیں ان پر رشک مت کرو۔"

اپ نے پھر خطبہ دیا...... حمد و ثنا کے بعد فرمایا!

اللہ تعالیٰ صرف وہی اعمال قبول فرماتا ہے جو صرف اس کی رضا کے لیے کیے جائیں، لہٰذا تم اعمال اللہ کی رضا کے لیے کرو...... ایسی صورت میں تم اپنے اعمال محتاجی و فقر کے وقت کے لیے خالص کر لو گے۔

تم میں سے جو مر گئے ان سے عبرت حاصل کرو اور ان میں غور و فکر کرو، کل وہ کہاں تھے، آج کہاں ہیں، اور کہاں گئے وہ قوت و طاقت والے جنہیں میدان جنگ میں غلبہ رہتا تھا، وہ سب زمانے کی نذر ہو گئے، اور وہ بوسیدہ ہو گئے، ان پر تباہی و بربادی آئی، کہاں گئے وہ ملوک و سلاطین جنہوں نے زمین کو آباد کیا تھا، وہ دور ہو گئے، انہیں سب نے بھلا دیا۔ جیسے کبھی تھے ہی نہیں...... لیکن اللہ عزوجل نے ان پر تاوان باقی رکھا...... اور ان کی لذتوں کو ختم کر دیا۔ وہ چلے گئے، اور اپنے اعمال ساتھ لے گئے، اور یہ دنیا دوسروں کے ہاتھ آ گئی۔ ان کے بعد ہم بھیجے گئے، اگر ہم نے گزرے ہوئے لوگوں سے عبرت حاصل کی تو ہمیں نجات ملے گی، اور اگر ہم ان کی ڈگر پر چلے تو ہمارا بھی ان جیسا انجام ہوگا۔

ارشاد الٰہی ہے!

ترجمہ :۔ ہم نے ان سے پہلے، بہت سی جماعتیں تباہ کر دی ہیں، کیا ان میں سے ایک کی بھی آہٹ کو آپ پاتے ہیں، یا ان کی آواز کی بھنک بھی آپ کے کان میں پڑتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے!

"ہر ایک کے ساتھ ایک ساتھی ملائکہ میں سے اور ایک جن کی صورت میں لگا دیا گیا ہے۔

لوگوں نے عرض کیا!

یارسول اللہ ﷺ کیا آپ کے ساتھ بھی۔

فرمایا...... ہاں میرے ساتھ بھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے میری مدد فرمائی اور وہ جن مسلمان ہو گیا...... اب وہ مجھے بھلائی کا ہی حکم دیتا ہے۔"

حدیث میں آیا ہے۔

کہ رات رسول اللہ ﷺ اپنی زوجہ محترمہ ام المومنین صفیہؓ کے ساتھ گفت و شنید کر رہے تھے، وہاں سے کچھ انصار کا گزر ہوا تو آپ نے ان سے فرمایا۔

ذرا ٹھہرو یہ صفیہ بنت حی ہیں۔

پھر آپ نے واضح کیا۔

"میں ڈرا کہ کہیں شیطان تمہارے دلوں میں شک و شبہ

پیدا نہ کردے۔ کیونکہ شیطان انسان کے خون میں ہر وقت سرائیت کرتا ہے۔ اس خطاب کے ذریعے ابوبکرؓ نے مسلمانوں کو وعظ فرمایا اور موت کے بارے میں لوگوں کو تفصیلاً آگاہ کیا..... اور عمل صالح کے لیے انہیں ابھارا۔

استاذ عقاد آپ کے خطبات کے بارے میں فرماتے ہیں۔

"آپ کا کلام اخلاق وحکمت کے میزان میں سب سے زیادہ وزنی ہے۔

آپ نے حالات اور مواقع کے مطابق کلام فرمایا' جو آپ کے اس ملکہ کی دلالت کرتی ہیں' اور خلیفہ رسول کی طبعی حالت کو بیان کرتی ہیں' کہ آپ نے فرمایا کہ آپ اللہ کے خلیفہ نہیں' رسول اللہ کے خلیفہ ہیں' آپ ایک بشر غیر معصوم تے' اور میں رسول اللہ کے مقام نبوت ورسالت کی طاقت نہیں رکھتا..... اور نہ ہی رسول اللہ سے ہٹ کر نئی راہ اختیار کروں گا۔

آپ ہمیشہ ہر خطبے میں لوگوں کو یاد دہانی کرتے رہتے تھے کہ اللہ کی پاک ذات کے علاوہ کسی بشر کو کسی قسم کا اختیار حاصل نہیں' اوپر والی ذات بااختیار ہے۔ جو بھی مانگو اسی سے مانگو وہی دینے اور لینے والا ہے۔

لشکر اسامہ کی روانگی

جب ابوبکرؓ نے لشکر اسامہ کا اعلان کیا تو بعض صحابہ نے گردوپیش سے سامنے آنے والی مخالفتوں کی وجہ سے اپنی رائے کا اظہار کیا۔

خلیفہ رسول! کیا آپ کو معلوم ہے کہ اکثر مسلمان اور عرب کے لوگ آپ کے اس فیصلے کے اعتراض میں کھڑے ہوگئے ہیں' لہٰذا یہ آپ کے لیے مناسب نہیں کہ آپ مسلمانوں کی جماعت سے الگ ہوجائیں۔

جب اسامہؓ نے مخالفت کی انتہا کو محسوس کیا تو اسامہؓ جرف میں اپنی لشکر گاہ سے کوچ کرنے اور مدینہ لوٹ آنے کی اجازت کے لیے عمر بن خطابؓ کو ابوبکرؓ کے پاس بھیجا۔

لیکن ابوبکرؓ نے اس بات کی مخالفت کی تو لشکر اسامہؓ اور دیگر قائدین جنگ خلیفہ کی اپنی رائے پر مطمئن نہ ہوئے' انہوں نے مختلف طریقوں سے خلیفہ کو اپنی رائے پر مطمئن کرنے کی کوشش کی' جب خلیفہ سے مطالبات بڑھتے گئے تو آپ نے اس موضوع پر گفتگو اور بحث مباحثے کے لیے مہاجرین وانصار کی عام مجلس بلائی اور مختلف پہلوؤں کے فوائد ونقصان' اونچ نیچ سے سب کو آگاہ کیا۔

لشکر اسامہ کی روانگی کے سب سے بڑے مخالف عمر بن خطاب تھے' جس کی وجہ یہ تھی کہ مدینہ میں خلیفہ' ازواج مطہرات اور مدینہ میں رہنے والے دیگر باشندگان کے لیے خطرہ محسوس کررہے تھے کہ کہیں مشرکین اور مرتدین ہی ان پر حملہ نہ کردیں۔

جب ابوبکرؓ نے صحابہ اور عام لوگوں کے مشورے سنے اور انہیں بات مکمل کرتے اور مکمل طور پر خدشات کا اظہار کرنے کا موقع دیا تو آپ نے اس دن کی مجلس کو برخاست کرنے کا حکم دیا لیکن کسی قسم کا فیصلہ سنانا آپ کو مناسب نہ لگا۔

دوسرے دن دوسرا اجتماع مسجد میں ہوا اس میں صحابہ نے مطالبہ کیا کہ وہ اس مہم کے عدم نفاذ کو بھول جائیں' جسے رسول اللہ ﷺ نے خود تیار کیا ہو۔

ابوبکرؓ نے صحابہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

"اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں ابوبکر کی جان ہے..... اگر مجھے یہ یقین ہو کہ درندے مجھے نوچ کھائیں گے میں اس صورت میں بھی لشکر اسامہ کو بھیج کر رہوں گا۔

جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے!

"اگر بستی میں میرے سوا کوئی بھی باقی نہ رہے تب بھی میں لشکر اسامہ کو نافذ کروں گا۔ انصار کا مطالبہ تھا کہ اسامہؓ سے عمرؓ میں زیادہ شخص کو امیر لشکر بنایا جائے' انہوں نے عمرؓ کو اس سلسلے میں بات کرنے کے لیے بھیجا اور فرمایا۔

دراصل مخالفت کی وجہ اسامہؓ ہیں' وہ عمر والے دانشمند اور جہاندیدہ شخص کو امیر بنانا چاہتے ہیں۔

آپ بیٹھے ہوئے تھے ایک جھٹکے سے کھڑے ہوئے اور عمرؓ کی داڑھی پکڑ کر فرمایا۔

"خطاب کے بیٹے! یہ مت بھولو کہ اسامہ کو رسول اللہ ﷺ نے امیر مقرر کیا ہے اور تم مجھے اسے معزول کرنے کا حکم دے رہے ہو۔

عمرؓ ان کی کچی بات سن کر وہاں سے ہٹ گئے۔

اور لوگوں کے پاس آ کر فرمایا۔

یہاں سے چلے جاؤ' اگر تم نہیں مانو گے تو تمہاری مائیں تمہیں گم پائیں' مجھے اس سلسلے میں خلیفہ رسول ﷺ سے کچھ نہیں ملا۔

ابوبکرؓ اس کے بعد لشکر کی طرف نکل گئے' ان کو حوصلے

وہمت کی تھپکی دے کر روانہ کیا اور خود انہیں الوداع کہنے کے لیے ان کے ساتھ چل دیئے۔
اسامہؓ سوار تھے اونٹ یا گھوڑا تھا' اور ابوبکرؓ پیدل عبدالرحمٰن بن عوف کے ساتھ چل رہے تھے۔ (اس وقت ابوبکرؓ کی عمر ساٹھ سال تھی)
اسامہؓ نے عرض کیا۔
خلیفہ رسول یا تو آپ سوار ہوجائیں ورنہ میں اتر جاتا ہوں' (اس وقت اسامہ اٹھارہ سال کے تھے)
آپ نے فرمایا۔
واللہ آپ سواری سے مت اتریں' اور نہ ہی میں سوار ہونا چاہوں گا' اس میں کوئی حرج نہیں' میں اپنے قدم اللہ کی راہ میں گردآلود کروں۔
پھر ابوبکرؓ نے اسامہ سے کہا...... اگر آپ مناسب سمجھیں تو عمر کو میرے تعاون کے لیے پیچھے چھوڑ جائیں۔
اسامہؓ نے عمرؓ کو پیچھے رکنے کی اجازت دے دی۔
ابوبکرؓ پھر فوج کی جانب متوجہ ہوکر فرمانے لگے۔
لوگو! ٹھہرو میں تمہیں دس باتوں کی وصیت کرتا ہوں' انہیں یاد کرلینا۔
(۱)۔خیانت مت کرنا۔
(۲)۔مال غنیمت مت چھپانا۔
(۳)۔غداری مت کرنا۔
(۴)۔لاشوں کا مسلہ مت بنانا۔
(۵)۔پھلدار درختوں کو مت کاٹنا۔
(۶)۔بکری' گائے اور اونٹ کو مت ذبح کرنا' ہاں اگر کھانے کی ضرورت پیش آئے تو تم بھوک مٹانے کی غرض سے یہ کرلینا' لیکن حد سے تجاوز مت کرنا' اللہ تعالیٰ کو حد سے تجاوز کرنے والے لوگ قطعاً پسند نہیں۔
(۷)۔عنقریب اسی رستے پر تمہارا ایسے لوگوں کے علاقوں سے گزر ہوگا جو اپنے گرجا گھروں میں عبادت میں مشغول ہوں گے' ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دینا۔
(۸)۔تمہارا ایسے لوگوں کے پاس سے بھی گزر ہوگا' جو تمہاری خاطر ومدارت کے لیے تمہیں انواع واقسام کے کھانے پیش کریں گے' ان میں سے جو بھی پسند کرو کھانے سے پہلے بسم اللہ کہو۔
(۹)۔تمہیں ایسے لوگ بھی ملیں گے اور سر کے چاروں طرف انہوں نے بال چھوڑے ہوں گے' ایسے معلوم ہوگا جیسے انہوں نے کھوپڑی کے گرد پٹی باندھ رکھی ہو...... ان کو تلوار سے اڑا دینا۔
(۱۰)۔پھر اس کے بعد رب کا ذکر کرتے ہوئے وہاں سے روانہ ہوجانا۔
پھر اسامہؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔
آپ وہی کچھ کرنا جو...... ؟ نافذ کرنے کی رسول اللہ ﷺ نے آپ کو وصیت فرمائی تھی۔ وہی کرنا جس کا رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا ہے۔
قضاء کے علاقہ سے سفر شروع کرنا اور پھر آبل (یہ جگہ اردن کے جنوب میں ایک دن سفر کرنے کے فاصلے پر واقع ہے) پہنچنا اور رسول اللہ ﷺ کے کسی حکم کی کوتاہی مت کرنا۔
جس عہد میں تاخیر ہوجائے' اسے پورا کرنے کی جلدی مت کرنا۔
اسامہؓ نے ان کی تمام وصیتوں پر غور وخوض کیا اور اپنا لشکر لے کر وہاں سے روانہ ہوگئے۔
جب اسامہ قضاعہ کے قبائل میں پہنچے جہاں رسول اللہ ﷺ نے اسامہ کو شہسواروں کو پھیلانے کی وصیت کی تھی' اسامہؓ نے انہیں اس علاقے میں پھیل جانے کا حکم دیا اور رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق آبل پر حملہ کردیا۔ فتح یابی کے بعد مال غنیمت حاصل کرنے میں کامیاب ہوکر لوٹے۔
اس مہم کے شروع ہونے سے لے کر کامیابی حاصل کرنے تک آنے جانے میں چالیس دن لگ گئے۔
جب ہرقل کو رسول اللہ کی وفات کی خبر پہنچی تو وہ قدرے مطمئن ہوگیا' جب اسے لشکر اسامہ کی تیاری کی خبر ملی تو رومی کہنے لگے' یہ کس قدر عجیب لوگ ہیں' ایک طرف ان کا نبی وفات پاگیا' دوسری طرف پھر بھی ہمارے ملک پر حملہ آور ہونا چاہتے ہیں۔
عرب کہنے لگے...... اگر مسلمانوں کے پاس قوت وجرات نہ ہوتی تو وہ یہ لشکر اسامہ ہرگز روانہ نہ کرتے۔
ارشاد ربانی ہے!
ترجمہ:۔ہم دنوں کو لوگوں کے درمیان ادلتے بدلتے رہتے ہیں۔
ایک وہ وقت تھا کہ جب عرب کے وفود رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مطیع وفرمانبردار بن کر حاضر ہوا کرتے تھے' ان کی

کثرت کی وجہ سے نو ہجری کا نام "عام الوفود" پڑ گیا' پھر آپ کی وفات کے بعد حالات نے پلٹ کھایا اور یہ خطرہ لاحق ہو گیا کہ اسلامی دارالخلافہ مدینہ پر عرب قبائل حملہ آور نہ ہو جائیں۔

امام رازی اس آیت کی تفسیر یوں کرتے ہیں!

"اس کا مطلب ہے کہ دنیا کے ایام لوگوں کے درمیان ادلتے بدلتے رہتے ہیں' ان کے لیے دوام نہیں' خواہ خوشی کے ایام ہوں یا غمی کے ہوں آج ایک کی خوشی لاحق ہوتی ہے اور اس کے دشمن کو غم پہنچتا ہے' تو دوسرے دن اس کے برعکس ہو جاتا ہے' اس کے حالات پہلے جیسے کبھی نہیں رہتے' اور اس کے آثار کے لیے استقرار نہیں ہوتا۔

شاعر کا قول!

ایک ہمارے حق میں اور ایک دن ہمارے خلاف
ایک دن ہمارے ساتھ بدسلوکی کی جاتی ہے
اور ایک دن ہم خوش کیے جاتے ہیں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد!

ترجمہ:۔ "بے شک اللہ کی رحمت نیک کام کرنے والوں کے نزدیک ہے۔" (الاعراف)

پھر اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے!

ترجمہ:۔ پس یقیناً مشکل کے ساتھ آسانی ہے' بیشک مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔ (الانشراح)

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد!

"مومن کا معاملہ عجیب ہے۔ اس کے تمام امور خیر ہیں' اور یہ مومن کے علاوہ کسی کو حاصل نہیں ہیں' اگر اس کو خوشی لاحق ہوتی ہے تو شکر ادا کرتا ہے' اس طرح اس کو خیر حاصل ہوتی ہے' اور اگر اس کو تکلیف لاحق ہوتی ہے تو صبر کرتا ہے' اس طرح وہ خیر کا مستحق ہوتا ہے۔"

ابوبکرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے دینی امور ان کی قربت ورفاقت میں سیکھے تھے اور آپ نے انہی کو مقدم رکھا' لشکر اسامہؓ اس کی ایک زندہ مثال ہے۔

ایک روایت میں ابوبکرؓ کا قول!

"لوگو! اللہ سے تقویٰ اختیار کرو' اپنے دین پر مضبوطی سے قائم رہو' اپنے رب پر توکل کرو' یقیناً اللہ کا دین قائم ہے اور اللہ کا کلمہ مکمل ہے' اللہ اس کی مدد کرے گا' جو اس کے دین کی مدد کرے گا اور اپنے دین کو عزت وغلبہ عطا کرے گا' جو لوگ ہمارے خلاف اٹھیں ان کی ہم پرواہ نہیں کرتے۔ یقیناً اللہ کی تلواریں ابھی کھلی ہوئی ہیں۔ ہم نے انہیں ابھی رکھا نہیں' جو ہمارے خلاف اٹھے گا' ہم اسی طرح اس سے جہاد کریں گے' جس طرح رسول اللہ ﷺ کی قربت میں کیا کرتے تھے۔ لہٰذا کوئی بھی شخص ظالم وبغاوت پر نہ اترے' ورنہ اس کا وبال اس کے سر پر ہوگا۔

فرمان الٰہی کا اشارہ......!

جب اسامہؓ نے جرب سے واپس آنے کی اجازت مانگی۔

"ترجمہ:۔ اور (دیکھو) کسی مومن مرد و عورت کو اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ کے بعد اپنے کسی امر کا اختیار باقی نہیں رہتا' (یاد رکھو) اللہ تعالیٰ اور اور اس کے رسول کی جو بھی نافرمانی کرے گا' وہ صریح گمراہی میں پڑے گا۔ (الاحزاب)

ابوبکرؓ جب لشکر اسامہ کو الوداع کہنے نکلے تو پیدل ان کے ساتھ چل رہے تھے۔ انہوں نے اپنی آنکھوں سے رسول اللہ کو ایسا ہی کرتے دیکھا تھا۔

مسند احمد میں معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے۔ ان کو جب رسول اللہ ﷺ نے یمن روانہ کیا' تو آپ ان کے ساتھ وصیت کرتے ہوئے نکلے' معاذؓ سوار تھے اور رسول اللہ ﷺ ان کی سواری کے ساتھ پیدل چل رہے تھے۔

شیخ احمد النساحدیث فرماتے ہیں...... ایسا ہی ابوبکرؓ نے اسامہ بن زیدؓ کے ساتھ کیا' بے شک اسامہ جوان تھے' رسول اللہ نے لشکر کا پرچم ان کو عطا کیا' ابوبکرؓ کے فعل میں نبی کریم کی اقتدار تھی' جو آپ نے معاذ کے ساتھ اختیار کیا تھا۔

ابن کثیر میں روایت ہے۔

ابوبکرؓ نے اسامہؓ کو یہ وصیت کی کہ وہ وہی کریں جس کا انہیں رسول اللہ ﷺ حکم فرما چکے ہیں۔

صحابہ کرام نے جب ابوبکرؓ کی رائے کو مان لیا تو انہیں اللہ نے مال غنیمت پیش کیا۔ اس کے بعد سب نے رسول اللہ کے حکم کو تھام لیا اور رسول اللہ ﷺ کے احکامات کو پورا کرنے کی ہر ممکن کوشش کرنے لگے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں نصرت وفتح عطا کی تھی' اور مال غنیمت عطا فرمایا تھا۔ اور دشمنان اسلام کے دلوں میں ان کا رعب ودبدبہ اور ہیبت بٹھا دی۔ جس کی وجہ سے دشمنوں کے مکروفریب کو ان سے روک دیا۔

تھامس آرنلڈ لشکر اسامہ کے بارے میں لکھتا ہے۔

لشکر اسامہ شاندار حملوں میں سے پہلا ایسا حملہ تھا جس

کے ذریعے سے عرب شام فارس اور شمالی افریقہ پر مکمل طور پر قابض ہو گئے اور قدیم فارسی سلطنت کو ختم کرنے میں کامیاب ہو گئے اور رومی شہنشاہت کے پنجے سے اس کے بہترین علاقوں کو آزاد کرالیا۔

بے شک امت مسلمہ کی زندگی کا راز رب کی اطاعت اور نبی کی سنت کی اقتدا میں پوشیدہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی وصیت!

"رسول اللہ ﷺ ہمیشہ امراء وافواج کو رخصت کرتے وقت وصیت فرمایا کرتے تھے جس کی پیروی ابوبکرؓ نے کر دکھائی تھی۔

شام روم ہرقل کا اضطراب

جب روم کو فتح کرنے کے بعد لشکر اسامہ مال غنیمت کے ساتھ واپس آنے لگے تو شاہ روم ہرقل نے حیرت واضطراب میں اپنے تمام جرنیلوں کو......؟؟ کے مقام پر جمع ہونے کا حکم دیا۔

جب سب جمع ہو گئے تو ہرقل نے ناراضگی وغصے میں زوردار لہجے میں کہا۔

"اسی چیز سے میں نے تمہیں ڈرایا تھا لیکن تم لوگوں نے میری بات نہ مانی عرب مہینے بھر کا سفر مشکلات میں طے کر کے تم پر حملہ آور ہوتے ہیں اور پھر جنگ کی صعوبتوں کے باوجود صحیح سالم واپس چلے جاتے ہیں تم نے دیکھا ہے کہ ان کو زخم تک نہیں ہوتا۔

ہرقل کے بھائی نیاف نے مستحکم لہجے میں کہا۔

آپ فوج بھیجئے جو بلقاء (اردن) میں ڈٹ کر بیٹھ جائے اور یہ فوج اپنی حدود کی حفاظت کرنے میں پیچھے نہ رہے...... یہ سن کر ہرقل نے فیصلہ کیا اور اس نے اردن کی جانب فوج روانہ کر دی اور اپنے ہی ساتھی کو فوج کا امیر مقرر کر دیا اور پھر یہ فوج وہیں مقیم رہی یہاں تک کہ ابوبکر وعمرؓ کی خلافت میں اسلامی فوج شام کی طرف آگے نہ بڑھ گئیں۔

فوج کی مراجعت

جب فتح یابی کے جھنڈے لہراتا ہوا لشکر اسامہ مدینہ پہنچا تو ابوبکرؓ نے مہاجرین اور انصار کے ہمراہ مدینہ سے باہر نکل کر فاتحہ فوج کا گونجدار آوازوں میں استقبال کیا...... لاالہ الا اللہ کی صدائیں ہر طرف بلند ہوتی چلی گئیں۔

اسامہؓ مدینہ میں داخل ہوئے اور سیدھے مسجد نبوی کا رخ کیا اور اللہ کے اس عظیم انعام پر آپ نے سجدہ شکرانہ ادا کیا۔

اس غزوہ کا خود مسلمانوں کی زندگی اور پھر ان عربوں کی زندگی پر بہت گہرا مثبت اثر پڑا اور رومیوں کی زندگیوں پر اس مہم کے اثرات پڑے کیونکہ ان کی ملک کی حدود پر مسلمان ہی تو حفاظت کرنے کے لیے پھیلے ہوئے تھے۔

مرتدین جو آگے بڑھے تھے انہیں فوراً روک دیا گیا۔ اور جو لوگ مخالفت کرنے اکٹھے ہوئے تھے ان کو تتر بتر کر دیا۔ جو مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کے لیے بھڑ جانا چاہتے تھے انہوں نے ہاتھ جوڑ کر مصالحت میں اپنی سلامتی جانی۔

ابھی لشکر کا ہر سپاہی اسلحے میں لیس تھا کہ ان کی ہیبت نے ایسا اثر دکھایا کہ شمال کے تمام محاذوں پر دشمن کمزور ترین ہو گئے۔

گورنروں کا انتخاب

ابوبکرؓ نے اپنی خلافت میں بہت جلد اسلامی ریاستوں کے گورنروں کا انتخاب کیا جس میں ابوبکرؓ ایک جہاندیدہ دوراندیش اور ذہانت وفطانت میں بہت اعلیٰ نظر آتے ہیں۔

ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں مقرر کردہ گورنر

مختلف اسلامی ریاستوں کے گورنروں کے نام ملاحظہ فرمائیے۔

(۱)۔ مدینہ...... مدینہ دارالخلافہ تھا یہاں ابوبکرؓ بحیثیت خلیفہ مقرر ہوئے تھے۔

(۲)۔ مکہ...... اس کے امیر عتاب اسیدؓ تھے انہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمایا تھا۔ ابوبکرؓ کی خلافت میں بھی آپ اپنے منصب پر برقرار رہے۔

(۳)۔ طائف...... اس کے گورنر عثمان بن ابی العاصؓ تھے ان کو بھی رسول اللہ ﷺ نے یہاں کا امیر بنایا تھا اور ابوبکرؓ نے بھی ان کو اپنے عہد پر انہیں یہاں برقرار رکھا۔

(۴)۔ صنعاء...... اس کے امیر مہاجرین امیہؓ تھے انہوں نے صنعاء کو فتح کیا تھا جب لڑائی کی مہم ختم ہوئی تو آپ کو ہی یہاں کا گورنر مقرر کیا گیا۔

(۵)۔ حضرموت...... اس کے گورنر زیاد بن لبیدؓ تھے۔

(۶)۔ زبید اور رقع...... اس کے امیر ابوموسیٰ اشعریؓ مقرر کیے گئے۔

(۷)۔ خولان...... اس کے گورنر یعلی بن ابی امیہؓ تھے۔

(۸)۔ جند...... اس کے امیر معاذ بن جبلؓ تھے۔

(۹)۔ نجران...... اس کے امیر جریر بن عبداللہؓ تھے۔
(۱۰)۔ جرش...... اس کے گورنر امیر عبداللہ بن ثورؓ تھے۔
(۱۱)۔ بحرین...... اس کے امیر علاء بن حضرمیؓ تھے۔
(۱۲)۔ عراق وشام...... اس کے گورنر علای بن حضرمیؓ تھے۔
(۱۳)۔ عمان...... اس کے امیر حذیفہ بن محصنؓ تھے۔
(۱۴)۔ یمامہ...... اس کے گورنر امیر سلیط بن قیسؓ تھے۔

مرتد کی تعریف

امام نوویؒ مرتد کی تعریف میں فرماتے ہیں۔
نیت یا کفریہ بات یا فعل کے ذریعے اسلام سے انکار کردینا خواہ مذاق کے طور پر کہا جائے یا عناد واعتقاد کی بنیاد ہو لہٰذا جس نے رب العزت کی یا رسولوں کی نفی کی ہو یا کسی رسول کی تکذیب میں ناجائز کلمات کہے ہوں زنا کو حلال قرار دیا ہو یا اس کے برعکس بالاجماع حلال کو حرام قرار دینا یا کفر کا عزم کیا یا اس میں تردد کیا ہو۔ وہ کافر کے زمرے میں ہوگیا۔
علیش مالکی نے اس کی تعریف یوں بیان کی ہے۔
کسی مسلمان کا قول صریح یا ایسے قول وفعل کے ذریعے سے کافر ہوجانا جو کفر کے متضاد ہی ہو۔
عثمان حنبلی نے مرتد کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا۔
مرتد کے معنی لغت میں لوٹنے والے کو کہتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا!
ترجمہ...... اپنی پشت کے بل روگردانی نہ کرو۔ (المائدہ)
امام ابن حزم مرتد کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔
ہر وہ شخص جو مسلمان ہو اور دیگر تمام ادیان سی بری ہو پھر اس کے بارے میں ثابت ہوجائے کہ وہ اسلام سے پھر گیا...... اور اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) بغیر اہل کتاب کے دین میں داخل ہوگیا یا بے دین ہوگیا اسے مرتد کہتے ہیں۔

مرتدین کی طرف اشارہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔
ترجمہ: اے ایمان والو! اگر کافروں کی باتیں مانو گے تو وہ تمہیں ایڑیوں کے بل پلٹادیں گے (یعنی مرتد بنادیں گے) پھر تم خسران اور گھاٹے کے ساتھ لوٹو گے۔ (یعنی نامراد ہوجاؤ گے) (العمران)
ارشاد ربانی ہے!
ترجمہ: اے اہل کتاب! جو کچھ ہم نے نازل فرمایا ہے جو اس کی بھی تصدیق کرنے والا ہے جو تمہارے پاس ہے اس پر ایمان لاؤ اس سے پہلے کہ چہرے بگاڑ دیں اور انہیں لوٹا کر پیٹھ کی طرف کردیں یا ان پر لعنت بھیجیں جیسے ہم نے ہفتہ کے دن والوں پر لعنت بھیجی تھی اور اللہ کا کام کیا گیا (النساء)
اللہ تعالیٰ کا ارشاد!
ترجمہ: جس دن بعض چہرے سفید ہوں گے اور بعض سیاہ سیاہ چہرے والوں (سے کہا جائے گا) کیا تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا اب اپنے اس کفر کا مزا چکھو۔ (آل عمران)
ابوہریرہؓ نے مرتد کے بارے میں ایک حدیث بیان فرمائی۔
''قیامت کے دن میرے ساتھیوں میں سے کچھ لوگ حوض پر آئیں گے انہیں حوض سے ہٹادیا جائے گا میں کہوں گا اے میرے رب یہ میرے ساتھی ہیں اللہ فرمائے گا...... تم کو نہیں معلوم تمہارے بعد انہوں نے کا کیا بدعات ایجاد کیں...... یہ تو اپنی پیٹھ پیچھا الٹے پاؤں لوٹ گئے تھے۔
ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔
''میری امت کے کچھ افراد کو لایا جائے گا پھر انہیں دائیں طرف موڑ دیا جائے گا میں کہوں گا یہ میرے ساتھی ہیں۔
جواب ملے گا...... تم نہیں جانتے انہوں نے تمہارے بعد کا کیا بدعات ایجاد کی ہیں...... پھر میں وہی کہوں گا جو عبد صالح (عیسیٰ علیہ السلام) نے کہا تھا۔
''میں ان پر گواہ رہا جب تک ان میں رہا پھر جب تو نے مجھے اٹھالیا تو تو ہی ان پر مطلع رہا پھر مجھ سے کہا جائے گا۔
جب سے تم ان کو چھوڑ کر آئے ہو یہ اپنی ایڑیوں کے بل ارتداد میں پڑے ہوئے تھے۔

مرتد کی قسمیں!

امام خطابیؒ فرماتے ہیں مرتدین کی دو قسمیں ہیں۔
ایک وہ جو دین سے مرتد ہوئے ملت کو چھوڑا اور کفر کی طرف لوٹ گئے اس فرقہ کے دو گروہ تھے۔
ایک گروہ ان لوگوں کا تھا جو مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی پر کفر کی طرف ایمان لائے تھے ان کی نبوت کی انہوں نے تصدیق کی اور رسول اللہ ﷺ کی نبوت انہوں نے انکار کیا تھا۔
دوسرا گروہ ان لوگوں کا تھا جو دین اسلام سے مرتد ہوئے شرعی احکام کا انکار کیا نماز وزکواۃ کے درمیان تفریق کی نماز

کا اقرار کیا' لیکن زکواۃ کی فرض کو خلیفہ کو دینے سے انکار کیا' ان زکواۃ روکنے والوں میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو زکواۃ دینا چاہتے تھے لیکن ان کے سرداوں نے انہیں خلیفہ کے بیت المال میں زکواۃ دینے سے روک رکھا تھا۔

ڈاکٹر عبدالرحمٰن بن صالح المحمود نے مرتدین کی چار قسمیں بتائی ہیں۔

(ا)۔وہ لوگ جو بت پرستی میں لگ گئے۔

(۲)۔وہ لوگ جنہوں نے جھوٹے مدعیان نبوت اسود عنسی' سیلمہ کذاب اور سجاع کے پیروکار بنے۔

(۳)۔جنہوں نے زکواۃ کی ادائیگی سے انکار کیا۔

(۴)۔یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے زکواۃ سے انکار نہیں کیا لیکن ابوبکرؓ کو زکواۃ دینے سے انکار کیا۔

دور نبوی میں اس کا آغاز......!!

ارتداد کا آغاز دور نبوی میں نو ہجری کو ہوا' جسے عام الوفود کہا جاتا ہے' اس سال میں جزیرہ عرب نے رسول اللہ ﷺ کی قیادت کو تسلیم کرلیا اور اس کے سردار قائدین مختلف علاقوں سے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

اس وقت ارتداد کی تحریک وسیع پیمانے پر عیاں نہیں ہوئی تھی' لیکن دس ہجری کے اواخر میں جب رسول اللہ نے حج کیا' اور پھر مرض الموت میں مبتلا ہوگئے تو کافر مرتد ہونے لگے اور جن کے دل اس اذیت دہ مرض میں مبتلا تھے' ان کی جرات وہمت کی شہ پر اسود عنسی یمن میں سیلمہ کذاب یمامہ میں اور طلحہ اسدی اپنے علاقے میں اٹھ کھڑے ہوئے' یہ لوگ اسلام کے لیے خطرہ بن گئے اور یہ اپنی ارتداد کے رستے پر ڈٹ گئے...... ان افراد کو دو طرح کے وسائل نے عظیم قوت بخشی تھی...... جس کی وجہ سے ان کے لوٹنے کا امکان ہی فوت ہوگیا۔

خواب

رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں کے بارے میں باری تعالیٰ کے حکم سے خواب دیکھا۔

جس سے آپ کی پریشانی کم ہوئی اور آپ کی اور امت کی آنکھیں ٹھنڈی ہوگئیں۔ایک دن منبر پر خطبہ دیتے ہوئے آپ نے فرمایا۔

"لوگو! مجھے شب قدر دکھائی گئی' پر مجھے بھلا دیا گیا' اور میں نے اپنے دونوں بازوؤں میں سونے کے کنگن دیکھے' مجھے یہ بہت ناگوار گزرا تو میں نے پھوک مار کر دونوں کو اڑا دیا' میں نے اس خواب کی تعبیر دو جھوٹوں سے کی' یمن والا (اسود عنسی مرتد) اور یمامہ والا (سیلمہ کذاب مرتد)

اہل علم نے اس خواب کی تعبیر کی تسریح کرتے ہوئے فرمایا۔

نبی کریم ﷺ کا پھونک مارنا اس بات کی دلالت کرتا ہے کہ یہ دونوں مرتد آپ کے اشارے پر قتل کیے جائیں گے بذات خود آپ ان سے جنگ نہیں کریں گے' اور جو دونوں کنگن سونے کے تھے یہ ان کے جھوٹا ہونے کی دلالت کرتے ہیں کیونکہ انہوں نے ظاہری تزئین کی کاطر ملمع سازی کر رکھی ہے' اسی طرح آپ کے دونوں ہاتھوں کو محیط ہونا اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اسی کوقت تک ان دونوں کا مسئلہ مسلمانوں کے لیے انتہائی سنگین ہوگا' کیونکہ کنگن بازوؤں کو چپٹے ہوئے ہیں۔

ڈاکٹر علی......؟؟ فرماتے ہیں۔ان دونوں کا پھونک سے اڑ جانا ان کی مکر وچال کی کمزوری پر دلالت کرتا ہے۔خواہ وہ کتنے ہی طاقتور کیوں نہ ہوں' وہ جھاگ کی طرح ہیں جس پر زوال لازمی آ کر رہے گا' معمولی سا حملہ ان کی داستان کو پارینہ کردے گا۔

سونے سے مراد دنیا ہے' اور بازوؤں میں کنگن کا اشارہ ہے' یہ دونوں مرتد چاروں طرف سے مسلمانوں کو گھیرے میں لے کر ختم کرنے کی کوشش کریں گے' جیسے کنگن نے کلائی کو گھیرے میں لیا ہوتا ہے۔

ابوبکرؓ کا بیان

ابوبکرؓ نے اللہ کی حمد وثنا بیان کرتے ہوئے فرمایا' تمام حمد اللہ کے لیے ہے' جس نے ہمیں ہدایت سے نوازا' پس کافی ہوگیا اور عطا کیا پس بے نیاز ہوگیا۔اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا' اس وقت علم کی قدر وقیمت نہیں تھی۔ اسلام ایک نیا مذہب ہونے کی وجہ سے اجنبی اور دھتکارا ہوا تھا' اس کی رسی بوسیدہ ہوچکی تھی۔اس کے ماننے والے اس سے بھٹک گئے تھے تو اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہوگیا' کیونکہ انہوں نے اپنی کتاب میں تبدیلی کر ڈالی تھی' اور اس میں دوسری من پسند چیزیں ڈال دیں' اور عرب خود کو اللہ سے محفوظ سمجھنے لگے' نہ اس کی عادت کرتے نہ دعا مانگتے' تو اللہ نے ان کی معیشت تنگ کردی' اللہ نے پتھریلی زمین میں بدلیوں کے سات دین کو سایہ فگن کیا' اور محمد کے ذریعے سے ان کو آخری امت قرار دیا' اور محمد ﷺ کو امت کا نبی بنایا...... ان کے متبعین کے ذریعے سے

آپ کی مدد فرمائی اور دوسروں پر آپ کو فتح عطا کی جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اٹھالیا تو شیطان نے پھر کمزور دل و دماغ رکھنے والے لوگوں پر اپنا قبضہ جمایا اور ان کے ہاتھ پکڑنے والے بغاوت پر آمادہ ہوگئے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ترجمہ:۔ ”محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) صرف رسول ہی ہیں ان سے پہلے بہت سے رسول آچکے ہیں کیا اگر ان کا انتقال ہوجائے یا یہ شہید ہوجائیں تو تم اسلام سے اپنی ایڑیوں کے بل پر جاؤ گے...... اور جو کوئی پھر جائے تو اللہ کا ہرگز کچھ بھی نہ بگاڑ سکیں گے۔ عنقریب اللہ تعالیٰ شکر گزاروں کو نیک بدلہ دے گا۔“ (آل عمران)

پھر ابوبکرؓ نے فرمایا۔

”تمہارے اردگرد کے دیہاتیوں نے اپنی بکریاں اور اونٹ جو زکوٰۃ میں دیتے تھے روک لیے ہیں۔ آج سے بڑھ کر وہ اپنے دین میں کبھی کمزور نہ تھے کاش وہ اس طرف لوٹ آئیں۔ اور نہ ہی تم آج سے زیادہ قوی تھے۔ رسول اللہ نے تمہیں اللہ کے حوالے کیا اور وہ کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب آپ کو نادار پایا تو تونگر کیا۔

ارشاد ربانی ہے۔

”ترجمہ:۔ اور اگر تم آگ کے گڑھے کے کنارے پہنچ چکے تھے تو اس نے تمہیں بچالیا۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح تمہارے لیے اپنی نشانیاں بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔ (آل عمران)

پھر ابوبکرؓ نے فرمایا۔

اللہ کی قسم! میں اس کے دین کے لیے قتال جاری رکھوں گا یہاں تک کہ اللہ اپنا وعدہ مکمل کردے اور ہمارے لیے اپنا عہد پورا کردے۔ اہل جنت میں سے جن کو شہادت ملتی ہے شہادت مل جائے اور جن کو باقی رہنا ہے وہ زمین میں باقی رہ جائیں اللہ کا فیصلہ برحق ہے اس کی بات بدلتی نہیں۔

ارشاد الٰہی ہے۔

ترجمہ:۔ تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں اور نیک اعمال کیے ہیں۔ اللہ وعدہ فرما چکا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ ان لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا۔ جو ان سے پہلے تھے۔ اور یقیناً ان کے لیے ان کے اس دین کو مضبوطی کے ساتھ محکم کرکے جمادے گے جسے ان کے لیے وہ پسند فرما چکا ہے اور ان کے اس خوف و خطر کو وہ امن و امان سے بدل دے گا...... وہ میری عبادت کریں گے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے...... اس کے بعد جو بھی لوگ ناشکری اور کفر کریں وہ یقیناً فاسق ہیں۔

زکوٰۃ سے انکاری

بعض صحابہ کرام نے ابوبکرؓ کو مشورہ دیا کہ جو لوگ زکوٰۃ دینے سے انکار کررہے ہیں ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیں عمرؓ نے فرمایا ان کی مال کی ذریعے دلجوئی کریں تاکہ ایمان ان کے دلوں میں پیوست ہوجائے اس کے بعد یہ زکوٰۃ دینے سے انکار نہیں کریں گے لیکن ابوبکرؓ نے ان کا مشورہ نہ مانا۔

ابوہریرہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی اور ابوبکرؓ خلیفہ بنائے گئے تو عرب میں جو لوگ کچا یقین رکھتے تھے وہ فوراً مرتد ہوگئے۔

عمرؓ نے ابوبکرؓ سے کہا کہ آپ ان لوگوں سے کس بنیاد پر قتال کریں گے جبکہ رسول اللہ کا فرمان ہے!

”مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ لوگ لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کرلیں جس نے اقرار کرلیا اس نے اپنے مال و جان کو محفوظ کرلیا مگر یہ کہ اسلام کا حق آجائے اور اس کا حساب اللہ کے حوالے ہے۔

یہ سن کر ابوبکرؓ نے کہا۔ واللہ میں اس سے ضرور قتال کروں گا جو زکوٰۃ اور نماز کے تفریق کریں گا۔ زکوٰۃ مال کا حق ہے واللہ اگر انہوں نے بکری کا بچہ جو رسول اللہ ﷺ کو زکوٰۃ دیتے تھے روک لیا تو میں ان سے زکوٰۃ روکنے کی وجہ سے قتال کروں گا۔

عمرؓ نے فرمایا! واللہ یہ تو ایسی بات ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے ابوبکرؓ کا سینہ کھول دیا ہے پھر میں نے پہچان لیا کہ یہی حق ہے۔

biazdill@naeyufaq.com

میمونہ رومان

بیاض دل

عردشمہ خان عروش...... بہاولپور

غم اور خوشی میں فرق نہ محسوس ہو جہاں
میں دل کواس مقام پہ لاتا چلا گیا

فریحہ چوہدری......شاہ نکڈر

دل ناامید تو نہیں ناکام ہی تو ہے
لمبی ہے غم کی شام مگر شام ہی تو ہے

عائشہ صدیقہ احمد زئی......اسلام آباد

تم زمانے کی روہ سے آئے
ورنہ سیدھا تھا راستہ دل کا

ماہم ماہی......ملتان

میں نے چاہا تجھے عید پہ کچھ پیش کروں
جس میں احساس کے سب رنگ ہوں روشن روشن
جن میں آنکھوں کے ترشتے ہوئے موتی لاکھوں
جن میں شامل ہو میرے قلب کی دھڑکن دھڑکن

دلکش مریم......چنیوٹ

کیسی عید ہے دلکش
گلے کوئی اپنا نہیں ملتا

نائمہ غزل......کراچی

کاجل، بندیا، ہار، سنگھار
ساجن بن ہے سب بے کار

ثمن آفندی......بہاولنگر

تمہارے چاند سے چہرے کی اگر دید ہوجائے
قسم ہے اپنی آنکھوں کی ہماری عید ہوجائے

اریشہ فاروق......گجرات

سنو اگر تمہاری دید ہوجائے گی
دیکھو پھر ہماری عید ہوجائے گی
سنو اگر تم نظر نہیں آؤ گے تو
ہجر کی رات طویل ہوجائے گی

فاطمہ نور......کراچی

چشم تو وسعت افلاک میں کھوئی ساغر
دل نے اک اور جگہ ڈھونڈ لیا عید کا چاند

سیدہ فاطمہ عروج......ملتان

دھیمے سے لہجے میں جب تم مجھ سے بات کرتے ہو
اس دن مسکرائی ہوں میں اسی دن عید ہوتی ہے

زرلش خان......لیہ

گزر گئی یہ عید بھی غم زندگی کی طرح وہی
ہوتا جو کوئی اپنا تو ہم بھی خوشیاں مناتے

فرح بھٹو......حیدرآباد

چاند دیکھنے کو نظر اٹھاؤں اور تجھے دیکھوں
میں دعا کو ہاتھ اٹھاؤ اور تجھے دیکھوں
کاجل سرخی کنگن پائل سارے ہار سنگھار
عید کے دن پور پور سجاؤ اور تجھے دیکھوں

موناشاہ قریشی......کبیروالا

تیرے وصل کے سراب میں
میری خواہشیں سو گئی ہیں
تم جب سے گئے ہو جاناں
میری عیدیں کھو گئی ہیں

عائشہ پرویز صدیقی......کراچی

سو بار اسے عید مبارک تہہ دل سے
اس دور میں جو عید مبارک کہے دل سے

ایشا سید......نارووال

تم کیا گئے کہ بن تیرے عیدیں بنی ہیں سوگ
ہم سے گلے کسی کو لگایا نہ جاسکا

عائشہ انصاری......قصور

چاند رات تھی اور تیری یاد تھی
عید بھی گزر گئی تنہائی ساتھ تھی

کوثر ناز......حیدرآباد

حسرتیں، خواہشیں تو سبھی لاحاصل رہی
تم نے دیکھا عید کا چاند تو کیا عید ہوگئی

مسکان شہزاد......لاہور

جان ہو تم میری پہچان ہو تم
اے دوست میری عید کا چاند ہو تم

قمر شریف......تونسہ شریف

کیا لطف عید ہے جو اگر تم سے دور ہوں
گزرے گا روز عید تصور میں آپ کے

زہرہ شفیق......پاکپتن تم ہمیں بھی یاد رکھنا عید کے لمحات میں

زہرہ شفیق...... پاکپتن
کپڑوں کی دکان سے دور چند سکوں کو گنتے گنتے
ایک غریب کی آنکھوں میں عید کو مرتے دیکھا ہے

کائنات غزل...... کہروڑ پکا
حسرت ہی رہی ہے یہ ہمدم
عید کے دن ہو ساتھ تمہارا
مگر بن گئے تم عید کا چاند
ادھوری رہ گئی میری ہر بات

مہرین خان...... گجرات
نظر عید کے چاند میں بھی آنے لگے ہو
کیوں مجھ کو ایسے تم تڑپانے لگے ہو

نازش خلیل...... حیدرآباد
تین لفظی یہ مکمل کہانی
میں، تم اور عید کا چاند

ارم فردوس...... کراچی
ماں کی ہی وجہ سے تو
سہانی ہر عید ہوتی ہے
ماں رونق گھر کی ہوتی ہے
محبت کا گیت ہوتی ہے

نداحریم...... میرپورخاص
سنو یہ عید تم بن بڑی اداس ہے
دل ہی دکھانے آجاؤ پاس میرے

جویریہ عامر...... کراچی
سنو آج ہے سوچا ہم نے کچھ خاص کرتے ہیں
سب سے پہلے آپ کو ہم عید مبارک کہتے ہیں

حیا کاشف...... ڈگری، سندھ
دل کی نگری سنسان ہوئی
نا جیت ہوئی نا مات ہوئی
اب کی عید بھی تنہا گزری
نا دیکھا تم کو نا بات ہوئی

نائلہ مصطفیٰ...... ٹنڈوالہیار
سنو ہمدم تھے تم تو چاند میری عید کا
اب کسے دیکھ کر منائیں عید کا دن

ملیحہ طارق...... سانگڑھ
خوشیوں کے لمحات میں عام جذبات میں
تم ہمیں بھی یاد رکھنا عید کے لمحات میں

شازیہ احمد...... احمد پور
میری آرزوؤں کی تمہید تم ہو
میرا چاند تم ہو میری عید تم ہو

حیا وقار...... ٹنڈو آدم
دستور ہے دنیا کا مگر یہ تو بتاؤ
ہم کس سے ملیں کس سے کہیں عید مبارک

نائلہ اشفاق...... ڈیرہ اسماعیل خان
رہے گی بے کلی دل میں تو بھاری عید ہوگی
ملو گے تم نہیں تو کیا ہماری عید ہوگی

شمائلہ ناظم...... منڈی بہاؤالدین
اس عید پر جو مل نا سکے ہم تو کیا ہوا
جذبوں میں ہو خلوص تو عیدیں ہزار ہیں

نادیہ ارسلان...... کراچی
میں نے چاہا تجھے عید پہ کچھ پیش کروں
جس میں احساس کے سب رنگ ہوں روشن روشن
جس میں آنکھوں سے تراشتے ہوئے موتی لاکھوں
جس میں شامل ہو میرے قلب کی دھڑکن دھڑکن

عائشہ علی...... مٹیاری، سندھ
خوش بو، بادل، پھول، کلیاں، شبنم تیرے نام
دوست عید کی خوشیاں ہیں سب تیرے نام
جھلمل کرتا نیلا پانی، جگمگ کرتے چاند تارے
رات کے تارے، کرنیں، چندا، پونم تیرے نام

حنا خان...... کراچی
اے میرے بھولنے والے تیری خوشیوں کی قسم
مجھ کو اب کچھ بھی تیرے غم کے سوا یاد نہیں
چاند دیکھا ہے تو یاد آئی ہے صورت تیری
ہاتھ اٹھے ہیں مگر حرف دعا یاد نہیں

زہرہ شفیق......پاکپتن

کپڑوں کی دکان سے دور چند سکوں کو گنتے گنتے
ایک غریب کی آنکھوں میں عید کو مرتے دیکھا ہے

کائنات غزل......کھروڑپکا

حسرت ہی رہی ہے یہ ہمدم
عید کے دن ہو ساتھ تمہارا
مگر بن گئے تم عید کا چاند
ادھوری رہ گئی میری ہر بات

مہرین خان......گجرات

نظر عید کے چاند میں بھی آنے لگے ہو
کیوں مجھ کو ایسے تم تڑپانے لگے ہو

نازش خلیل......حیدرآباد

تین لفظی یہ مکمل کہانی
میں، تم اور عید کا چاند

ارم فردوس......کراچی

ماں کی ہی وجہ سے تو
سہانی ہر عید ہوتی ہے
ماں رونق گھر کی ہوتی ہے
محبت کا گیت ہوتی ہے

نداحریم......میرپورخاص

سنو یہ عید تم بن بڑی اداس ہے
دل ہی دکھانے آجاؤ پاس میرے

جویریہ عامر......کراچی

سنو آج ہے سوچا ہم نے کچھ خاص کرتے ہیں
سب سے پہلے آپ کو ہم عید مبارک کہتے ہیں

حیا کاشف......ڈگری، سندھ

دل کی نگری سنسان ہوئی
نا جیت ہوئی نا مات ہوئی
اب کی عید بھی تنہا گزری
نا دیکھا تم کو نا بات ہوئی

نائلہ مصطفیٰ......ٹنڈوالہیار

سنو ہمدم تھے تم تو چاند میری عید کا
اب کسے دیکھ کر منائیں عید کا دن

ملیحہ طارق......سانگڑھ

خوشیوں کے لمحات میں عام جذبات میں
تم ہمیں بھی یاد رکھنا عید کے لمحات میں

شازیہ احمد......احمد پور

میری آرزوؤں کی تمہید تم ہو
میرا چاند تم ہو میری عید تم ہو

حیاوقار......ٹنڈوآدم

دستور ہے دنیا کا مگر یہ تو بتاؤ
ہم کس سے ملیں کس سے کہیں عید مبارک

نائلہ اشفاق......ڈیرہ اسماعیل خان

رہے گی بے کلی دل میں تو بھاری عید ہوگی
ملو گے تم نہیں تو کیا ہماری عید ہوگی

شائلہ ناظم......منڈی بہاؤالدین

اس عید پر جو مل نا سکے ہم تو کیا ہوا
جذبوں میں ہو خلوص تو عیدیں ہزار ہیں

نادیہ ارسلان......کراچی

میں نے چاہا تجھے عید پہ کچھ پیش کروں
جس میں احساس کے سب رنگ ہوں روشن روشن
جس میں آنکھوں سے تراشتے ہوئے موتی لاکھوں
جس میں شامل ہو میرے قلب کی دھڑکن دھڑکن

عائشہ علی......ٹیاری، سندھ

خوش بو، بادل، پھول، کلیاں، شبنم تیرے نام
دوست عید کی خوشیاں ہیں سب تیرے نام
جھلمل کرتا نیلا پانی، جگمگ کرتے چاند تارے
رات کے تارے، کرنیں، چندا، پونم تیرے نام

حنا خان......کراچی

اے میرے بھولنے والے تیری خوشیوں کی قسم
مجھ کو اب کچھ بھی تیرے غم کے سوا یاد نہیں
چاند دیکھا ہے تو یاد آئی ہے صورت تیری
ہاتھ اٹھے ہیں مگر حرف دعا یاد نہیں

طلعت آغاز

ڈش مقابلہ

پسندے کی بریانی

اجزاء:-

چاول	ایک سیر
گوشت	ایک سیر
گھی	ایک پاؤ
دہی	ڈیڑھ پاؤ
پیاز	ایک پاؤ
ادرک	ایک چمچ
لہسن	دو جوئے
کالی مرچ (پسی ہوئی)	آدھا چمچ
زیرہ	آدھا چمچ
لونگ	چار عدد
زعفران	نصف چمچ
مغز بادام	بیس عدد
ناریل	نصف چھٹانک
نمک	حسب ذائقہ
سرخ مرچ	آدھا چمچ

ترکیب:-

بغیر ہڈی کے گوشت کے ٹکڑوں نے پسندے بنوالیں۔ ان کو دھوکر چھری کی نوک سے چھید لیں۔ آدھی دہی میں نمک، ادرک اور لہسن پیس کر ملائیں اور پسندوں پر لگادیں۔ ایک گھنٹہ تک رہنے دیں۔ پتیلی میں گھی گرم کرکے پیاز سرخ کرلیں۔ ناریل اور بادام کا مغز کاٹ کر ڈال دیں۔ اچھی طرح بھوننے کے بعد گوشت اور دہی بھی ڈال دیں۔ ڈھکن مضبوطی سے بند کرکے ہلکی آنچ پر گوشت کو پکنے دیں۔ جب دہی کا پانی بالکل خشک ہوجائے تو تین پاؤ پانی ڈال کر ہلکی آنچ پر نصف گھنٹہ تک گوشت کے پسندے پکائیں۔ جب پانی خشک ہوجائے اور پسندے گل جائیں تو پتیلی اتارلیں چاول صاف کرکے ایک گھنٹہ تک بھگوئے رکھیں۔ دوسری پتیلی میں گھی گرم کرکے ثابت سیاہ مرچ ایک چمچ سیاہ زیرہ، لونگ اور ثابت گرم مسالا ڈال کر کڑکڑائیں اور ڈیڑھ سیر پانی ڈال دیں۔ جب پانی ابلنے لگے تو چاول ڈال دیں۔ چاول گلنے پر اتارلیں۔ اب دوسری پتیلی میں نصف چاول ڈالیں اور اس کے اوپر ایک تہہ چاولوں کی بچھائیں پھر باقی چاول بھی اوپر ڈال دیں اور دس منٹ تک پتیلی دم پر رکھنے کے بعد اتارلیں گرم گرم بریانی پیش کریں۔

دیبہ عارف......شاہ کوٹ

کیری کی میٹھی چٹنی

اجزاء:-

کیری	آدھا کلو
چھیل کر بالکل باریک کاٹ لیں	
چینی یا گڑ	ڈیڑھ پیالی
کشمش	پندرہ عدد
ادرک	کھانے کا ڈیڑھ چمچ
لمبی باریک کٹی ہوئی	
نمک	حسب ذائقہ
سفید سرکہ	آدھی پیالی
کلونجی	چائے کا ایک چمچ
لال مرچ ثابت	دس عدد
لیموں	دو عدد

ترکیب:-

ایک اسٹیل کی پتیلی میں سوائے لیموں کے باقی تمام مسالا جات ایک ساتھ ڈال کر لکڑی کے چمچے کے ساتھ ہلکی آنچ پر پکالیں۔ جب چینی یا گڑ کا شیرا بن جائے تو اتار کر ٹھنڈا کرلیں جب یہ ٹھنڈا ہوجائے تو لیموں کا رس ڈال کر مرتبان میں رکھ لیں۔ لیموں سے چٹنی محفوظ ہوجاتی ہے۔

سدرہ شاہین......پیرووال

کھڑے مسالے کا قورمہ

اجزاء:-

مرغی	ایک کلو
لہسن (ہوائیاں کاٹ لیں)	ایک پوتھی
ٹماٹر (گول سلائس کاٹ لیں)	تین عدد
ثابت دھنیا (موٹا کوٹ لیں)	ایک کھانے کا چمچ
پیاز (درمیانی)	تین عدد
ادرک (باریک کاٹ لیں)	دو انچ کا ٹکڑا
دہی	ایک کپ

(ململ کے کپڑے میں ڈال کر پانی نچوڑ لیں)

ثابت گرم مسالا	ایک چائے کا چمچ
لونگ	چار عدد
دار چینی	تین اسٹک
چھوٹی الائچی	چھ عدد
بڑی الائچی	تین عدد
زیرہ	ایک کھانے کا چمچ
سیاہ مرچیں (کٹی ہوئی)	آدھا چائے کا چمچ
جائفل پاؤڈر	ایک چٹکی
جاوتری پاؤڈر	ایک چٹکی
کڑھی پتے	تین عدد
تیل	دو کپ
نمک	حسب ذائقہ
لال مرچ پاؤڈر	آدھا کھانے کا چمچ
ہلدی پاؤڈر	آدھا چائے کا چمچ
ہرا دھنیا (باریک کٹا ہوا)	دو کھانے کے چمچ
ہری مرچیں	تین عدد

ترکیب:

سب سے پہلے تیل گرم کریں اور مرغی میں ہلکا نمک لگا کر تل لیں۔ اب اس تیل میں ثابت گرم مسالا، لونگ، دار چینی، چھوٹی الائچی، بڑی الائچی، زیرہ، سیاہ مرچیں، جائفل پاؤڈر، جاوتری پاؤڈر اور کڑھی پتے ڈال کر تل لیں۔ اس کے بعد اس میں پیاز ڈال کر گلابی کرلیں۔ اس میں لہسن اور ادرک ڈال کر چمچ چلائیں، ہلکا گلابی ہوجائے تو ٹماٹر ڈال دیں۔ ساتھ ہی نمک، لال مرچ پاؤڈر اور ہلدی پاؤڈر ڈال دیں۔ اب تلا ہوا گوشت دوبارہ ڈال کر اس مسالے میں بھونیں (چاہیں تو پانی کا چھینٹا بھی دیں) اب دہی بھی شامل کرلیں اور اچھی طرح بھونیں جب لگے کہ گوشت مسالے میں اچھی طرح بھن گیا ہے تو کٹا دھنیا بھی شامل کردیں اور ساتھ میں دو کپ پانی ملا دیں تاکہ حسب ضرورت گریوی رہ جائے۔ قورمہ تیار ہوجائے تو دھنیا اور ہری مرچوں سے گارنش کریں۔ چاہے تو گارنشنگ میں ہلکا سا کریم کا ٹچ بھی دے سکتے ہیں۔ پراٹھوں یا روغنی نان اور رائتے کے ساتھ سرو کریں۔

کشف بتول......راولپنڈی

چاول	ایک کلو
گوشت	ایک کلو
نمک	حسب ذائقہ
لال مرچ (کٹی ہوئی)	دو چائے کے چمچ
ہلدی پاؤڈر	ایک چوتھائی چمچ
دھنیا پاؤڈر	ایک چائے کا چمچ
زیرہ پاؤڈر	ڈیڑھ چائے کا چمچ
لہسن، ادرک پیسٹ	دو کھانے کے چمچ
پیاز (پیسٹ بنالیں)	چار عدد
ٹماٹر (چوپ کرلیں)	چار عدد
دہی	ایک کپ
آلو بخارے	چار عدد
کڑھی پتے	چھ عدد
ثابت گرم مسالا	دو کھانے کے چمچ
زردہ رنگ	دو چٹکی
گھی	حسب ضرورت
ہری مرچیں	چار سے پانچ عدد (کاٹ لیں)

ترکیب:

چاولوں میں ایک کھانے کا چمچ ثابت گرم مسالا اور نمک ڈال کر ایک کنی رہنے تک ابال لیں اور پانی نتھار کر اس میں زردہ رنگ ڈال کر مکس کر کے ایک طرف رکھ دیں۔ ایک پتیلی میں گھی گرم کر کے اس میں بقیہ ثابت گرم مسالا ڈال کر تڑکا لگائیں اب اس میں پیاز پیسٹ ڈال کر ساتھ فرائی کرنے کے بعد اس میں گوشت، لہسن، ادرک پیسٹ ڈال کر تھوڑی دیر بھونیں۔ اس کے بعد اس میں نمک، کٹی لال مرچ، ہلدی پاؤڈر، دھنیا پاؤڈر، زیرہ پاؤڈر، آلو بخارے، کڑی پتے، ہری مرچیں ڈال کر پانچ منٹ تک بھونیں اس کے بعد ٹماٹر اور حسب ضرورت پانی ڈال کر گوشت کے گلنے تک پکائیں۔ ایک دوسری پتیلی میں تھوڑا سا گھی گرم کر کے پہلے ایک تہہ چاولوں کی لگانے کے بعد اس پر گوشت کے آمیزے کی تہہ لگا کر بقیہ چاول ڈال دیں اور دم پر لگا دیں۔ مزے دار عید بریانی تیار ہے۔ سرونگ ڈش میں نکال کر دہی کے ساتھ سرو کریں۔

فائزہ جاوید......شور کوٹ

عید بریانی

اجزاء:

biazdill@naeyufaq.com

ایمان وقار

نیرنگ خیال

میری آنکھوں کی ویرانی

کون لوگ ہوتے ہیں وہ
جنہیں خواب قطار باندھے
کھڑے ملتے ہیں
میری تو آنکھوں کی ویرانی
کسی صورت نہیں جاتی
کوئی خوش کن لمحہ یاد بھی کرلوں تو
رات بھر نیند نہیں آتی
خواب قصہ پارینہ ہوئے
کون لوگ ہوتے ہیں وہ
جن کی آنکھیں رات بھر
خواب بنتی ہیں
میری تو آنکھوں سے ہجر کی
سرخی نہیں جاتی
آنکھیں نوچ ڈالوں یا
دل کو دفنا آؤں
حل کسی صورت پھر بھی
نہیں ملتا......

نوشین انجم......حاجی شاہ

عزیز تر ہے مری جاں تو

ترے علاوہ محبت نہیں کسی سے مجھے
عزیز تر ہے مری جاں تو زندگی سے مجھے
مجھے وہ انجم و مہتاب نے دیئے دھوکے
کہ خوف آیا چراغوں کی روشنی سے مجھے
تو روٹھ جائے تو میں سانس لے نہیں سکتی
حیات موت نما ہے تری کمی سے مجھے
میں تجھ کو بھول نہ پائی تجھے اجازت ہے
تو یاد رکھ یا بھلا دے بڑی خوشی سے مجھے
عجیب پیاس تھی اس کی اداس آنکھوں میں
ملے تو دیکھتا رہتا تھا بے بسی سے مجھے
صنم یہ کیا کہ شکایت نہیں رہی کچھ بھی
نہ زندگی کو ہے مجھ سے نہ زندگی سے مجھے

صنم بلوچ......تونسہ شریف

شام کے ڈھلتے سمے

شام کے ڈھلتے سمے اس نے دیکھا جو پلٹ کر
میں فقط بولا اب جو بچھڑے تو ملیں گے کیونکر
اب جو بچھڑے تو مقدر ہے جدائی کا سمندر
اب جو بچھڑے تو تجھ تک ہوا لائے نہ خبر
اب جو بچھڑے تو ستارے بھی نہ دیں اذن سفر
اب جو بچھڑے تو پھر ساتھ نہ دیں شمس وقمر
اب جو بچھڑے تو سامنے ہجر کا صحرا ہوگا
اب جو بچھڑے تو ساتھ میرا سایہ نہ ہوگا
اس نے پھر دیر، بہت دیر تک دیکھا مجھے
ڈر کی اک تیز لہر نے پھر آکے گھیرا مجھے
وہ جو بولا تو سنا میں نے وہ کہتا تھا
ایسے کدھر کب کہاں ہوتا ہے وہ کہتا تھا
یہ ضروری تو نہیں کہ ہم اک عمر ساتھ رہیں
تھام کے ہاتھ مثل شمس وقمر ساتھ رہیں
بچھڑ کے تم زندہ رہو گے میں بھی رہوں گا
ساتھ دنیا کے تم ہنسو گے میں بھی ہنسوں گا
کہہ کے یہ سب وہ اپنی منزل کو چل دیا
اور میں، میں تمام عمر وہیں پر ٹھہرا رہا

بیبہ وڑائچ......گجرات چک محمود

خواب کا جھلی

اگر لکھ سکتی میں محبت کو لفظوں میں
تو تیرے وجود پہ میں اک کتاب لکھتی
اپنی محبت کے سارے اس میں حساب لکھتی
تجھے میں اپنی انت الحیاء لکھتی

تجھے میں اپنی کائنات تو کیا کل جہاں لکھتی
تیری یاد کو میں خیال یاراں لکھتی
تیری مسکراہٹ کو میں خوبصورت سماں لکھتی
تیری زلف کو گھنی چھاں لکھتی
تیری آنکھوں کو میں خواب کا جہاں لکھتی
تیری ہستی کو میں دلکش لفظوں میں تول دیتی
میں خود کو تیرے قدموں میں رول دیتی
تیرے ہاتھوں کو میں مضبوط سہارا لکھتی
میں تجھ کو صرف اور صرف ہمارا لکھتی
تیری چال کو میں مغرور شان لکھتی
کر کے مکمل اس کتاب کو گل
آخر میں اس کا نام گل جان لکھتی

گلشن چوہدری گل...... گجرات چک محمود

وہ لڑکی کیسی لگتی ہو گی؟

ہرے بھرے سے جنگل میں
اک خزاں جیسی لڑکی
بھلا کیسی لگتی ہوگی
اے چاندراتوں کے مسافرو!
تم لوگ کیا جانو
تیرگی میں سہمی لڑکی
بھلا کیسی لگتی ہوگی
یہ کوئی اور وادی ہے
جس میں وہ اتر گئی
ابھی کچھ دیر پہلے ہی
وہ ہمسفر کی سنگت میں
کھلکھلا رہی تھی
کہ اچانک سے اک لہر
ان کے درمیان سے گزر گئی
صدیوں کی فصیلیں
ان میں حائل ہو گئیں
ہنستا کھیلتا چہرہ تھا جو
اب بھی لوگو ہنستا ہے
مگر آپ خود سوچو تو
اک لڑکی اپنا شہزادہ کھو کر
بھلا ہنستی کیسی لگتی ہوگی؟

عائشہ شکیل...... گوجرہ

ایک دنیا بنتی تھی

ہم جو آگے بڑھ نہیں سکتے
ہم جو بڑھ بھی جائیں تو کس طرح......
ہم یہ کر بھی جائیں تو کس موڑ پر
یہ رسم ٹوٹ بھی جائے تو کس بنیاد پر......
صدیوں، سالوں اور مہینوں کے بیچ
تحلیل ہوتا ہوا ہمارا ایک عہد......!
ہر دن مجھے آگہی دیتا ہے
مجھے یہ دوش دیتا ہے
کہ مچلتے ہوئے لڑکپن کے بانکپن میں
ایک الہڑ مٹیار ہوتی تھی......
وہ جب گیت لکھتی تب، گلوں کی ہار ہوتی تھی
وہ میسر لمحوں کو بے وقعت کر کے
محبت امر کرتی تھی......
پھر تمہاری سوچ میں آ کر وہ
ایک دنیا بناتی تھی
تمہاری سوچ اور تمہارا وہ گھر
جس کے کچے برآمدے میں
محبت عروج پر ہو کہ
اپنے گیت گاتی تھی......
لو اب وہ گیت ساکت ہیں
خاموشی ہے اور ماتم ہے
محبت مات کھاتی ہے
وہاں تب، جیت ہوتی تھی......
ہم آگے بڑھ بھی کیسے پائیں
ہماری بائیو، کیمسٹری کا ہر ایک موضوع
ان دنوں تنوع لیے ہوتا تھا......
ہم ہر بات کرتے تھے

اور
دنیا کی بات ہوتی تھی
محبت رقص کرتی تھی
سنا ہے اونچے خوابوں میں
اب تم تنہا رہتے ہو
ہمیں جو بھول بیٹھے ہو
وہ وعدے توڑ بیٹھے ہو
تمہارے خواب سنہری ہیں
گلابی ہیں، بنفشی ہیں
ان میں دھنک راج کرتی ہے
مگر ہم آج بھی خود کو
اس کچے برآمدے میں دفنا بیٹھے ہیں
تو خود کو مجسمہ ہوتے پا کر
آگے بڑھ نہیں سکتے
یہ نیا جنم تم کو مبارک ہو
ہمارے خواب اور ہر سانس میں
وہ باتیں ہیں وہ ردھم ہیں
مگر یہ زندگی یہ شب و روز
اسی بے ردھم سے ماضی میں پوشیدہ ہیں
ہم جو آگے بڑھ نہیں سکتے......
ہم کیوں ایسا کر بھی جائیں تو......
ہمارے مجسمے میں اب
سکوت ہے، سب ساکت ہے

سمیرا اورنگل

کتنے اچھے وہ دن تھے

چلو کچھ ایسا کرتے ہیں
ایک شام ایک دوجے کے
نام کرتے ہیں
دل ناشاد کو شاد کرتے ہیں
کچھ پل تمہارے ساتھ
بیتاتے ہیں
جلا کر آگ
چائے بناتے ہیں
کچھ باتیں کرتے ہیں
بیتے لمحوں کو یاد کرتے ہیں
جب تم ہم پہ مرتے تھے
تب ہم بھی ہرتے تھے
تمہارا دم بھرتے تھے
کتنے اچھے وہ دن تھے
جو کھو گئے ہیں کہیں
ہم دونوں
چلو آؤ کچھ پل
ایک ساتھ بیتاتے ہیں

عروشمہ خان عروش......بہاول پور

رب کی عطا

بھائی مان بہنوں کے
ویران ہے کیسے یہ دنیا
بھائیوں کے بنا کچھ نہیں بہنا
ہر خوشی میں جیتی ہے سنگ تیرے
کبھی ان کا مان نہ توڑنا
پھیل گیا ہر سو خاموشی کا ڈھیرہ
باپ کا سایہ جب اٹھا بیٹی کے آنگنا
مطلبی دنیا حوص کی ماری
ساتھ کبھی بہن کا نہ چھوڑنا
سکھ نہ پاؤ گے تم کبھی
جو ٹوٹا دل بہن کا ذرا دیکھنا
لے جائے گی ساتھ ہر دکھ سمیٹ کر اندر
اس کی سسکیوں سے ذرا تم ڈرنا
کرتی نہیں فرمائش اپنی خواہش کی
اس کی ہر ضرورت کا خیال رکھنا
برکت چاہیئے اپنے جان و مال میں
بہن کو اپنی دیتے رہنا
خالی بھی ہو جائے اگر جیب تیری
بہن کو بس اپنے گھر بلا لینا

قدرت کا کرشمہ یہ فرمان ہے رسول کا
بھر دے گا گھر کنجوسی نہ کرنا
موت ہے آ ہی جائے گی اک دن
اس کی قبر پر فاتحہ پڑھنا
کون کرے گا تیرے لیے دعائیں اب
جو بھی مٹی تلے سلا آئیں سب
اب کیا فائدہ پچھتائے کیوں یہ عاشے
جب بھی زندہ سر پر ہاتھ رکھا کب
ڈھونڈے گا راحت رات کی سیاہی میں
مخملی بستر بھی سکوں نہ دے پائے گا اب
سنو لوگوں بہن کا تحفہ ہے رب کی عطا
دکھا کر دل اس کا نہ رب کو ستا
گزر گئے شب رہ گئے دن گنتی کے
اب تو سنبھل جا سینے سے لگا اسے

عائشہ خان......ڈسکہ

میری زندگی کی کتاب

میری زندگی کی کتاب میں
درد کی داستان ملے گی
چند خوشیوں کے انشر بھی ہوں گے
چند تنہائیوں کے اشعار ملیں گے
کچھ ہوں گے اقتباس!
میری زندگی کے
خوبصورت لمحوں کے......
کچھ آخر میں لکھے میرے
الفاظ بھی ہوں گے
کچھ آنسوؤں سے لبریز
کچھ ٹوٹے خواب
بکھری پڑی سیاہی کی طرح!
کچھ مسکراہٹ کے لیے کیے ہوئے
اقدام بھی ہوں گے
میری زندگی کی کتاب میں!!

عائشہ صدیقہ احمد زئی......اسلام آباد

تیرے وعدوں

آنکھوں کے جزیروں میں
تیری سوچ کے ساحل پر
یادوں کی کشتی لیے ہوئے
نکلی جا رہی تھی دور تلک
خدشوں کے طوفانوں نے
کئی بار مجھے گھیرا
مایوسی کے بادل نے
مجھ پہ جو برسنا چاہا
تیرے وعدوں
تیری امید کے لنگر نے
مجھے ڈوبنے نہیں دیا
مجھے زندہ جو رکھے ہوئے ہیں
وہ اک تیری یاد کا
انمول جھونکا ہے

مدیحہ نورین مہک......برنالی

پیار سمجھا

عشق تم کو تھا نبھایا میں نے
یہ ثواب اچھا کمایا میں نے
تم کو ساری ہی خوشی دے ڈالی
درد پلکوں پہ سجایا میں نے
پیار سمجھا ہی نہیں ہر جائی
دکھ کا خنجر تھا سو کھایا میں نے
تیرے ہونٹوں کو ہنسی خود دے کر
اپنے دل کو ہی رلایا میں نے
ناخدا ہمتیں جب ہار گیا
موج سے اس کو چھڑایا میں نے
بخش خانم کی خطائیں گرچہ
ہر قدم تجھ کو بھلایا میں نے

فریدہ خانم......لاہور

dkp@naeyufaq.com

ہما احمد

دوست کا پیغام آئے

دوستوں کے نام

پیاری دوستو...... السلام علیکم کیسی ہو سب؟ ایمن غفور، حراغفور، طیبہ ملک، آنٹی فہمیدہ، ثمرہ گلزار (اللہ پاک آپ کو صحت و تندرستی سے نوازے آمین) شہرین اسلم، پروین افضل رشک چاند (آنچل کے چاند کہاں غروب ہوگئی ہو جلدی سے آنچل کے صفحات پر طلوع ہوجاؤ) رمشاء آصف، ارم آصف، گلشن گل اور آنچل کی تمام قارئین و مصنفین آپ سب کے لیے دعا ہے کہ اللہ پاک ہمیشہ سب کو اپنی امان میں رکھے آمین، کہاں غائب ہوگئی ہیں ایمن، حرا، طیبہ، رشک، رمشا اور ارم؟ آپ سب کی آنچل میں بہت کمی محسوس ہوتی ہے اور میں سب کو بہت مس کرتی ہوں۔ ہمیشہ خوش رہیں آمین۔ اللہ حافظ!

صائمہ علی شیر...... شہر خانپور

اپنوں کے نام

یاد کے موتیوں سے یہ کلام لکھا ہے
محبت سے کچھ اپنوں کے نام لکھا ہے

قلم اٹھایا تو سمجھ میں نہیں آرہی کہ کیسے اپنے جذبات لکھوں جو ایک سال ایک ماہ اپنے پیارے آنچل سے دور رہی اس وقت میں اسے اور آپ سب کو کتنا مس کیا خط نہ لکھا باقی تو ٹھیک تھا لیکن میں رسالہ بھی نہ خرید سکی نہ پڑھ پائی کہ کس نے کتنا مس کیا مجھے یار سمجھا کرو کچھ مجبوری ہی ایسی تھی لیکن اللہ کا شکر ہے کہ کبیر کے بابا نے مجھے تحفے میں آنچل لاکر دیا۔ اس عرصے میں ہم لوگ تین سے چار ہوگئے کبیر حسین کے بھائی ضمیر حسین بھی آگئے۔ مدیحہ نورین کیسی ہو کوئی خوشخبری سنادو یار، میں نے سب کو بہت مس کیا نورین انجم، نجم انجم، جاذبہ عباسی، ایس ایچ حسینہ، تبسم شبیر، سمعیہ سجاول، افشاں سراج، حرا گل غفور، رابی اینڈ تحریم بھٹی، سحر تبسم سحری، ام ہانی اور تمام آنچل فرینڈز کو بہت ساری دعائیں اور سلام اگر شامل کرلیا گیا تو حاضر ہوتے رہے گے لیکن تھوڑا ناغہ ہوتا رہے گا ناراض مت ہوجانا سمجھا کریں نا اب تو لگتا ہے لکھنا بھی نہیں آرہا آپ لوگوں کی محبت لکھوا رہی ہے۔ دعاؤں میں یاد رکھیں اور آنچل کے صفحوں پر بھی یاد رکھیں۔ یہی تو مجھے دوبارہ لکھنے میں حوصلہ دے گا اور تمام نئے آنے والوں کو میرا اسلام اور ویلکم ہاں کوئی دوستی کرنا چاہے تو موسٹ ویلکم۔ اللہ حافظ۔ پھر ملیں گے۔ فیروزہ میں رہنے والی کسی بہن کے پاس رسالے ہوں تو خط ضرور لکھے پلیز!۔

رقیہ ناز............ فیروزہ

اپنوں کے نام

اسلام علیکم...... جی جناب کیا حال ہیں ایک ماہ کی غیر حاضری کے ساتھ ہیں بس کیسے دن گزرے پھر کبھی ضرور شیئر کروں گی بہت سی باتیں ہیں کہنے کو ان شاء اللہ پھر کبھی ہی فسٹ آف آل ذرا افشاں پندرہ جون کو آپ کی برتھ ڈے ہے۔ منی منی ہیپی ریٹرن آف دا ڈے اللہ آپ کو لمبی صحت والی زندگی دے نیکسٹ برتھ ڈے تو علی بھائی کے ساتھ سسرال میں سیلیبریٹ کرو گی اب بات ہوجائے وہ خوش نصیب مہینے کی جس میں ہماری تشریف آوری ہوئی ہر طرف سورج کی روشنی ہی روشنی تھی ہمارے آنے سے روشنی مزید بڑھ گئی (ہاہاہا) سو منی منی ہیپی ریٹرن آف می بس اللہ سے یہی دعا ہے اللہ پاک مجھے اپنا اور ماں باپ کا فرمانبردار بنائے نیک کام کرنے کی توفیق دے گناہوں سے بچائے اس بار بھی سوچا کیوں نہ آنچل کے ذریعے وش کیا جائے آنچل میں خود کو وش کرنے کا اپنا ہی مزہ ہے سولہ جولائی عبدالصبور صاحب کنجوس کے سردار وعدہ یاد رکھنا اچھے سے سیلیبریٹ کرنا ہر بار وعدہ کرکے غائب ہوجاتے ہو

بائیس جولائی لیہاڈول آپ کی برتھ ڈے ہے سالگرہ بہت مبارک ہو اس بار بھی لیہا ساتھ ہوگی ہمارے چوبیس جولائی لیہا کی مماثمرین آپ کی سالگرہ ہے اللہ لمبی صحت والی زندگی دے چھبیس جولائی عثمان میرے بھائی آپ کی سالگرہ ہے بہت مبارک ہو تھوڑا سیریس ہوجاؤ پیپرز ہونے والے ہیں اللہ پاک کامیابی دے انتیس جولائی حذیفہ شاہ جی صاحب آپ کی تشریف آوری ہوئی سالگرہ بہت مبارک ہو اور ذرا آپ بھی لائف کو سیریس لو سب کنجوس کیک کھلا دینا (او کے) میں نے وش کردیا یہ میری طرف سے ٹریٹ ہوگئی ثمرہ جی آپ کیوں لکھنا چھوڑ رہی ہیں پھر سے لکھیے گا کسی کی وجہ سے ایسا نہیں کرتے انہیں احساس ہوجائے گا کبھی نا کبھی تھینکس یاد رکھنا ارم آصف، رمشا آصف، صائمہ مشتاق، گلشن چوہدری سباس گل، فہمیدہ آنی، رضوانہ وقاص، پروین افضل، ربیعہ، فروا، عائشہ شکیل، زہرہ فاطمہ سب کو پیار اور سلام۔

شہرین اسلم...... بہاول پور

دوستوں کے نام

اسلام علیکم! امید کرتی ہوں کہ آپ سب خیریت سے ہوں گے لائف کو انجوائے کررہے ہوں گے۔ کافی عرصہ بعد آنچل سے دوبارہ رابطہ کررہی ہوں آنچل پڑھنا تو نہیں چھوڑ سکتی میں کبھی بھی مگر کچھ مصروفیات کی وجہ سے شرکت نہ کرپائی حرا گل، ایمن، آنی ارم کمال اس دفعہ کہاں بزی ہیں کوئی یاد ہی نہیں مجھ غریب کی نئی بہنوں کو خوش آمدید عائشہ شکیل، رشک چاند، حرا حرے، رمشا و ارم آصف، اللہ رکھا بھائی، ظہیر ملک بھائی آپ سب کہاں بزی ہیں آئی مس یو پلیز کم بیک مدیحہ نورین، گلشن چوہدری، پروین افضل، آنی انجم و نورین انجم، فائزہ شاہ، جویریہ خان، اوزے خان، سونیا اداس، کنزیٰ رحمان اور جن بہنوں کے نام رہ گئے آپ سب کو سلام اور ڈھیروں دعائیں آپ میں سے جن کی جون میں سالگرہ ہیں ایڈوانس میں ہیپی برتھ ڈے ۳۱ مئی کو میری سسٹر جمیلہ ظفر اور ۲۸ کو میرے پیارے بھائی مدثر کو سالگرہ کی ڈھیروں خوشیاں مبارک اللہ آپ دونوں کو خوش رکھے آمین لو جی جیلا رانی اب خوش میں نے اس بار آپ کو سرپرائز کردیا نا علی کو بہت سارا پیار ہما آپی پلیز اس دفعہ ضرور لگا دینا کسی کو سرپرائز دینا ہے آنچل ٹیم کی تمام بہنوں کو سلام اگر سانسوں نے وفا کی تو آئندہ ماہ محفل میں حاضر ہوں گے تب تک کے لیے فی امان اللہ۔

بیہ وڑائچ...... گجرات چک محمود

میری پریوں کے نام

اسلام علیکم میری پیاری پریو کیا حال ہیں میری سویٹ سسٹر ثمرہ گلزار کیسی ہو یار آپ مجھے بہت اچھی لگتی ہو تم نے میری چچی نجمہ زبیر کا پوچھا میرے پاس ان کا نمبر نہیں ہے وہ ٹھیک ہیں جب ملی تو ضرور پوچھ دوں گی پلیز پلیز خط لکھا کرو مجھے آپ سے بہت محبت ہے باقی پریو ارم آصف رمشہ آصف سناؤ کیسی ہو ایمن غفور یار تم نے بھی شادی کرلی میری طرح ہاہاہاہا مبارک ہو جی میری منکو خوش رہو اپنے ان کے ساتھ حرا گل تم بور تو نہیں ہورہی گلشن چوہدری تو سنا تیری میری برتھ ڈے اٹھائیس انتیس مئی کو ہوتی ہے میں انتیس کو اٹھارہ سال کی ہوئی اور برا ناں لگے تو بتا دینا ہیپی برتھ ڈے ٹو یو دوست پروین افضل انٹی آپ بہت پیاری ہیں انٹی منیب کیسا ہے ارم انٹی آپ سنائیں کیا ہو رہا ہے آج کل۔ ثمرین لنڑو رباب آپ میرے ساتھ بولو یار عائشہ شکیل آئی مس یو فرینڈ صائمہ مشتاق اقرا امتیاز تابی کھرل ثنا فرحان مہ رخ سیال مدیحہ نورین نور چوہدری سارہ عمر شہلا عامر ہما احمد سعیدہ نثار انٹی سونیا اداس آپ سب کو سلام اپنا خیال رکھنا مجھے آنچل کے رائٹر ریڈرز بہت پسند ہیں بتائے گا ضرور کہ میں آپ کو کیسی لگی رب نگہبان

ربیعہ راشد ملکانی...... پترہ

اپنے پیاروں کے نام

السلام علیکم! میری پیاری حنا کنول عرف اریبہ باربی ڈول کیسی ہو امید ہے کہ ٹھیک ہوں گی اُے میری معصوم سی بہن تمہاری آٹھ جولائی کو برتھ ڈے ہے سو میری طرف سے ہیپی برتھ ڈے ٹو یو سدا خوش رہو اللہ پاک تمہاری ہر جائز خواہش اور خواب پورے کرے جہاں قدم رکھو وہ زمین تمہاری مغفرت اور بخشش کی دعا کرے آمین۔ اپنا خیال رکھنا مسکراتی رہو اور خوش رہو، آمین۔ تمہاری نٹ کھٹ سی دوست۔

ثناء کنول ودھک......لودھراں

پیارے پیارے بھیاجانی کے نام

السلام علیکم بھیاجانی' ارے کیا سوچ رہے ہیں کہ یہ کون سی بہن ہے اوئے ایک ہی تو بہن ہے آپ کی لاڈو آپ کی مانو بلی ہیپی برتھ ڈے بھیاجانی۔ خدا آپ کی عمر لمبی کرے آمین۔ کیک کب کاٹ رہے ہیں ارے ڈر کیوں گئے نہیں اس بار کچھ نہیں کروں گی ڈریں نہیں دیکھ لیں میرے ہاتھ خالی ہیں ویسے اگر پاس ہوتے تو بچ کر دکھاتے۔ پچھلی دفعہ مزا آیا تھا جب آپ کی لاڈو نے کیک سے آپ کی کلنیر نگ کی تھی؟ پہلے لڑائی ہوئی پھر روئی پھر آپ نے منایا پھر پیار سے لڑائی کی اور پھر کیک کاٹا۔ میں آپ کو بہت زیادہ مس کرتی ہوں ویسے آپ بھی مجھے بھول نہیں سکتے۔ میرے لیے دعا کیا کریں اپنا بہت زیادہ خیال رکھا کریں۔

نورعین علی چٹھہ......میاں چنوں

اپنوں کے نام

السلام علیکم! آنچل ڈائجسٹ کے تمام اسٹاف اور تمام قاری ولکھاری بہنوں کو بے حد محبت بھرا اسلام قبول ہو۔ اللہ پاک سب کو یونہی آپس میں پیار و محبت سے باندھے رکھے۔ بھئی اس سلسلے میں کیا لکھوں میری تو کوئی قلمی دوست ہی نہیں ہے۔ آنچل کی خاصیت یہ ہے کہ وہ لکھاری بہنوں کو دعوت دیتا ہے لکھنے کی۔ ساریہ چوہدری لکھاری بننا چاہتی ہیں مجھے امید ہے کہ اسے ضرور کوئی رہنمائی ملے گی وہ ضرور اچھی مصنفہ بنے گی۔ سنبل ملک میں آپ کے ساتھ اپنی خوشیاں بانٹنا چاہوں گی اللہ پاک نے مجھے پھوپو بنایا میرا پہلا بھتیجا شمعون عبدالباسط ہے۔ کاغذ قلم کے ساتھ رشتہ جوڑنے کے لیے آپ کی دعاؤں کی مستحق ہوں آج کے دور میں جہاں الیکٹرانک چیزوں کی اور الیکٹرانک سہولیات کی بھرمار ہے وہیں اگر میرے جیسا پرانے خیالوں کا مالک (میرے دادا جی جو گورنمنٹ کے پٹواری تھے شوق سے ڈائجسٹ پڑھا کرتے تھے) ان کی وجہ سے مجھے رسالے پڑھنے کا چسکہ لگا۔ جب میرے دادا ابو کی ڈیتھ ہوئی تو میرے پاپا کی عمر صرف پندرہ برس تھی مگر میری عادتیں ہو بہو میرے دادا جیسی ہیں حالانکہ میں تو ان کے بہت بعد میں دنیا میں آئی ہوں ویسے ہی اردو ادب سے لگاؤ ویسے ہی علم کی پیاس۔ یہ بات میرے پاپا کہتے ہیں مگر میں غصے کی تیز ہوں میرے دادا بالکل غصے والے نہیں تھے۔ اتنا کچھ آپ کے ساتھ شیئر کرلیا اب اجازت آئندہ تفصیلی تبصرہ کے ساتھ حاضر ہوں گی والسلام۔

ثانیہ ملک اعوان......کوہاٹ

عالیہ بخاری کے نام

السلام علیکم! کیسی ہیں کیا ہورہا ہے آپ بھول گئی ہو' آپ تو کتنے دعوے کرتی تھیں دوستی نبھانے کے' کیا میں اتنی بری تھی کہ کبھی مس کال بھی نہیں دی اوپر سے اپنا نمبر بھی بند کیا ہوا ہے یاد ہے ساتھ جولائی کو کیا ہوا تھا۔ حلیمہ' نگینہ' طیبہ کیسی ہیں سونیا اسماء صائمہ کبھی ہمیں بھی یاد کرلیا کرو کاشو نذیر زاہدہ کو سلام کہنا' مریم تجھ پر بہت افسوس ہے' اقرا ذکیہ عظمیٰ کیسی ہو نازیہ کنول نازی تم تو کافی عرصہ بعد آئی ہو۔ منورہ کیا حال ہے تمہارا۔

نادیہ اکبر ملک......مخدوم پور

مس فائزہ کے نام

امید کرتی ہوں کہ آپ بالکل ٹھیک ٹھاک اور فٹ فاٹ

ہوں گی۔ آپ میری سب سے فیورٹ استاد ہیں آپ نے مجھے لگن اور محنت سے پڑھایا جس کی وجہ سے میں نے میٹرک میں اچھے نمبر حاصل کیے اور پاس ہوئی' جولائی میں آپ کی شادی ہے آپ کو شادی کی بہت بہت مبارک ہو' اللہ سے دعا ہے کہ آپ ہمیشہ مسکراتی رہیں' میں خدا کا بہت شکر ادا کرتی ہوں کہ اس نے مجھے آپ جیسا استاد دیا آپ میری استاد نہیں بلکہ بہترین دوست بھی ہیں' آپ نے ہمیں اب تک یاد رکھا آپ کا بہت بہت شکریہ خدا حافظ۔

صباء امجد...... جوڑہ

نازیہ کنول نازی کے نام

السلام علیکم! تمام قارئین کو میری طرف سے محبت بھرا سلام۔ آپ لوگ مجھے نہیں جانتے کیونکہ میں بالکل نئی لکھاری ہوں میں نازی کنول نازی کی فین ہوں۔ ان کی لکھی ہوئی ہر بات مجھے بہت پسند ہے۔ ان کے ناول تو بہت شوق سے پڑھتی ہوں میری آپ کے لیے دل سے دعا ہے کہ آپ ہمیشہ خوش رہیں اور بہت زیادہ ترقی کریں۔ آنچل کی کوئی بھی بہن دوستی کرنا چاہے تو میری طرف سے موسٹ ویلکم او کے جی اللہ حافظ۔ اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا۔

نور الفرحان...... وزیرآباد

اپنے پیاروں کے نام

سلام! پیاری رانی خان' ارفعٰی غزل' نینا جبین' مینا علی' رانیہ چوہدری اور زویا علوی کیسی ہیں آپ سب ارے بھئی آپ حیران کیوں ہوگئے یہ میں ہی ہوں جناب کیسا لگا میرا سرپرائز جی۔ رانیہ چوہدری آپ کو سالگرہ کی بہت بہت مبارک ہو۔ اللہ پاک آپ کی زندگی میں ہزاروں خوشیاں لائے آمین۔ سب لوگ دعاؤں میں یاد رکھیں اس کے علاوہ اگر کوئی آنچل کی قاری مجھ سے دوستی کرنا چاہے تو موسٹ ویلکم۔

سونی خان...... آزاد کشمیر

بہت اپنوں کے نام

السلام علیکم! فرسٹ آف آل ہمارے پیارے بھیا "راؤ علی حیدر" کو اپنا جنم دن بہت بہت مبارک ہو۔ اللہ تمہیں خوشیاں اور کامرانیاں عطا فرمائے' آمین ۲۹ جولائی کو زبردست ٹریٹ تیار رکھنا (اوکے)۔ اس کے بعد "سونیا سحر صدیق" ۲۵ جولائی کو تمہارا برتھ ڈے ہے تو محترمہ بہت بہت مبارک ہو آپ کو (ویسے اتنی گرمی میں آنے کی ضرورت ہی کیا تھی) اس کے علاوہ راحیلہ سلطان' شکیلہ رشید' ثوبیہ نواز بھٹی' ماریہ وحید' ثناء سلیم' ریحاب' من تشاء نور سب کو میری طرف سے بہت بہت سلام قبول ہو۔

انعم چوہدری...... جتوئی

فرینگرنس گروپ کے نام

مائی فرینگرنس گروپ کیسی ہو آل آف یو؟ سب سے پہلے اپنے سارے گروپ ممبرز ہما' سدرہ' زارا' سونیا' ارم اور آپی شہلا کو بہت بہت رمضان الکریم مبارک ہو۔ اس بابرکت مہینے میں اللہ تعالیٰ ہم سب کے گناہ معاف فرمائے اور صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے' آمین۔ مائی ڈیئر اسٹوڈنٹس روا' رابعہ' جمیلہ' آمنہ' اقرا' عمارہ اینڈ اسپیشلی عظمیٰ بٹ اللہ آپ سب کو نیک بنائے اور کامیاب کرے آمین۔ مائی ڈیئر عظمیٰ تم بہت اچھی ہو میری کچھ مجبوریاں ہیں جس کی وجہ سے میں تمہارا ساتھ نہیں دے سکتی لیکن مجھے تم کبھی نہیں بھولو گی میں ہمیشہ تمہیں یاد رکھوں گی۔ ناراض نہ ہوا کرو اور خوش رہا کرو زندگی میں آگے بڑھنے کے لیے سب بھلانا پڑتا ہے سو مائی ڈیئر تم بھی سب بھلا کر آگے بڑھا کچھ پانے کے لیے کچھ کھونا بھی پڑتا ہے۔ دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

عمیرہ راؤ...... سمندری

yaadgar@naeyufaq.com

یادگار لمحے

جویریہ سالک

ذوالحجہ کی دس راتیں

رمضان المبارک کی آخری دس راتیں ذوالحجہ کی پہلی دس راتوں سے افضل ہیں اس لیے کہ اس میں لیلۃ القدر ہے جو تمام راتوں کی سردار ہے اور ذوالحجہ کے پہلے دس دن رمضان المبارک کے آخری دس دنوں سے افضل ہیں کیونکہ ان دنوں میں یوم عرفہ واقع ہوا ہے جو کہ تمام دنوں میں اشرف وافضل ہے۔
(مجموع الفتاوٰی)

حسن اختر پریم...... کراچی

دعا کی قبولیت

جب انسان کو دعا کی قبولیت پر یقین ہو جائے کہ دعا سننے والا ہماری دعا کو جلد یا دیر قبول کرے گا وہ سنتا ہے پوری کرے گا۔ اللہ کی طرف سے اس میں صبر آجاتا ہے اور اس میں اس صبر کا پھل پانے کی ہمت آجاتی ہے

عائشہ خان...... ڈسکہ

اقتباس

جب انسان اپنی وقعت کھو دے تو اس کے لیے بہترین پناہ خاموشی ہے کیونکہ وضاحت کبھی سچا ثابت نہیں کر سکتی، ندامت کبھی نعم البدل نہیں ہو سکتی اور الفاظ کبھی بھی انسان کو اس کا کھویا ہوا مقام واپس نہیں دلا سکتے ہاں! خاموشی مزید تذلیل سے بچا لیتی ہے۔

فریحہ چوہدری...... شاہ نکڈر

طرز تخاطب

ایک تاجر نے ایک بہلول کو دیکھا تو کہنے لگا۔
''یا شیخ میں کون سا مال خریدوں کہ مجھے فائدہ ہو؟''
بہلول نے جواب دیا ''روئی اور لوہا خریدلو''
تاجر نے ایسا ہی کیا کچھ عرصے میں اس کی قیمت کئی گنا بڑھ گئی اور تاجر کو بہت فائدہ ہوا۔ کافی عرصے بعد تاجر نے ایک بار پھر بہلول کو دیکھا تو کہنے لگا۔
''اے پاگل بہلول اس سال میں کون سا مال خریدوں کہ مجھے فائدہ ہو؟''
''اس سال پیاز اور تربوز خریدلو۔'' تاجر نے ایسا ہی کیا لیکن کچھ دن میں پیاز اور تربوز سڑ گے اس مرتبہ تاجر کو بہت نقصان ہوا، تاجر نے بہلول سے جا کر اس غلط مشورے کے بارے میں دریافت کیا تو بہلول نے کہا۔
''اے تاجر تم نے پہلی بار مجھے یا شیخ کہہ کر پکارا تھا اس لیے میں نے عقل و منطق کے ساتھ تمہیں مشورہ دیا تھا لیکن دوسری بار مجھے پاگل کہہ کر مخاطب کیا اس لیے میں نے تمہیں پاگل پن میں مشورہ دیا ہے۔ پس تم اپنے نقصان کے خود ذمہ دار ہو کیونکہ کوزے میں سے وہی نکالا جاتا ہے جو اس میں ڈالا گیا ہو۔

ارم کمال...... فیصل آباد

اللہ سے محبت

اللہ سے انسان محبت کرتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ اللہ بھی اس سے محبت کرے مگر محبت کے لیے وہ کچھ دینے کو تیار نہیں۔ اللہ کے نام پر وہ وہی چیز دوسروں کو دیتا ہے جسے وہ اچھی طرح استعمال کر چکا ہو یا پھر جس سے اس کا دل بھر چکا ہو۔ چاہے وہ لباس ہو یا جوتا۔ وہ خیرات کرنے والے کے دل سے اتری ہوئی چیز ہوتی ہے اور اس چیز کے بدلے وہ اللہ کے دل میں اترنا چاہتا ہے۔

ناول: شہر ذات
مصنفہ: عمیرہ احمد
انتخاب: عینی راؤ...... سکھر

ارشو تو انگلیش

بڑے ہی فخر سے اک راز ہم بھی فاش کرتے ہیں
کبھی ہم منہ بھی دھوتے تھے مگر اب واش کرتے ہیں
تھا بچوں کے لیے بوسہ مگر اب کس ہی کرتے ہیں
ستاتی تھیں کبھی یادیں مگر اب مس ہی کرتے ہیں
چہل قدمی کبھی کرتے تھے اور اب واک کرتے ہیں
کبھی کرتے تھے باتیں مگر اب ٹاک کرتے ہیں
کبھی جو درد ہوتا تھا مگر اب پین ہوتا ہے
پڑھائی کی جگہ اب تو نالج گین ہوتا ہے

بیہ وڑائچ...... گجرات چک محمود

صبر

صبر وہ ہے کہ جب ایک جنگ میں کسی صحابی کو نیزے کی انی چبھی تو بے اختیار آہ نکلی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریب ہی

تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے فلاں! اگر تمہاری زبان سے اس تکلیف پر آہ کی جگہ اللہ اکبر نکلتا تو تمہیں یہیں فرشتے اپنے بازوؤں پر اٹھالیتے یہاں تک کے سب دیکھ لیتے۔

جی ہاں یہ ہے صبر کی تعریف

تکلیف پہنچتے ہی اس پہلے لمحے سے صبر...... جب خود پر قابو رکھنا بھی مشکل ہو رہا ہو۔

جبکہ ہم عموی طور پر تب صبر کرتے ہیں جب مزید رونے پیٹنے یا واویلا کرنے کی سکت نہ بچے۔

خنساء خاور...... گوجرانوالہ

عورت کا مقام

❖ یونانی کہتے ہیں کہ عورت سانپ سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔

❖ سقراط کا کہنا تھا کہ عورت سے زیادہ اور کوئی چیز دنیا میں فتنہ و فساد کی نہیں۔

❖ بوناویٹو کا قول ہے کہ عورت اس بچھو کی مانند ہے جو ہر وقت ڈنک مارنے پر تلا رہتا ہے۔

❖ یوحنا کا قول ہے کہ عورت شر کی بیٹی ہے اور امن و سلامتی کی دشمن ہے۔

❖ رومن کیتھولک فرقہ کی تعلیمات کی رو سے عورت کلام مقدس کو چھو نہیں سکتی اور عورت کو گرجا گھر میں جانے کی اجازت نہیں۔

❖ عیسائیوں کی سب سے بڑی حکومت رومۃ الکبریٰ میں عورتوں کی حالت لونڈیوں سے بدتر تھی اور ان سے جانوروں کی طرح کام لیا جاتا تھا۔

❖ یورپ کی بہادر ترین عورت جون آف آرک کو زندہ جلا دیا گیا۔

❖ دور جہالت عربوں میں عورت کو اشعار میں خوب رسوا کیا جاتا تھا اور لڑکیوں کے پیدا ہونے پر زندہ دفن کر دیا کرتے تھے۔

❖ لیکن محسن انسانیت رحمتہ اللعالمین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے عورت کو وہ مقام عطا فرمایا جو آج تک کسی مذہب میں حاصل نہیں۔

❖ اب اگر عورت ماں ہے تو اس کے پاؤں کے نیچے جنت ہے، بیٹی ہے تو بخشش کا ذریعہ، بیوی ہے تو ایمان کی تکمیل کا ذریعہ، بہن ہے تو غیرت اس سے بڑھ کر عورت کا کیا مقام ہو سکتا ہے۔

سعدیہ خان...... بہاولپور

سبق

زندگی کتاب سے بھی زیادہ پیچیدہ ہوتی ہے۔ کتاب پہلے سبق دیتی ہے پھر امتحان لیتی ہے لیکن زندگی پہلے امتحان لیتی ہے پھر سبق دیتی ہے۔

زہرہ فاطمہ...... گوجر خان

احمد فراز

ہم یاد آتے ہیں فرصت کے لمحوں میں فراز
یہ بات بھی سچ ہے کہ اسے فرصت نہیں ملتی

پروین شاکر

ہم تسلیم کرتے ہیں ہمیں فرصت نہیں ملتی مگر
یہ بھی تو ذرا سوچو تمہیں یاد کرتے ہیں تو زمانہ بھول جاتے ہیں

بشریٰ رحمان

زمانہ بھول جاتے ہیں تیری اک دید کی خاطر
خیالوں سے نکلتے ہیں تو صدیاں بیت جاتی ہیں

وصی شاہ

مانا کہ صدیاں بیت جاتی ہیں تیرے خیالوں سے نکلنے میں
لیکن پھر جب تیری یاد آتی ہے تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں

شہرین اسلم...... بہاولپور

دل کی باتیں

○ دل کی باتیں دل ہی جانے اور نہ کوئی جانے۔

○ جس کو مل گئی اس کی محبت اس کے خواب سہانے۔

○ جو دل قابو میں نہ رہے وہ طوفان برپا کر دیتا ہے۔

○ یہ بات بڑی مشہور ہے کہ دل کو دل سے راہ ہوتی ہے یہ سچ ہے کوئی دیوار، کوئی سی آئی ڈی، کوئی سماعت، کوئی انٹرنیٹ، کوئی موبائل فون نہیں بنا جو دو دلوں کی باتوں کو روک سکے یا ان چیزوں کے دو دل محتاج ہوں۔

○ دل ایک ایسا پرندہ ہے، جس کے پر نہیں ہوتے لیکن اس کی اڑان پرندوں سے زیادہ ہے۔

○ اگر انسانوں کے پاس دل ہوتے دماغ نہ ہوتے تو شاید دنیا باقی نہ رہتی۔

○ دل کو صرف دماغ ہی کنٹرول کر سکتا ہے۔ کوئی اور چیز ہرگز نہیں کر سکتی۔

○ جن کے دل مل جاتے ہیں ان کو کبھی جدا نہ کرو۔

○ اپنے دل کو خالی رکھا کرو شاید کوئی چپکے چپکے رات کو دن کو یا کسی بھی پہر آہستہ سے کنڈی کھٹکھٹا دے۔
○ جس سے محبت ہو جائے دل اس کو دے دو واپس نہ لینے کے لیے۔
○ دل ایک آئینہ ہے، جس میں اپنا چہرہ سب سے پہلے نظر آتا ہے۔
○ دل کی کوئی قیمت نہیں ہوتی جو قیمت لگاتا ہے سب سے زیادہ جھوٹا ہے۔
○ سارا جسم دل کا محتاج ہے اگر اپنا اصل کام چھوڑ دے تو تماشا ختم ہو جاتا ہے۔
○ دل کو قابو میں رکھو، مچھلی کی طرح ہاتھ سے پھسل جاتا ہے۔
○ انسان کا دل بڑا ہی قیمتی ہے ورنہ تو قصابوں کے پاس بہت سارے دل ہوتے ہیں۔
○ انسان اپنے دل سے اور جانوروں کے دل کھا کر بھی مزے لیتا ہے۔
○ سب سے زیادہ اثر دل پر نظروں کا پھر آواز کا پھر چہرے کا پڑتا ہے۔

حرا افتخار...... چشتیاں

بہار
☆ ایک خوب صورت جذبہ

دل
☆ ایک خوب صورت گھر

زندگی
☆ ایک خوب صورت سفر

اور آنچل وحجاب ٹیم اینڈ ریڈرز خوب صورت گلدستہ

زہرہ فاطمہ...... گوجر خان

اللہ کا وعدہ
امید اور توقعات صرف اللہ ہی سے لگانی چاہیے تا کہ انسانوں سے کیونکہ انسانوں کے وعدے جھوٹے اور ہلکے تو ہو سکتے ہیں لیکن اللہ کا وعدہ ہمیشہ سچا اور کھرا ہوتا ہے۔

گل کشف نذیر احمد...... فیصل آباد

دلچسپ حقائق
❁ اسکاٹ لینڈ کی خواتین کنجوسی میں اپنی مثال آپ ہیں۔
❁ دھوکہ دہی میں امریکن خواتین سب سے آگے ہیں۔
❁ گھومنے پھرنے کی شوقین فرانسیسی خواتین ہیں۔
❁ نوکری پیشہ خواتین کی زیادہ تعداد کا تعلق اسپین سے ہے۔
❁ شوہر حضرات کی پٹائی کرنے والی خواتین کا تعلق اٹلی سے ہے۔
❁ عرب خواتین خاموش طبع ہوتی ہیں۔
❁ جاپانی خواتین ہلا گلا پسند کرتی ہیں۔
❁ نخرے باز خواتین کی زیادہ تعداد کا تعلق پاکستان سے ہے۔

ارم آصف...... خانگڑھ

نفس
تمہارے نفس کی بہتری کے لیے اتنا کافی ہے کہ تم ان چیزوں سے دور اختیار کرو جو تمہیں دوسروں میں بری لگتی ہیں۔

کردار
انسان کا کردار صندل کے درخت جیسا ہونا چاہیے۔ جو خود پر کلہاڑی کھا کر بھی کلہاڑی کو خوشبو سے مہکا دیتا ہے۔

پردہ
پردہ عورت کے چہرے پر ہوتا ہے اگر چہرے پر نہیں تو سمجھ لو کہ اس کی عقل پر ضرور ہے۔

مایوسی
مایوسی ایک دھوپ ہے جو سخت سے سخت وجود کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔

احساس
کائنات کی سب سے مہنگی چیز احساس ہے اور یہ چیز دنیا کے ہر انسان کے پاس نہیں ہوتی۔

رمشا آصف...... مظفر گڑھ

عادت اور محبت
کہتے ہیں کہ عادت محبت سے زیادہ خطرناک ہے مگر عادت تو اک نشہ ہے اور نشہ کوئی دوسرا شخص بھی پورا کر سکتا ہے لیکن محبت کا نشہ صرف وہی کر سکتا ہے، جس سے کی گئی ہو محبت میں کسی تیسرے نشے کی گنجائش نہیں ہوتی۔

عائشہ شکیل...... گوجرہ

فیس بک
دو لڑکیاں ایک دیہاتی لڑکی کو دیکھ کر شیخی بگھارنے لگیں فیس

بک کی بات کرنے لگیں۔
پہلی بولی: کل میں نے فیس بک پر بہت مزاحیہ کومنٹ مزے مزے سے پڑھے۔
دوسری بولی: کل میں نے فیس بک پر بہت سے پیجز لائک اور اچھی مزاحیہ ویڈیو شیئر بھی کیں۔
دیہاتی لڑکی: ارے تم لوگوں نے بس یہ کیا میں نے تو کل فیس بک پر بیٹھ کر برتن بھی دھوئے اور صابن بھی بچ گیا۔
پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

لطیفے

ماں: منے یہ دروازے پر گندے ہاتھوں کے نشان تمہارے ہیں؟
منا: نہیں امی جی میں تو لات مار کر دروازہ کھولتا ہوں۔

......☆......

استاد: پانچ پھلوں کے نام بتاؤ۔
شاگرد: تین سیب اور دو مالٹے۔

......☆......

استاد: ململ کو جملے میں استعمال کرو۔
شاگرد: ہمیں خوب مل مل کر نہانا چاہیے۔
فہمیدہ جاوید...... ملتان

رشتے

رشتے صدا سے ایک نہیں رہتے یہ بھی رفتہ رفتہ بقا سے فنا کا سفر کرتے ہیں ان میں کبھی کبھی سمندر کی طرح جذبات کا طوفان اٹھتا ہے تو کبھی لاتعلقی کا گہرا سکوت چھا جاتا ہے۔ یہ کبھی شاخ پہ کھلے پھولوں کی طرح مہکتے ہیں تو کبھی پتی پتی ہو کر بکھر جاتے ہیں۔
وقاص عمر...... بنگڑانو حافظ آباد

یاد

کسی کمرے کے
اندھیرے کونے میں
تنہا بیٹھ کر
اشک رواں کر کے
خدا کو یاد کرنا
نجم انجم کو اچھا لگتا ہے، بہت
انتخاب: نورین انجم اعوان
کلام: نجم انجم اعوان......

بیوی کیسی ہو؟

ایک عرب دانشور نے اپنے بیٹوں کو نصیحت کی کہ چھ قسم کی عورتوں سے ہرگز شادی نہ کرنا۔
اعانہ: وہ عورت جو ہر وقت سر پر پٹی باندھے، شکوہ شکایت ہی کرتی رہے۔
منانہ: ایسی عورت جو ہر وقت مرد پر احسان ہی جتاتی رہے کہ میں نے تجھ پر فلاں فلاں احسان کیا اور مجھے تجھ سے کچھ حاصل نہیں ہوا۔
اخبانہ: وہ عورت جو ہر وقت اپنے سابق شوہر کو یاد کرتی رہے اور کہے کہ وہ تو بہت اچھا مگر تم میں خوبی نہیں۔
صداقہ: جو شوہر سے ہر وقت فرمائش ہی کرتی رہے، جو بھی شے دیکھے تو شوہر سے اسے لانے کی فرمائش کرے۔
لہراقہ: ایسی عورت جو ہر وقت بننے سنورنے میں مشغول رہے۔
شراقہ: چرب زبان عورت جو ہر وقت باتیں بنانے دوسروں کے عیب بیان کرنے میں لگی رہے۔
عثمان عبداللہ...... کراچی

لطیفہ

ایک آدمی کا انتقال ہوا اس کا دوست اس کی بیوی کے پاس آیا اور بولا۔ ”کیا میں مرحوم کی جگہ لے سکتا ہوں۔“
دوست کی بیوی بولی۔ ”مجھے کوئی اعتراض نہیں آپ گورکن سے پوچھ لیں۔“
ثناء فرحان...... ملتان

چالاکی

پٹھان سعودی عرب گیا اسے عربی نہیں آتی تھی۔ ٹیکسی میں بیٹھا راستے میں اس کو سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ ڈرائیور کو کیا کہہ کر روکے۔ آخر کافی دیر سوچنے کے بعد اس نے ڈرائیور کے کاندھے پہ ہاتھ رکھ کر کہا۔
”صدق اللہ العظیم۔“
ناجیہ اختر حسن...... کراچی

آئینہ

سحر شہلا عامر

aayna@naeyufaq.com

السلام علیکم! ورحمتہ وبرکاتہ، اللہ مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔ کے بابرکت نام سے ابتدا ہے جو بڑا غریب کو اپنی چکی میں پیس رہی ہے۔ مہنگائی دن بدن بڑھتی جارہی ہے اور زندگی پہلے ہی مشکل تھی اب اور ہوتی جاتی ہے کچھ سمجھ میں نہیں آرہا کہ کیا ہورہا ہے اللہ ہم سب کے لیے آسانی فرمائے آمین۔ بڑھتے ہیں آپ کے تبصروں کی جانب۔

ادم کمال...... فیصل آباد۔ پیاری دلاری شہلا جی سدا ہنستی اور مسکراتی رہیں۔ السلام علیکم! امید کرتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے خیریت سے ہوں گی سب سے پہلے سب کو عید قربان کی مبارک باد۔ اس دفعہ آنچل بروقت موصول ہوا۔ ٹائٹل پر جو ماڈل تھیں لگتا تھا کہ کچھ کہنا چاہ رہی ہیں مگر کیا؟ سروے بہار عید کے رنگ، بہت ہی سیر بدہا ماضی کی کئی کھٹی میٹھی یادیں دماغ کے دریچوں سے جھانکنے لگیں۔ ام مریم کا "تم سے بچھڑ کر" دل بوند بوند رویا۔ ماں زندگی میں سب سے بڑھ کر انمول اور نایاب تحفہ ہوتی ہیں ان کا کوئی نعم البدل نہیں۔ جب تک ماں کا سایہ سر پر رہتا ہے دعاؤں کا در کھلا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کی ماؤں کو حیات دے کھے اور صحت والی لمبی زندگی عطا کرے اور ام مریم کو صبر جمیل عطا کرے آمین۔ نازیہ کنول نازی کی تحریر "وہ جو عشق تھا" سانس روک روک کر پڑھا۔ عورت ذات کی اتنی تذلیل برداشت سے باہر ہے۔ پہلے نایاب کے ساتھ بھی بہت برا ہوا مگر محراب کے ساتھ تو اور مرنے اور رونے کا مرحلہ درپیش ہے ذارون جیسے اوصاف والے مردمردانگی کے نام پر بہت بڑا اور غلیظ دھبہ ہیں۔ اگلی قسط کا بے چینی سے انتظار ہے۔ نزہت جبیں ضیاء کا "تمہارے لیے" بعد امیز تنگ رہا۔ دونوں کے دلوں میں محبت کی شدت اتنی تھی کہ جب دونوں مایوس ہوگئے تب اللہ نے کلرنگ سویرا کردیا۔ سلسلے وار ناول "مجھ کو تسلیم کیوں نہیں کرتے" میں چوہا بلی کا کھیل چل رہا ہے نہ بہادر کیتھ شال بل رہا ہے نہ خمار کو دلاور اور نہ ظہیر ہمایوں کو چاہت سارے کردار بولائے بولائے پھر رہے ہیں مریم منگنی کروا کر بھی آنسو بہا رہی ہے اور شید تو محبت میں اور ہی ہوا جارہا ہے۔ "اب کے ہم بچھڑے" میں شہروز نے اپنے باپ کے بہکاوے میں آکر جو جانور کا سا سلوک آیت سے کیا اس پر شیطان بھی شرما گیا لیکن یہ اچھی بات ہوئی کہ اس نے توبہ کرکے آیت سے معافی مانگ کر اپنی غلطی کو سدھار لیا اور آیت نے تو معاف کرنا ہی دینا تھا کیونکہ پیار کرنے والوں کے پاس معاف کرنے کے علاوہ کوئی آپشن ہی نہیں ہوتا اور معاف کرنے سے خدا بھی خوش ہوتا ہے۔ "جلتی بجھتی لو ہے زندگی" اس ماہ کی مائنڈ بلونگ تحریر رہی۔ عبدالمستر کا صبر، حوصلہ، برداشت اور تحمل اعلیٰ درجے کا رہا۔ باپ کے بارے میں بھیانک انکشافات کو سہنا پھر اپنی نظروں میں گر کر دوبارہ اٹھنا ہی ایک فوجی کا وصف ہوتا ہے۔ ماہ نور نے بھی اپنا ہر زخم، اذیت اور کرب بھلا کر ہر معاملے میں اس کا بھرپور ساتھ دیا۔ ہیپی اینڈنگ نے دل گارڈن گارڈن کردیا۔ "فیصلہ" بالکل ٹھیک رہا۔ اریشہ جیسی عورتوں کو ماں کہنا ماں کے درجے کی توہین ہے۔ حرا اور سعد نے صحیح فیصلہ کیا جب ان دونوں بچوں کو ماں کی گود اور شفقت کی ضرورت تھی تب اریشہ نے جہانوں کو فتح کرنا چاہتی تھی اور جب نئے جہانوں کی سیر سے تھک گئی تب اسے یاد آیا کہ وہ ماں بھی ہے۔ "سمجھدار عورت" میں مدیحہ نے بجائے بربادی اور عقل سے کام لیا۔ بہت کچھ کھو کر تھوڑا سا اپنا زندگی کو سہل بنانا ہے اور اب تو بات آنے والے بچے کی تھی یوں یہ سودا مہنگا نہیں رہا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایمان افروز واقعات پڑھ کر دل کو بے حد روحانی سکون ملا اور معلومات میں گراں قدر اضافہ ہوا۔ یہ سلسلہ بے حد موثر ہے اسے جاری رہنا چاہیے۔ بیاض دل میں اس دفعہ سلمی عنایت پیا، شہزادی دردہ آسیہ توصیف، بمیرا ناز اور سحر خان کے اشعار نے خوب مزا دیا۔ ڈش مقابلہ میں ہر قسم کا شربت موجود تھا۔ گرمی کا احساس بھاگ گیا۔ بیوٹی گائیڈ سے کارآمد ٹپس محفوظ کرلیں۔ نیرنگ خیال میں اس دفعہ عمارا اقبال، نعیم اظہر ہاشمی، نیر رضوی، جاوید اقبال اور پارس فضل دین چھائے رہے۔ دوست کا پیغام آئے میں ربیعہ ملکانی، ثمرہ گلزار، ایس شہزادی کھرل، عنایہ شہزادی، فوزیہ سلطان، نمرین اینڈ رباب آپ سب کا بہت شکریہ اور جزاک اللہ مجھے یاد رکھنے کا اور میری نگارشات پسند کرنے کا۔ عظمی بتول، ماہ رخ سیال اور درشک حنا آپ کو بھی میری طرف سے ڈھیر سارا پیار اور دعائیں۔ یادگار لمحے میں سب کی نگارشات ایک سے بڑھ کر ایک رہیں۔ آئینہ میں خوب رونق تھی ہم سے پوچھئے تو ویسے بھی ام ہاشمی ہے اچھا اب اجازت خوش رہیں شاد رہیں آباد رہیں۔

☆ پیاری ارم! ماڈل گرمی کا حال پوچھ رہی تھی کیونکہ اس کے پاس سستے مشورے موجود تھے۔

رضوانہ وقاص...... کولاں ہری پور۔ السلام علیکم! امید کرتی ہوں کہ سب دوستیں خیریت سے ہوں گی۔ آنچل اس دفعہ دو تاریخ کو ملا۔ آنچل کی جلدی ہوتی ہے کہ مل جائے جلدی جلدی پڑھ کر خط لکھ سکوں۔ سرورق حمیرا کی آنکھیں بہت ہی پیاری لگیں، جب سے دادی ماں فوت ہوئی ہیں۔ میرا دل ہی نہیں لگ رہا۔ یہ کتابیں لاتے رہے، میں پاس رکھتی رہی لیکن اب ٹائم تو گزارنا ہے ناں۔ امی بولتی ہیں کہ تم بہت چڑچڑی ہوگئی ہو۔ بات بات پر رونا آجاتا ہے پھر میں نے اپنی تنہائی کی ساتھی آنچل کی کتابیں نکالی کہ یہ پڑھوں ورنہ سوچ سوچ کر میں پاگل ہوجاؤں گی۔ میں نے اب دادی ماں کے مرنے کے بعد پڑھنا شروع کیا۔ دو مہینے کے آنچل سے سرگوشیاں پڑھی، پودے لگانا تو مجھے بھی اچھا لگتا ہے لیکن اب زمین پر بیٹھ ہی نہیں سکتی۔ امی کو بولتی ہوں کہ یہ گلاب کا پھول لگائیں اور اپنے گھر میں گملے منگوا کر رکھ لیتی ہوں۔ حمد ونعت پڑھی۔ بہار عید کے رنگ پڑھا۔ باتیں بہت ساری اور تصویریں تھیں ہی نہیں۔ جس کی باتیں لکھے ساتھ میں تصویریں ہونی چاہیں، عیدیں تو پہلے ہوتی تھیں بچپن میں، اب بچے خوش ہوں یہی عید ہے ہماری، مہندی، چوڑیاں مجھے بہت ہی اچھی لگتی ہے لیکن عرصہ ہوا جب سے زاویار فوت ہوا۔ مہندی نہیں لگائی اب میری پیاری دادی جان فوت ہوئی ان کے بغیر پہلی چھوٹی عید۔ "مجھ کو تسلیم کیوں نہیں کرتے" چاہت کی بی بی کے ساتھ ظہیر ہمایوں اچھے سے نہیں پیش آیا۔ ظہیر ہمایوں کو اپنی بیٹیوں سے بہت محبت ہے۔ چاہت بھی تو کسی کی بیٹی ہے، اسے اپنا نام کیوں نہیں دیں رہے۔ چاہت کی پھوپی اس کا غم دل ہی لے کر چلی گئی۔ اب چاہت کو ظہیر ہمایوں سے کوئی رابطہ نہیں رکھنا چاہیں۔ جگنو چاہت کا کتنا خیال رکھتا ہے اس پر بھی ظہیر ہمایوں کو اعتراض ہے۔ خمار کے لیے نشید نے مریم کو چھوڑ دیا۔ لیکن اب خمار کو دلاور سے محبت ہوگئی۔ دیکھتے ہیں کون کس کو ملتا ہے۔ لیکن مریم کے لیے دل خفا ہوتا

ہے۔ بچپن کا ساتھ اور بچپن کی منگنی یہ تو بھلائے بھی نہیں بھولتی لیکن نشید کو اس کی محبت نظر ہی نہیں آرہی۔ بہار نے تمثال کے نانا، نانی کو بلا کر ان کے ساتھ تاج دین بابا نے اچھا نہیں کیا تمثال ٹھیک ناراض ہے۔ انگوٹھی شہزل کی نام کی پہن لیں یہ بات اچھی تو نہیں ہے۔ "فیصلہ" ناولٹ پڑھا اریشہ جیسی بھی لڑکیاں ہوتی ہیں مجھے ایسی لڑکیوں پر سخت غصہ آتا ہے کہ جب شادی ہوگئی ہے تو اس کو ہی اپناؤ، ارسم اس کی ہر غلطی برداشت کرتا رہا پہلے خود ہی طلاق لی کہ بچوں کا سوچا ورنہ ہی ارسم کا اپنے گھر کا جب حاذب سے شادی ہوئی پتا چلا کہ یہ باپ نہیں بن سکتا تب اپنے بچے یاد آئے۔ اچھا فیصلہ کیا سعد اور حرا نے جب انہیں ماں کی ضرورت تھی تب وہ ماں ہی نہیں بنی اب جب وہ بڑے ہوئے تو بچے یاد آنے لگے۔ مجھے حرا کی بات اچھی بھی لگی اور رونا بھی آیا۔ پاپا آپ ہم پر احسان کریں کہ آپ دوسری شادی نہیں کریں گے کیونکہ میں خود بیمار ہوں مجھے ہر وقت اپنے بچوں کا خیال رہتا ہے۔ امی ہی انہیں سنبھالتی ہیں اور ان کے پاپا خیال رکھتے ہیں۔ یہ کیسی ماں ہے جسے اپنے بچوں کا خیال ہی نہیں۔ "سمجھدار عورت" پڑھی یہ بھی اچھی لگی۔ اس پر خط لکھ رہی ہوں۔ "بیاض دل" فریدہ جاوید، وردہ، فوزیہ عمران، سلمٰی عنایت، جبین، شازیہ، ہالہ سلیم، آسیہ توصیف، سمیرا ناز، منزہ اقبال، فضا عائشہ۔ "دوست کا پیغام آئے" میں "ثمرہ گلزار آپ لکھتی بھی رہتی ہو۔ یہ کیوں ہر دفعہ بولتی ہو، یہ میرا آخری خط ہوگا۔ کیوں کیا بات ہے، آپ ہمیں مس کرتی ہیں شکریہ ہم بھی آپ کو بہت مس کریں گے۔ ایس شہزادی شکریہ آپ نے یاد کیا۔ یادگار لمحے سارے کا سارا پسند آیا ہے۔ آئینہ پڑھا جویریہ خان آپ کا بہت بہت شکریہ آپ نے میری دادی کا افسوس کیا، ارم کمال، فوزیہ عمران کا خط بہت ہی لمبا لیکن ہمارے شاہ بھرام بھائی جی پہلے نمبر پر۔ جو پڑھا اس پر تبصرہ کردیا ہے۔ باقی سب دوستوں، بہنوں کو سلام، میری دادی ماں کے بھائی اختر بابا میری دادی ماں کے بعد سوا تین مہینے کے بعد فوت ہوگئے۔ اب ایک ہی بھائی رہ گیا ہے۔ سکندر بابا ہمارے بڑے بزرگ سب اللہ کو پیارے ہوتے جارہے ہیں۔ اللہ ان کی مغفرت فرمائے کل سمیت آمین اور سب سے پہلے بھی بولا ہے۔ پلیز کسی کو اگر اچھے ڈاکٹر کا پتا معلوم ہے پلیز خط کے ذریعہ بتادیں شکریہ مہربانی ہوگی آپ سب کی۔ شہلا آپی پلیز میرے خط کو جگہ دینا ہے، شکریہ جی، بہت بہت خط میں کوئی غلطی کوتاہی ہوئی ہو تو معاف کرنا۔ شکریہ اب اجازت چاہتی ہوں۔ دعاؤں میں یاد رکھنا۔

عروشہ خان عروش...... بھلوال پور ۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ سب کیسے ہیں، امید ہے سب خیر و عافیت کے ساتھ ہوں گے، ساتھ ہی اپنی خوشیاں اور غم ایک ہیں ہم ایک ہیں، آنچل کے اس حسین خاندان میں ہم سب بہنیں ایک دوسرے کے ساتھ ہیں اور جو بہنیں آنچل سے وابستہ ہیں میں سب کے لیے دعا گو ہوں اور اپنے پیارے آنچل کے لیے بھی اللہ آنچل کو ترقیاں عطا فرمائے آمین اور ہمیں بہترین ادب پڑھنے کو ملتا ہے اور ہم آنچل کی وجہ سے ایک دوسرے کے ساتھ جڑی رہیں آمین۔ اس بار ٹائٹل بس ٹھیک ہی تھا کچھ خاص نہیں لگا مجھے مگر یہ بس میری رائے ہے برا نہیں منانا کسی نے۔ سرگوشیاں میں مدیرہ کی باتیں پڑھیں پھر حمد و نعت سے مستفید ہوئے، عید سروے میں سب کے جوابات مزے کے تھے پڑھ کر اچھا لگا۔ راحت وفا کا سلسلے وار ناول "مجھ کو تسلیم کیوں نہیں" اچھا جارہا ہے، پیاری ہر دل عزیز نازیہ کنول نازی کا مکمل ناول "وہ جو عشق تھا" ہر بار کی طرف اس بار بھی بہت عمدہ لکھا آپ نے نازیہ آپ دل کے بہت قریب ہیں آپ کی ہر تحریر مجھے، بہت پسند ہے دلی دعا ہے اللہ آپ کو خوشیاں دے آمین۔ فاطمہ عاشی کا مکمل ناول "جلتی بجھتی لو ہے زندگی" بھی زبردست تھا۔ حنا اشرف کی تحریر "فیصلہ" پسند آیا۔ نزہت جبیں ضیا آپا کا افسانہ "تمہارے لیے" زبردست لکھا آپا نے ہمیشہ ہی اپنی پیاری پیاری تحریروں اور نصیحتوں سے دل جیت لیتی ہیں۔ سمعیہ علی میمن کی تحریر "سمجھدار عورت" سب سے بہترین تحریر تھی لگی سمعیہ جی۔ بیاض دل اور نیرنگ خیال میں سب کی شاعری پسند آئی باقی سلسلے بھی اچھے تھے۔

☆ پیاری عروشا! ہم نے تو برا نہیں منایا آپ کی بات کا پر ماڈل ضرور برا مان گئی ہے اور آئندہ کبھی نہ آنے کی دھمکی بھی دے گئی ہے۔

عروج زینب وڈھک...... ملتان ۔السلام علیکم شہلی پہلی بار آئی ہوں اور بہت محبت سے اس محفل میں شامل ہورہی ہوں امید ہے جگہ مل جائے گی، اس بار آنچل ہاتھ آیا تو ماڈل کچھ خاص نہیں لگی، نیلا لباس بہت ہوگئے ہیں اب کوئی اور ڈریس کے ساتھ ماڈل کو لے کر آئیں اور سے ہار سنگار بھی نہیں کیا ہوا تھا۔ خیر فہرست کی جانب گئے تو نازیہ کی آمد خوش گوار جھونکے کی طرح محسوس ہوئی۔ کہانی بھی شاندار انداز میں شروع ہوئی نایاب کی موت سے اب دیکھتے ہیں مہراب کے ساتھ کیا ہوتا ہے اگلی قسط کا شدت سے انتظار ہے۔ "جلتی بجھتی لو ہے ایک زندگی" اچھا ناول تھا۔ "فیصلہ" اریشہ کا کردار اچھا تھا میں اس کی فیور نہیں کررہی یہ بتارہی ہوں کہ رائٹر نے اس کردار کو خوب صورتی سے لکھا اور پھر آخر میں اس کو تنہا بھی کردیا، بچوں کا فیصلہ ٹھیک تھا۔ "تمہارے لیے" نزہت جبین ضیاء جب بھی لکھتی ہیں قلم کا حق ادا کردیتی ہیں میں ان کو بہت شوق سے پڑھتی ہوں ان کے افسانے کمال کے ہوتے ہیں ناول اتنا اچھا نہیں لکھتی معذرت کے ساتھ۔ "اب کے ہم بچھڑے" سلمٰی غزل کی کہانی متاثر کرنے میں ناکام ٹھہری وجہ سب کو پتا ہے ہم سے دل نہیں رکھا جاتا اور سب تو شاید دل رکھتے ہیں۔ "سمجھدار عورت" سوسوتھی، بھئی کون لڑکی قربانی دیتی ہے اور وہ بھی نند کے لیے۔ "مجھ کو تسلیم کیوں نہیں کرتے" ایک قسط بھی نہیں پڑھی کیونکہ راحت وفا کا ناول موم کی محبت پڑھ کر پچھتائے شرمین اور عارض کے گرد گھومتی یہ کہانی سر میں درد کرگئی تھی اور اب مجھ کو تسلیم کیوں نہیں کرتے تبصروں میں پڑھ رہی ہوں۔ اس اچھا تو آپ سمیرا شریف طور سے کچھ لکھوا لیتے وہ کافی عرصے سے غائب ہیں پلیز ان کو واپس لائیں۔ نادیہ احمد بھی نہیں لکھ رہی ہیں اور ریحانہ آفتاب بھی اب ڈراما لکھنے میں مصروف ہوگئی ہیں ان سے تو اب فیس بک پہ بھی بات نہیں ہو پائی۔ مستقل سلسلے کی طرف آتے ہیں یادگار لمحے تابندہ جبیں نے خوب لکھا، فہمیدہ شیزان، بینا خالد۔ بیاض دل فریدہ جاوید، شہزادی وردہ، نبیلہ ناز کے انتخاب پسند آئے۔ نیرنگ خیال میں اسما اقبال، نوشین اقبال ثمرہ گلزار کے اشعار پسند آئے۔ بیوٹی گائیڈ اور کام کی باتیں میں نہیں پڑھتی۔ ہم سے پوچھئے اب پہلے جیسا نہیں رہا سوال و جواب بہتر ہونے چاہیے باقی سب ٹھیک ہے اب تک کے لیے اتنا ہی پھر ملیں گے۔ اللہ حافظ۔

☆ پیاری عروج! راحت وفا اس بار بالکل مختلف ناول لے کر آئی ہیں پڑھ کر دیکھ لیں۔

شاہ بھرام انصاری...... ملتان شریف ۔شہلا آپی، آنچل ٹیم اور قارئین سب کی خدمت میں سلام عرض ہے۔ تیئس مئی کے گرم ترین دن کو تازہ آنچل موصول ہوا تو دل بے قرار کو قرار آیا، نوٹ کرلیں یہ الفاظ ماڈل اور ٹائٹل پر تبصرے سے پہلے لکھے جارہے ہیں (ہاہا)۔ سفید پس منظر کے پیش منظر براجمان حسیرا مغل ہلکے رنگ اور سادہ لباس بغیر جیلری کے کھلے بالوں کے ساتھ بہت تازہ دم دکھائی دیں، بس محترمہ کی لپ اسٹک کا کلر کمپیوٹر کی مدد سے تبدیل کردیا گیا تھا کیونکہ ہونٹ دو مختلف رنگوں کے شیڈ صاف ظاہر کررہے تھے۔ ویسے یہ ماڈل اسی کپڑوں میں چھ سال پہلے بھی ایک دوسرے مشہور جریدے کے

سروق پہ براجمان ہوچکی ہیں۔ تنقید سے یادآیا کہ عید نمبر کے ٹائٹل پہ ماڈل کے کندھے پر گجرے اور چوڑیوں والا ہاتھ بھلا کس نے رکھا تھا؟ دیکھ کر کسی کو سمجھ آئے تو ہمیں ضرور بتائے۔ ویسے شکر ہے آنچل اپنی پرانی قیمت میں ملا ورنہ دوسرے ڈائجسٹ اپنے نرخ میں بیس بیس اضافہ کرچکے ہیں۔ اس مہربانی کے بعد آنچل کی مدیرہ سرگوشیوں میں کہانی لکھنے والی بہنوں کو خصوصی ہدایت سے نواز رہی تھیں، سب قلم کاروں کو ادارے کے اصول کے مطابق کہانی ارسال کرنی چاہیں تاکہ ان کی کہانی پڑھنے اور چھپنے کے مراحل باآسانی طے کرسکے۔ صبیح رحمانی کی حمد اور پروفیسر عنایت علی خان کی نعت پڑھ کر بہت اچھا لگا۔ دانش کدہ میں انگل مشتاق قریشی کی سورۃ القدر کی تشریح و تفسیر اس بار بھی پوری دلچسپی اور ادب سے پڑھی۔ مدیرہ آپی در جواب آں میں سب کو جواب سے نواز رہی تھیں۔ بہار عید کے رنگ، عید سروے سے خوب لطف اندوز ہوئے، پہلے نمبر پر ہمارے ملتان کی رائٹر راحت وفا براجمان تھیں، ڈاکٹر جاذبہ عباسی کے جوابات نٹ کھٹ سے تھے، آپی آپ تو اپنی امی کی بہت فرمابردار بچی ہیں جو ان کی پسند پہ لبیک کہتے سر جھکادیتی ہیں، امید ہے اس طرح آپ اپنے مریضوں سے بھی پیش آتی ہوں گی۔ باقی سب بہنوں نے بھی عمدہ جواب دیئے سب کو مبارک باد۔ ام مریم نے "تم سے بچھڑ کر" لکھ کر تو ہمیں رلا دیا والدہ محترمہ سے محبت بیان کرتے انہوں نے ہماری آنکھیں بھگودیں۔ ان کے لکھے الفاظ یقیناً ان کے دل کی آواز اور ماں سے بے پناہ محبت کو بیان کررہے تھے۔ اللہ پاک ان کو صبر جمیل اور ان کی والدہ کو جنت الفردوس میں جگہ دے آمین۔ اس کے بعد ہم نے خود کو ہلکا پھلکا کرنے کے لیے "ہمارا آنچل" ڈھونڈنا چاہا پر وہ نہیں ملا۔ پلیز آنچل پڑھنے والی سسٹرز ہمارا آنچل لکھ کر بھیج دیں۔ "مجھ کو تسلیم کیوں نہیں کرتے" ناول کی قسط بھرپور انداز میں لکھی گئی، دیکھتے ہیں اب دو ماہ بعد کس کا ناول شروع ہوتا ہے۔ نازیہ کنول نازی نے بہت انتظار کروالیا اور اب "وہ جو عشق تھا" کے ہمراہ موجود ہیں۔ فاطمہ عاشی کہہ رہی تھیں "جلتی بجھتی لو ہے زندگی" بالکل ہم نے ان سے اتفاق کیا اور ناول پڑھے بغیر نہیں رہ پائے۔ حنا بشریٰ اس بار اکلوتے ناولٹ کا "فیصلہ" لیے حاضر تھیں۔ سلمیٰ غزل "اب کے ہم بچھڑے" "تو" "کبھی خوابوں میں ملیں۔ نزہت آپی "تمہارے لیے" سمیہ علی میمن کی طرف سے "سمجھ دار عورت" "چھوڑ جائیں گے تاکہ وہ آپ کے پورے گھر کی صفائی کرسکے (ہاہاہا) افسانہ نمبر ایک میں ایک فیملی اسٹوری پڑھنے کو ملی جس میں ماموں نانا اور پھوپو چاہت کے باوجود ایک نا ہوسکے مگر آخر میں عمر میں دونوں ایک دوسرے کی سنگت نصیب ہوگی یہ قسمت کی کرنی تھی لیکن اس انہونی کو ممکن بنانے میں گھر کے بچوں کا بھی ہاتھ تھا اس لیے سچ کہتے ہیں کہ جوڑے آسمانوں پہ بنتے ہیں، دوسرے افسانے کے اندر حویلی کے مخصوص کلچر اور انداز کی کہانی موجود تھی، بل دار موڑ کے راستے جیسی اس کہانی میں مختلف مراحل سے گزرنے کے بعد آخر کار شہرو اور رائمہ کا ملن ہوگیا تاہم شہروز نے درمیان میں اپنی بے وقوفی کے سبب رائمہ اور دیگر اہل خانہ کا دل دکھایا اور پہلا موقع گنوادیا۔ سوم افسانہ چھوٹا اور روایتی تھا۔ مدیحہ نے حالات کی نزاکت اور شوہر کی ناراضی کو طول نہ دیتے ہوئے بروقت اپنا گھر بچایا فراز کو بھی بہن کی شادی کے لیے پیسے چاہیے تھے لیکن پہلے اس کو اپنی بیوی کو اعتماد میں لینا چاہیے تھا۔ خلفائے راشدین میں حضرت ابوبکرؓ کے دوسرے سلسلے کی قسط ایمان کو تازہ کرگئی۔ بیاض دل میں کسی ایک کا نام لے کر باقی لکھنے والوں کا دل نہیں توڑنا نہیں چاہتے۔ ڈش مقابلہ میں اس بار سب بہنوں نے شربت بنانے کا مقابلہ کیا کیونکہ شدید گرمی جو پڑرہی ہے، ہمارے ووٹ کے مطابق تیسرے نمبر پر سیاہ انگور کا جگ لے کر آنے والی غزل صدیقی نمبرون پہ ہیں۔ بیوٹی گائیڈ چہرے کی حفاظت کے سلسلے میں مساج کے مختلف گر مرحلہ وار طریقہ اور ماسک کا استعمال لے کر آیا۔ نیرنگ خیال میں سب کی شاعری عمدہ تھی، اسی طرح یادگار لمحے بھی یادگار ہی رہا۔ دوست کا پیغام میں سب کے لیے پیغام لکھے ہوئے تھے پسند آئے، آپی صائمہ مشتاق فرام بھاگٹا نوالہ سرگودھا آپ کو بھی سلام سدا خوش رہیں۔ ہم سے پوچھیے میں شمائل کاشف نے نٹ کھٹ جوابوں کے ساتھ ہنسا کر لوٹ پوٹ کردیا۔ کام کی باتیں اس بار اس بار کھجور کے فوائد و خصوصیات کا موضوع قلم بند کیے ہوئے تھیں۔ آپ کی صحت ایک ماہ کے وقفے سے نظر آیا ہم تو سمجھے تھے کہ سب مریض صحت یاب ہوگے لیکن پتا چلا کہ ڈاکٹر ہاشم مرزا کے انتقال کے بعد ڈاکٹر شائستہ چھٹیوں پہ چلی گئی ہیں اور اب ایک نئی ڈاکٹر فرزانہ اخلاق تعینات ہوئی ہیں خیر خوش رہیں۔ اصل مقصد تو مریض کا علاج کرنا ہے لہٰذا کوئی بھی ڈاکٹر کام ایمانداری سے سرانجام دے۔ آئینہ کی محفل اس بار بھی مختصر تھی سب کہاں مصروف ہیں بھئی فوزیہ عمران کو خوش آمدید اور عرصے بعد شامل ہونے والی صباحت اور صائمہ کو بھی ویلکم بیک، جویریہ بہن نے بھی جاندار تبصرہ تحریر فرمایا شکر ہے میرا نامہ بھی تاخیر سے پہنچنے کے بعد بھی شامل تھا۔ آئندہ ماہ پھر شامل ہوں گے خدا حافظ۔

☆ پیارے بھائی! عید نمبر پہ ماڈل کے کندھے پر گجرے اور چوڑیوں والا ہاتھ ہماری بھابی کا تھا اب آپ تلاش کرلیں اور ہمیں بھی ان سے ملوائیں۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر۔ السلام علیکم آنچل قاری اور پیاری بہنوں اس بار آنچل جون کا شمارہ بہت لیٹ ملا مگر پھر بھی چھ جون کو تبصرہ ارسال کررہی ہوں۔ حمد و نعت اور دانش کدہ پڑھ کر دل کو سکون ملا۔ سرگوشیاں میں مدیرہ آپی ٹھیک فرمارہی تھیں کہ شجر کاری کا شوق صحت مند معاشرہ کو پروان چڑھاتا ہے۔ درخت آکسیجن مہیا کرتے ہیں۔ اب بات ہوجائے کہانیوں کی آج پہلی بار شرمندہ ہوکر میں کہانی پہ تبصرہ کررہی ہوں۔ شہلا نے بہت اصرار کیا پر آج میں نے اپنی ضد چھوڑ دی۔ نازیہ کنول مجھے بہت پسند ہیں ان کی تحریر میں پہلے پڑھتی ہوں اور آج تبصرہ بھی کررہی ہوں۔ وہ جو عشق تھا بہت خوب صورت انداز بیاں ہے نایاب کی موت نے کہانی میں سسپنس رکھا ہوا ہے اور مہراب کا کردار بھی بہت جاندار ہے، نازیہ یوں ہی لکھتی رہیں۔ راحت وفا کو تو کچھ کہہ ہی نہیں سکتے بھئی تعریف کے معاملے میں کیونکہ منجھی ہوئی رائٹر ہیں قلم کا حق ادا کرنا خوب جانتی ہیں، چاہت کے لیے دلاور کو لے آئیں اس نے بہت دکھ اٹھائے ہیں ان دونوں کی جوڑی خوب رہے گی۔ جب کہ بہار تو مجھ کو زہر لگتی ہے اللہ کرے مرجائے ظہیر ہمایوں اور اس کو پانی بھی نا ملے نشید کو مریم سے عشق ہوجائے اور وہ صحرا میں نکل جائے امجد کی بیوی کو حقیقت پتا چل جائے اور وہ الگ ہوجائے یوں خمار اس کی زندگی میں آجائے۔ "فیصلہ" اچھی تحریر تھی ارسم اور اس کے بچوں نے ٹھیک فیصلہ کیا۔ حنا بشریٰ آئندہ بھی طویل ناول کے ساتھ آنچل میں شامل رہیں۔ آئینہ میں پرانے لوگ نظر آئے ہم ان کو ویلکم بیک کہتے ہیں، ہماری دعا ہے اللہ پاک نورین کی دادی جان کو جنت الفردوس میں جگہ دے آمین۔ دوست کے پیغام میں جس نے بھی یاد کیا شکریہ سب خوش رہیں، والسلام۔

☆ پیاری پروین! تبصرہ سچ میں پسند آیا۔ ضد اچھی چیز نہیں ہوتی آپ شرمندہ ہیں کوئی بات نہیں ہم بھی پرانی بات بھول گئے ہیں۔ آئندہ بھی محفل میں شامل رہیں اسی طرح۔

شزا بلوچ...... جھنگ۔ ہائے سویٹو کیسی ہیں آپ؟ اس بار آنچل ستائیس کو ملا۔ ٹائٹل بالکل بھی پسند نہیں آیا (سوری)۔ جون کی فرسٹ ویک میں

انگیز اسٹارٹ ہورہے ہیں سوسارا ڈائجسٹ تو نہیں پڑھ پائی۔ "فیصلہ" بہت اچھی اسٹوری تھی، لیکن اریشہ نے جو حرکت کی وہ بہت غلط بات ہے ماں کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا اور ارسم نے صحیح فیصلہ کیا جو عورت اپنے شوہر کو دھوکہ دے سکتی ہے کیا وہ کسی کو بھی دے سکتی ہے۔ "مجھ کو تسلیم کیوں نہیں کرتے" "محبت" یہ لکھی تحریر ہے پر ابھی تک کوئی دلچسپ موڑ نہیں آیا۔ یادگار لمحے خوب تھا آپ لوگوں کے کھٹے میٹھے تعارف کا شدت سے انتظار رہے گا۔ کام کی باتیں بھی کام کی تھیں۔ ہم سے پوچھیے اچھا سلسلہ ہے اس میں مزید اچھے سوال ہونے چاہئیں۔ باقی سب لولی گرلز نے بہت اچھا لکھا سب ہی کے لیے میری بیسٹ وشز۔

ندا اعجاز...... **گوجر خان** ۔آنچل کے تمام اسٹاف اور تمام قارئین کو میری طرف سے السلام علیکم! اس ماہ آنچل کا ٹائٹل بالکل اچھا نہیں لگا لیکن "سانسوں کے اس سفر" کا اینڈ بہت اچھا لگا۔ "مجھ کو تسلیم کیوں نہیں کرتے" اور "وہ جو عشق تھا" دونوں ناول زبردست ہیں۔ نازیہ آپی کا "برف کے آنسو" اب تک یاد ہے۔ "فیصلہ" بہت اچھا ناولٹ لکھا حنا اشرفی نے اریشہ نے اچھا نہیں کیا کوئی ماں ایسا بھی کرسکتی ہے دکھ ہوا۔ "سمجھ دار عورت" اچھی تحریر تھی پر اگر میں خود کو سامنے رکھ کر سوچوں تو میں کبھی بھی اپنی جیولری نا دوں۔ اس بار پورے کا پورا آنچل ہی بہت مزے کا تھا۔ اللہ تعالیٰ آنچل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی دے آمین۔

ابروش، زیست مکرم آفریدی...... **ھٹیاں بالا، آزاد کشمیر** ۔السلام علیکم! ادبی رسالے میں لکھنے کے لیے آج پہلی بار قلم اٹھایا آنچل ایک بہترین تفریحی ادبی رسالہ ہونے کے ساتھ ساتھ اچھے سبق بھی سکھاتا ہے جیسے "سمجھ دار عورت" مدیحہ نے اچھا کام کیا جو سسرال میں اور شوہر کی نظر میں اپنی عزت بنائی۔ سمیہ میمن کو پہلی بار پڑھا ہے امید ہے آئندہ بھی وہ اس طرح کے موضوع پہ قلم اٹھاتی رہی گی۔ "وہ جو عشق تھا" نازیہ کی ادبی صلاحیتوں کا ایک بہترین شاہکار ہے مگر اس کو اتنی زیادہ طوالت نہ دی جائے۔ مہراب کو تکلیف زیادہ نہ دیں۔ ناولٹ "فیصلہ" بہت زبردست تھا۔ ام مریم سے سلسلے وار ناول لکھوائیں آنچل کے تمام لکھاریوں کی کوشش بہترین ہے۔ اللہ نگہبان۔

☆ابروش ڈیئر! خوش آمدید۔

ندا اجالا...... **بھلوال** ۔السلام علیکم شہلا جی! کیسی ہیں آپ سرگوشیاں پڑھیں جگمگاتیں بھرے الفاظ، انداز دشیریں وونڈر فل پھر دانش کدہ پر گئے پلیز چار صفحات کو زیادہ کریں بہت سکون ملتا ہے دانش کدہ پڑھ کر انکل مشتاق احمد قریشی صاحب بہت، بہت شکریہ، عقل کے بند در کھولنے کے لیے۔ پھر نازیہ جی کے ناول پہ آئے "وہ جو عشق تھا" مائی گاڈ نایاب کو پہلے ہی سین میں مار دیا۔ افسانے ٹھیک تھے۔ ام ایمان جی کے لیے خط لکھا ہے یہ کیا اتنی جلدی اینڈ کر دیا آپ آیت اور فیصل کی شادی ہی دکھا دیتیں، عبدالحنان کو عقل آگئی بڑی بات ہے۔ پلیز اب آنچل سے غائب نہ ہو جانا وقتاً فوقتاً انٹری دیتی رہنا۔ اوکے اللہ حافظ۔

رملہ ایمل...... **جہلم** ۔السلام علیکم! حمد و نعت سے مستفید ہونے کے بعد اپنے پسندیدہ ناول "مجھ کو تسلیم کیوں نہیں کرتے" کی طرف دوڑ لگائی مگر افسوس کہ راحت وفا اس کا سرا کوئی ہاتھ لگنے نہیں دے رہی کم از کم اب ظہیر صاحب کا راز ختم ہو جانا چاہیے، چلیے ہم پھر بھی قبول کرتے ہیں۔ بہنوں کی عدالت دوبارہ شروع کریں اور اس میں اب قاری کو ہونا چاہیے جیسے پہلے ارم کمال کو ہونا چاہیے اور تمام قاری ان سے سوال کریں۔ شمائلہ کاشف آپ کی حاضر دماغی کو داد دیتی ہوں۔ ام ایمان کو واپس لائیں اور ام مریم سے بھی مکمل ناول لکھوائیں کیونکہ ہم مس کر رہے ہیں۔ باقی تمام سلسلے ہمیشہ کی طرح زبردست تھے۔

روما شہزادی، ثمن وقاص، قمر قسیم...... **گجرات** ۔سب سے پہلے حمد و نعت پڑھنے کے بعد ہم اپنے پسندیدہ ناول "مجھ کو تسلیم کیوں نہیں کرتے" پر پہنچے اس میں نشید اور خمار، ظہیر ہمایوں اور چاہت کا کپل بیسٹ جا رہا ہے۔ چاہت کو اپنی ضد اب چھوڑ دینی چاہیے اور پلیز اب نشید اور خمار کو الگ مت کیجیے گا۔ ہمیں لگتا ہے یا تو چاہت، امجد کی ہوگی یا پھر اس کا ان کی فیملی سے کوئی تعلق ہے۔ نازیہ کنول نازی کا ناول "وہ جو عشق تھا" بیسٹ ہے اس کے بعد "فیصلہ" حنا اشرفی کا ناولٹ بھی اچھا تھا اریشہ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ باقی بھی سب سلسلے اچھے ہیں۔ اللہ حافظ۔

سعدیہ رمضان سعدی...... **صادق آباد** ۔السلام علیکم! آپ کی محفل میں پہلی بار شرکت کر رہی ہوں۔ اب آتے ہیں پیارے آنچل کی طرف۔ واہ آنی اپنے آنچل کی تو کیا ہی بات ہے سب رائٹرز غضب کا لکھتی ہیں۔ مجھے آنچل کی ہر ایک تحریر سے پیار ہے۔ اللہ تعالیٰ آنچل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے آمین۔ اللہ حافظ۔

☆سعدی ڈیئر! خوش آمدید۔

امبر گل...... **جہلم** ۔السلام علیکم! شہلا جی، امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔ ہماری طرف بھی اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و کرم سے سب خیریت ہے۔ سب سے پہلے تو تمام آنچل اسٹاف، رائٹرز اینڈ ریڈرز کو ایڈوانس میں بڑی عید مبارک۔ جیسے ہی اس ماہ کا آنچل ہاتھ میں آیا اس نے بڑا اچھا سا تاثر چھوڑا پھر ٹائٹل پر نظر پڑی تو ٹائٹل تو سو سو ہی لگا مگر یہ اندازہ ہوا کہ شاید صفحات بڑھائے ہوئے ہیں اس لیے کافی بھاری بھاری لگ رہا ہے خیر فہرست چیک کی۔ سرگوشیاں پڑھیں، درجواب آں کو اچھی طرح سے ٹٹولا پھر دوستوں کی محفل میں پہنچ گئے اور پھر تو جیسے جیسے پڑھتے اور دیکھتے جاتے ویسے ویسے دل میں خوشی کے مارے لڈو پھوٹتے رہے تب ہمیں اس کیفیت کا صحیح ادراک ہوا کہ یہ خوشی دراصل یہ تھی جو آنچل کو دیکھ کر ہوئی ہے۔ اتنی عزت اور مان دینے کا دل سے شکریہ اب ہو جائے کچھ تبصرہ سلسلے وار ناولز پر۔ ان میں سرفہرست ہے "مجھ کو تسلیم کیوں نہیں" آج کل اس ناول نے میری پوری توجہ اپنی طرف سمیٹی ہوئی ہے۔ بس کچھ کچھ جملے یا ڈائیلاگز پڑھ کر نجانے کیوں ایسا لگتا ہے کہ یہ کہیں پڑھے ہوئے ہیں بے حد معذرت کے ساتھ راحت آنٹی آپ بہت اچھا لکھتی ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں مگر دیکھیں آپ جن رائٹرز سے انسپائرڈ ہیں وہ اپنی جگہ پر ٹھیک ہے مگر ان کے لکھے جملے کچھ ردوبدل کے ساتھ اپنی تحریر میں شامل کرنا آپ کی تحریر کو گہنا دیتا ہے۔ سو پلیز یہ نہ کیا کریں پھر "تب کے ہم بچھڑے" مگر بے حد معذرت کے ساتھ کہ یہ تحریر بالکل بھی مزہ نہیں دے سکی، لگ ہی نہیں رہا کہ یہ سمیرا غزل نے لکھی ہے اس طرح کی تحریر پرچے کے معیار کو خراب کرتی ہیں، فیصلہ بہت اچھی تحریر تھی۔

کشش زہرہ...... **ٹلہ گنگ** ۔السلام علیکم! آپی کیا حال ہیں؟ امید ہے کہ آپ بالکل ٹھیک ہوں گی۔ میں آنچل برسوں سے پڑھ رہی ہوں اس کی تمام رائٹرز بیسٹ ہیں، بالخصوص عشاء کوثر اور نازیہ کنول نازی، ام مریم کی میں فین ہوں۔ "غزلیں نظمیں" بہت عمدہ ہوتی ہیں۔ "بیاض دل" سب کے انتخاب پسند آئے۔ اس کے ساتھ ہی اجازت، اللہ حافظ۔ اللہ آپ سب کو لمبی زندگی دے آمین۔

☆اچھی کشش! پہلی بار شرکت پر خوش آمدید دعاؤں کے لیے شکریہ۔

کشور غفور...... عبدالحکیم ۔السلام علیکم! میری طرف سے پیاری شہلا آپی اور تمام قارئین اور رائٹرز کو پرخلوص سلام! آنچل اس دفعہ پچیس کو ملا ہمیشہ کی طرح زبردست تھا۔ سب سے پہلے راحت آپی کا ناول پڑھا، راحت وفا آپی آپ کا ناول بہت اچھا جارہا ہے اور نازی آپی! آپ کافی عرصہ بعد آئی ہیں۔ آپ کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ امید ہے اس ناول کا اینڈ بھی ایسا ہی کریں گی جیسا "پتھروں کی پلکوں پر" کا کیا تھا، ویسا ہوتا تو وہی ہے جو ہم چاہتے ہیں اس کے علاوہ آنچل کے تمام سلسلے بھی بہت اچھے ہیں۔ باقی تبصرہ اگلے ماہ کروں گی کیونکہ آنچل ابھی پورا نہیں پڑھا آخر میں آنچل کی کامیابی کے لیے دعا ہے اللہ تعالیٰ آنچل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی دے آمین۔

عمارہ انمول...... جہلم ۔السلام علیکم تمام آنچل قارئین! امید ہے کہ سب خیریت سے ہوں گے اب آتے ہیں تبصرے کی طرف سب سے پہلے ناول "وہ جو عشق تھا" کافی اچھا ہے آپی آپ کا ناول ہمیشہ کی طرح بہت زبردست ہے۔ "مجھ کو تسلیم کیوں نہیں کرتے" بس کردیں راحت جی اتنا فالتو دماغ ہمارے پاس نہیں ہے آپ تو پھر بھی رائٹر ہیں آپ اچھا بھی لکھ سکتی ہیں پھر اتنا بے کار ناول کیوں لکھ رہی ہیں۔ آنچل اس دفعہ لیٹ ملا اس لیے اتنا ہی تبصرہ کرپائی۔ آخر میں سب فرینڈز سے گزارش ہے کہ جولائی میں میرے ڈیڈی کی برسی ہے تو ان کی بخشش کے لیے دعائے مغفرت کردیجیے گا کہ اللہ تعالیٰ انہیں جنت نصیب کرے آمین۔

☆اچھی عمارہ! آپ کے والد کی برسی کا سن کر دل غم سے بھر آیا۔ اللہ انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے آمین۔

نبیلہ چوہدری...... لاہور ۔السلام علیکم آنچل اسٹاف اور ریڈرز کو۔ شہلا آپی کیسی ہیں؟ امید ہے خیریت سے ہوں گی آنچل سے وابستہ ہوئے ہمیں تین چار سال ہوگئے ہیں پڑھ پڑھ کر اب ہمارا دل بھی کررہا تھا کہ کیوں نہ خط لکھا جائے مگر میں تبصرہ نہیں کروں گی، میں نے تعریف کے لیے خط لکھا ہے آنچل زبردست ہے لکھاری بہنوں کی کہانیوں سے ہمیں کچھ نہ کچھ ضرور سیکھنے کو ملتا ہے۔ سلسلے وار ناول بھی اچھے ہیں، افسانے، ناول، ناولٹ بقیہ سارے حصے اور سلسلے بھی زبردست ہیں۔ میں تو لکھتے ہوئے بھی کنفیوز ہوگئی ہوں کہ کیسے اور کیا لکھوں؟ آپ رائٹر کے انٹرویو بھی شائع کریں ان کے بارے میں جان کر آنچل سے وابستہ سارے لوگ خوش ہوں گے آباد رہیں۔ جو ہم بہنوں کے لیے اتنا کام کرکے ماہنامہ آنچل ہم تک پہنچاتے ہیں (گھروں تک نہیں وہ تو ہم خود خریدتے ہیں) میں اس کے لیے صرف دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ آنچل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی دے آمین۔

☆اچھی ثریا! تعریف کا تہہ دل سے شکریہ آئندہ باقاعدگی سے تبصرہ کرتی رہیے گا۔

نگہت بشیر...... ننکانہ ۔السلام علیکم! پیاری شہلا آپی! سدا خوش رہیں سب سے پہلے تو آپ کا اور ادارے کا بہت بہت شکریہ کہ آپ ہمیں اتنی اچھی تحریر پڑھنے کو دیتی ہیں۔ اس دفعہ آنچل یکم کو ہی مل گیا تھا تمام کہانیاں بہت ہی اچھی تھیں۔ "فیصلہ" میں حنا اشرف کے خیالات اچھے تھے۔ میں بھی سمیرا شریف طور، ام مریم، نازیہ کنول نازی تمام اچھی رائٹرز کی کہانیاں پڑھنے کے بعد اپنی بھی کہانی پڑھنا چاہتی ہوں۔ بہت جلد اپنی کہانی ارسال کروں گی، ڈھیروں دعاؤں کے ساتھ اللہ حافظ۔

نجمہ خان...... چکوال ۔السلام علیکم شہلا آپی! امید کرتی ہوں آپ خیریت سے ہوں گی آپی میں دو سال سے آنچل پڑھ رہی ہوں لیکن آنچل میں خط پہلی بار لکھ رہی ہوں کیونکہ میں ڈرتی تھی کہ اگر آپ نے پہلی بار ہی میرا خط شامل نہ کیا تو میرا دل ٹوٹ جائے گا آپی میری امی مجھے آنچل نہیں پڑھنے دیتیں لیکن پھر بھی کبھی دوستوں سے لے کر کبھی اپنی چھوٹی بہن یا بھائی سے کہہ کر آنچل منگوا ہی لیتی ہوں۔ اس بار تبصرہ نہیں کررہی آئندہ ماہ پھر حاضر ہوں گی۔

ام حبیبہ نذیر...... بوسال مصور ۔السلام علیکم! شہلا آپی کیسی ہو اور آنچل کا اسٹاف کیسا ہے یقیناً ٹھیک ٹھاک ہوگا اور پوری دنیا میں پہلے نمبر پر ہوگا۔ مختصر لفظوں میں یہ کہوں گی آنچل ہاز دی بیسٹ۔ تمام افسانے، ناولز بہت ہی اچھے تھے۔ ماڈل بہت خوب صورت تھی بلکہ پورا آنچل ہی اچھا تھا۔ میرا خیال ہے تبصرہ بہت زیادہ ہوگیا ہے اب اجازت چاہوں گی مگر جانے سے پہلے سلام، جہاں رہیں خوش رہیں اللہ حافظ۔

صدیقہ، انیقہ ملک...... سمندری ۔السلام علیکم! آپی شہلا کیسی ہیں آپ؟ بزم آنچل کے تمام اسٹاف کو ہمارا چاہتوں بھرا اسلام۔ اب ہم آتے ہیں شمارے کی طرف "وہ جو عشق تھا" نازیہ آپی کا ناول، بہت زبردست انداز میں شروع ہوا پلیز مہراب کے ساتھ کچھ برا مت کریں اور ناول کو زیادہ طویل نہیں کریں۔ تمام سلسلے بہت زبردست تھے۔ "مجھ کو تسلیم کیوں نہیں" کی کیا بات ہے راحت جی نائس۔ پلیز نشید اور خمار کے ساتھ کوئی زیادتی مت کیجیے گا۔ باقی افسانے بھی بہت اچھے تھے۔ "اب کے ہم بچھڑے" بہت (مزاحیہ) اسٹوری تھی پڑھ کے بہت مزا آیا۔ "فیصلہ" اور "تمہارے لیے" بہت سبق آموز اسٹوریز تھیں آخر پیام مریم کو پڑھ کر رونا آگیا اللہ آپ کو صبر عطا فرمائے اور آپ کی والدہ کو جنت الفردوس میں جگہ عطا کرے آمین۔ آخر میں آنچل کو اور اس کی ٹیم کو اللہ تعالیٰ کامیابیاں اور آسانیاں دے آمین۔ آپی ہمیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا والسلام۔

دلکش مریم...... چنیوٹ ۔شہلا آپی، آنچل اسٹاف اور قارئین السلام علیکم! آنچل زبردست ڈائجسٹ ہے۔ سروے میں بہنوں کے جوابات بہت دلچسپ تھے۔ سمیرا شریف سے قسط لکھوائیں کافی عرصے سے غائب ہیں۔ نازیہ نے آکر شکایت دور کردی ہے، نازیہ بہت کم لکھ رہی ہیں۔ "مجھے ہے حکم اذاں" ام مریم ایسا کوئی دوسرا ناول لے کر آئیں، آپ کی والدہ کا بہت افسوس ہوا اللہ پاک ان کے درجات بلند کرے آمین۔ مکمل ناول جلتی بجھتی لو ہے ایک زندگی نے آنچل کو چار چاند لگادیے۔ "فیصلہ" حنا اشرف ناولٹ پسند آیا۔ افسانے بھی خوب تھے اور تمہارے لیے، بہت اچھی تحریر تھی۔ اللہ تعالیٰ سب کو غیر مسلموں کی چالوں سے محفوظ رکھے آمین۔ نزہت جبیں نے بہت اچھے لفظوں میں کہانی لکھی بہت خوب۔ تعارف والا سلسلہ پھر سے شروع کریں۔ علامہ اقبال کی شاعری پسند آئی۔ بیاض دل میں سب کے اشعار پسند آئے۔ یادگار لمحے بھی پسند آیا باقی کے تمام سلسلے بھی خوب تھے سب کو دعا و سلام۔

آمنہ ریاض...... گجرات ۔السلام علیکم! میری تمام سویٹ سویٹ سی قارئین اینڈ فرینڈز! آنچل اس دفعہ تیس کو ہی مل گیا۔ یقین ہی نہ آیا کہ اتنی جلدی بھی مل سکتا ہے لیکن جب خود دیکھا تو یقین آ ہی گیا اور دل باغ باغ ہوگیا۔ "مجھ کو تسلیم" اور "وہ جو عشق تھا" پڑھ کر مزہ آیا۔ اس کے علاوہ "فیصلہ" بھی پڑھ کر بہت مزہ

آیا۔باقی شمارہ ابھی پڑھا نہیں سب اپنا بہت خیال رکھیے گا اللہ حافظ۔

ماریہ انصر...... عالم گڑھ۔پیاری سی شہلا آپی آنچل اسٹاف اور تمام قارئین کو دل سے پیارا بھرا اسلام۔یقیناً سب خیریت سے ہوں گی۔اب آجاتی ہوں تبصرے کی طرف تو آنچل میں سب تحریریں ہی اچھی ہوتی ہیں چاہے پھر وہ ام ایمان قاضی کی "سانسوں کے اس سفر" ہو یا پھر راحت آپی کا "مجھ کو تسلیم کیوں نہیں" ہو۔سب تحریریں بیسٹ اور سارے سلسلے اے ون پر "ہم سے پوچھیے" کی تو بات ہی اور ہے۔ام مریم آپ کو اللہ پاک صبر عطا فرمائے اور آپ کی والدہ کو غرقِ رحمت کرے آمین۔بس یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے پاکستان کو اپنی حفظ و امان میں رکھے اور ہم سب کو بھی۔اب اجازت دیں پھر آؤں گی اللہ حافظ۔

آمنہ ولید...... لاہور۔السلام علیکم! پیاری شہلا جی! ہمیشہ ہنستی مسکراتی رہیں اور آنچل میں اپنا کردار خوب صورتی سے نبھاتی رہیں۔میں پہلی بار اس محفل میں شامل ہو رہی ہوں امید ہے کہ آپ مجھے بھی اپنی اس خوب صورت محفل میں جگہ ضرور دیں گی۔فیس بک پر میری ایک بہت پیاری دوست فریحہ شبیر کے ذریعے آپ کے معیاری پرچے کی بابت علم ہوا تو اگلے ماہ باقی شماروں کے ساتھ آنچل بطور خاص خرید کے لائی۔رنگا رنگ پھولوں کی طرح بکھری تحریریں اور خوشبو کی طرح مہکتے سلسلے دیکھ کر من خوشی سے جھوم اٹھا۔مجھے یہ دیکھ کر اس قدر خوشی ہوئی کہ شعاع، خواتین وغیرہ سے کم نہیں ہمارا آنچل لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ بہت دیر کر دی آنچل کو اپنانے میں لیکن ان شاء اللہ اب آنچل کا ساتھ نہیں چھوڑوں گی۔ آخر میں اس دعا کے ساتھ اجازت رنگوں اور خوشبوؤں سے سجا ہمارا آنچل دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے آمین، اللہ حافظ۔

☆ڈیئر آمنہ! دیا بدرست آید۔

سعیدہ کنول...... ستیانہ۔السلام علیکم! اس دفعہ رسالہ لیٹ ملا بہت انتظار تھا اس کا مگر یہ کیا سارا رسالہ چھان مارا ہمارا نام ہی نہیں۔سب سے پہلے حمد و نعت پڑھی بہت مزہ آیا پڑھنے کا۔مکمل ناول "جلتی بجھتی لو ہے" بالکل ہمارے معاشرے کی عکاسی کر رہا تھا۔ہمارے معاشرے میں در حقیقت یہی سب کچھ ہو رہا ہے۔ناولٹ میں "فیصلہ" پڑھ کر دل اداس ہوا لیکن اس میں ساری غلطی ارشیہ کی تھی اس نے کبھی اپنے شوہر کو سمجھانے کی کوشش نہیں کی۔سلسلہ وار ناول "مجھ کو تسلیم کیوں" میں ضمیر ہمایوں کے ساتھ بہت برا ہو رہا ہے اب اس کو چاہیے وہ چاہت کو قبول کر لے اس کے جذبے سچے ہیں۔پلیز سمیرا شریف سے ناول لکھوائیں ہم کب سے انتظار کر رہے ہیں اور وہ ہیں کہ لفٹ ہی نہیں کروا رہی ہیں، اللہ حافظ۔

اروی مختلو...... میاں چنوں۔السلام علیکم آپی! اب آتے ہیں رسالے کی طرف تو مجھے جس بات کی سب سے زیادہ خوشی ہوئی وہ آنچل میں ہمارا آنچل ختم ہونے پہ ہوئی ہے کیا بورنگ سلسلہ تھا لڑکیاں اپنی جھوٹی تعریف کر کے پتا نہیں کس کو خوش کرنا چاہ رہی تھیں اس کے علاوہ کوئی اور سلسلہ شروع کر دیں جیسے قارئین کی عدالت جس میں کسی قاری کو شامل کریں اور سب اس سے سوال کریں۔باقی سارا ڈائجسٹ اچھا ہے اور مکمل ناول "فیصلہ" بہت پسند آیا۔اللہ حافظ۔

نور الہدیٰ مغل...... حیدر آباد۔اس بار آنچل انتظار کی آخری حدوں کو چھوتا ہیں تاریخ کی صبح سید حادل کو چھوتا آنکھوں کو اچھوتا تاثر دیتا ٹائٹل بہت پسند آیا۔بالکل ام ایمان قاضی کے ناول کی طرح۔ام ایمان آپی شاندار ناول لکھنے پر آپ کو ڈھیری ڈھیر ساری دعائیں آپ کے حق میں اللہ پاک قبول و منظور فرمائے۔سورۃ القدر کی تفسیر پڑھ کر دل بے ساختہ جنت کا تہہ دل سے طلبگار ہو کر خدا کے حضور دعاؤں میں شدت آ گئی۔سرگوشیاں کی طرف دھیان گیا تو شجر کاری کا پڑھ کر بے ساختہ صحن میں نظر گئی تھی اللہ کا کرم ہے میرے پھول پودے سلامت ہیں اور اب ان میں اضافہ ہو رہا ہے خیر پھر حمد و نعت سے فیض یاب ہو کر تم سے ہجر کرام مریم نے والدہ کے حوالے سے لکھ کر دکھی کر دیا، ہماری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔تعارف سب ہی کے اچھے ہوتے تھے کیا یہ سلسلہ بند کر دیا ہے؟ "مجھ کو تسلیم کیوں نہیں کرتے" ہمیشہ کی طرح شاندار لیکن بہت ہی مختصر لگی۔اتنے طویل انتظار کے بعد قسط وار کہانیوں کا دورانیہ تھوڑا طویل ہونا چاہیے، باقی آنچل ابھی پڑھا نہیں بقیہ تبصرہ ان شاء اللہ اگلے ماہ۔اب اجازت دیجیے، فی امان اللہ۔

سامعہ ملک پرویز...... خان پور، ہزارہ۔مائی ڈیئر آنچل اسٹاف، ریڈرز اینڈ آل پاکستان السلام علیکم! اب آتے ہیں جناب آنچل کی جانب تو مجھے اس بار آنچل چھبیس کو مل گیا تھا سب سے پہلے حمد و نعت سے خود کو فیض یاب کیا پھر سلسلہ وار ناولز کی جانب رخ کیا۔"مجھ کو تسلیم کیوں" میں پلیز اب چھپے ہوئے بھیدوں کا راز افشا کر دیں وہی سب چل رہا ہے کچھ نیا سامنے آنا چاہیے۔"وہ جو عشق تھا" بھی اچھا ہے اب مہراب کے ساتھ کیا ہوتا ہے اگلی قسط کا شدت سے انتظار ہے۔حنا بشریٰ "فیصلہ" ہمارے معاشرے کی ایسی کڑوی حقیقت جو کہ آئینہ کی صورت ہمیں ہمارا حقیقی عکس تو دکھاتی ہے لیکن ہم حقیقت کو ماننے سے انکاری رہتے ہیں۔اس کے علاوہ سب رائٹرز کی تحریریں بھی لاجواب تھیں۔سروے میں سب کے جوابات زبردست رہے۔بیاضِ دل میں سب کے اشعار پسند آئے۔شاعری بھی سب ہی اچھی لگی۔یادگار لمحے میں تابندہ جبیں، پروین افضل کا ذخیرہ علم مختصر مختصر اور انصاف کی خوب صورت مثال، نجم انجم کا انتخاب پسند آیا۔آئینہ میں سب ہی کے تبصرے گریٹ تھے، نئے آنے والوں کو ویلکم اور پرانے والوں کو ٹیک کیئر جی۔اب اجازت اس دعا کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہمیں آسانیاں پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں ہمیشہ صراطِ مستقیم پر گامزن رکھے آمین ثم آمین، اللہ حافظ۔

اس دعا کے ساتھ اجازت کہ اللہ رب العزت ہم سب کی پریشانیوں کو دور فرمائے اور ملک پاکستان کی حفاظت فرمائے آمین۔

شمائلہ کاشف
ہم سے پوچھئے

سنبل سلمان...... کراچی

س:۔ السلام علیکم، کیا حال ہیں کیسے مزاج ہیں؟

ج:۔ وعلیکم السلام ہم تو ٹھیک ہیں مزاج آج غیر حاضر ہیں۔

س:۔ محبت قربانی مانگتی ہے اور شادی؟

ج:۔ خرچا۔

س:۔ وہ مجھ سے محبت نہیں کرتے کون سا پتھر استعمال کروں؟

ج:۔ ماربل کا۔

س:۔ ہرروز بھیگی بلی بننے والا شوہر شیر کب بنتا ہے؟

ج:۔ بیوی کے سامنے۔

س:۔ سسی پنوں ہیر رانجھا شیریں فرہاد وغیرہ کی محبت سے کیا نتیجہ نکلتا ہے؟

ج:۔ یہی کہ محبت نہ کی جائے۔

شمع نور...... جام پور

س:۔ کیسی ہیں شمائل آپی؟

ج:۔ میں تو اچھی ہوں تم اپنی سناؤ؟

س:۔ سردیوں کی خنک سرد شامیں ہوں یا گرمیوں کی چاندنی بکھیرتی شب میں جتنا اس سے دور بھاگوں وہ اتنا ہی قریب آئے بوجھو تو جانیں؟

ج:۔ تمہارا اپنا آنچل۔

س:۔ اف...... اتنا...... آ...... آ...... آ پیارا...... وا...... ا...... ؤ...... بیوٹی فل...... سو...... کی...... ی...... ی پوٹ...... بتاؤ یہ الفاظ میں کس کے لیے استعمال کررہی ہوں۔

ج:۔ ہمارے لیے اور کس کے لیے۔

س:۔ وہ آئی ارے دیکھو لو چلی بھی گئی۔ بجلی آپا نے دیکھو سب کو گھن چکر بنادیا ہے ایم آئی رائٹ؟

ج:۔ یہی حال اب گیس کا بھی ہے۔

س:۔ اجازت چاہتی ہوں اپنے کھٹے کھٹے سوالوں کے بعد شمائل آپی کی میٹھی سی دعا کے ساتھ دے دیں آپی اچھی سی دعا۔

ج:۔ سدا سکھی رہو اپنے گھر میں۔

ماریہ نور علی...... شاھکوٹ

س:۔ آداب عرض ہے شمائل آپی تین ماہ کی روپوشی کے بعد پھر آ گئی ہوں آپ نے یاد کیا تھا نا؟

ج:۔ ہمارے دل کی خبر تمہیں کیسے ہوگئی بھلا۔

س:۔ یار آپو آج کل دماغ حاضر نہیں ہے کچھ لکھنے بیٹھتی ہوں سوچیں منتشر ہوجاتی ہیں کیا کروں؟

ج:۔ سوچوں کو جمع کرکے شاپر میں باندھ لو۔

س:۔ مانو بلی کہتی ہے بولا بھی کرو مجھے سمجھ میں نہیں آتی کہ کیا باتیں کیا کروں آپ کوئی حل بتائیں؟

ج:۔ مانو بلی کی زبان سیکھ لو۔

س:۔ میرے اوٹ پٹانگ سوالوں سے آپ کا پارہ ہائی ہو چکا ہوگا اب تک، اب جانا ہی پڑے گا اچھی سی دعا دے کر رخصت کریں نا۔

ج:۔ خوش رہو۔

ارم کمال...... فیصل آباد

س:۔ شمائلہ جی، میرا ان سے جغرافیہ تو ملتا ہے مگر کیمسٹری نہیں ملتی کیا کروں؟

ج:۔ سمجھوتا کرلو۔

س:۔ جب وہ خون خوار ہورہے ہوں اور گھن گرج رہے ہوں تو ایسے میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟

ج:۔ ناممکن باتیں نہ کرو۔

س:۔ آنکھوں میں شوخیاں اور لبوں پہ مسکراہٹ کس طرف اشارہ کررہے ہیں؟

ج:۔ اب نانی بن چکی ہو ان اشاروں کو نظر انداز کردو۔

س:۔ اکثر رم جھم موسم میں وہ تکرار کے بعد تو تکار پر کیوں اتر آتے ہیں؟

ج:۔ صرف باتوں سے ہی نہیں کبھی پکوڑوں اور سموسوں سے بھی خاطر تواضع کیا کرو۔

ثوبیہ نواز اعوان ملک...... کنڈان سرگودھا

س:۔ میم اگر میں محلّہ کے بچوں کے ساتھ مل کر آپ کے گیٹ کی بیل بجا کر بھاگ جاؤں تو؟

ج:۔ ہمارا پالتو کتا آپ کے دل کے تمام تار چھیڑ دے گا۔

س:۔ آپی محفل کو تھاؤزنڈز مون لگا کر ایم کومنگ ٹاٹا بائے

بائے غدائے پامال بچے۔
ج:۔اب چاند لگانے آتی رہنا۔

سدرہ گل...... خانیوال

س:۔ شمائلہ آپی آپ کی محفل میں چار ماہ بعد پھر حاضر ہوں کیسا لگا؟
ج:۔ویسا ہی جیسا شدید گرمی کے بعد شدید سردیوں میں لگتا ہے۔
س:۔آپی میں بہت بہت بیمار تھی آپ نے ذرا سا حال تک نہ پوچھا کہ آپ کیسی انسان ہیں؟
ج:۔ہم نے کتنا حال پوچھا تھا آپ ہی غیر حاضر تھیں۔
س:۔اچھا آپی اللہ آپ کو لمبی زندگی دیں اور ہم غریب لوگوں کو بھی؟
ج:۔سلامت رہو۔

ربیعہ لیلیٰ شاہ...... چک سادہ

س:۔پہلی بار شرکت کی ہے دل سے خوش آمدید بولیے نا؟
ج:۔دل سے خوش آمدید۔
س:۔آپی زندگی میں لوگوں کو محبت کے علاوہ دوسرا کام کیوں نہیں آتا؟
ج:۔تمام لوگ فارغ جو ٹھہرے۔
س:۔آپی دل بہت بے چین رہتا ہے کوئی اچھی سی دعا دیں۔
ج:۔خوش رہو دل کی نہ سنو۔

سیدہ جیا عباس کاظمی...... تلہ گنگ

س:۔آداب عرض ہے آپیاجی۔
ج:۔آداب عرض ہے۔
س:۔وہ بہت یاد آتے ہیں کیا کریں؟
ج:۔ان کی یادوں کو دل میں قفس کر لو پھر نہیں آئیں گے۔
س:۔عورت زیادہ بے وقوف ہوتی ہے یا مرد؟
ج:۔عورت۔
س:۔دل و جذبات کا قتل عام جاری...... کچھ کریں۔
ج:۔ایف آئی آر درج کرادو۔

فرزانہ سرور...... میاں چنوں

س:۔پہلی بار آپ کی محفل میں حاضر ہوئی ہوں کیسا لگا بتائیے نا؟
ج:۔بالکل ویسا ہی جیسا آپ کو لگا یہاں آ کر۔

س:۔مجھے سردی بہت پسند ہے اور آپ کو۔
ج:۔ہمیں بھی۔
س:۔آہاہا ایک بارش دوسرا گرما گرم پکوڑے اف اتنی مرچیں پانی دو؟
ج:۔اف پانی تو ختم ہو گیا اچار ہے لے آؤ؟۔
س:۔میری زندگی کا نیا سفر شروع ہونے جا رہا ہے کوئی نصیحت نہیں کریں گی آپ؟
ج:۔سب کو خوش رکھو اپنے خرچہ پر۔
س:۔آپی دعا کریں میں ایف اے اچھے نمبروں سے پاس کروں۔
ج:۔تم نقل کرو ہم دعا کریں یہ تضاد نہیں کیا؟

رضوانہ کرن...... ٹوبہ ٹیک سنگھ

س:۔تیرے در پر ہم چلے آئے ہیں تو نہ آئی تو ہم چلے آئے ہیں۔
ج:۔ہائے بن بلائے مہمان کی طرح آمد ہوئی۔
س:۔بتائیے آپی کیسا لگا آپ کو (پہلی بار جو آئی ہوں)
ج:۔خوش آمدید۔
س:۔شمائلہ آپی دیکھو تو میں خالی ہاتھ نہیں آئی آپ کے لیے مٹھائی بھی لائی ہوں۔ پلیز جلدی بتائیں کہاں رکھوں اسے؟
ج:۔رکھنا کہاں ہے ہمارے ہاتھ میں دو۔
س:۔آن...... اوں...... ادھر بھی نہیں...... ادھر بھی نہیں...... ارے کہاں ہے آخر...... مل گیا...... مل گیا بھلا کیا؟
ج:۔تمہاری جیسی ہے نا۔
س:۔شمائلہ آپی بتائیے چپکے سے کسی کے کان کے پاس منہ کر کے ڈرانا (ہپ کرنا) کیسا لگتا ہے؟
ج:۔تمہیں بڑا تجربہ ہے۔
س:۔ارے واہ آپ کے پاس تو بہت مزہ آتا ہے میں تو اب روز آؤں گی؟
ج:۔مٹھائی کے ساتھ۔

بائے خدائے پامان بچے۔
ج:۔اب چاند لگانے آتی رہنا۔

سدرہ گل...... خانیوال

س:۔ شمائلہ آپی آپ کی محفل میں چار ماہ بعد پھر حاضر ہوں کیسا لگا؟
ج:۔ ویسا ہی جیسا شدید گرمی کے بعد شدید سردیوں میں لگتا ہے۔
س:۔ آپی میں بہت بہت بیمار تھی آپ نے ذرا سا حال تک نہ پوچھا کہ آپ کیسی انسان ہیں؟
ج:۔ ہم نے کتنا حال پوچھا تھا آپ ہی غیر حاضر تھیں۔
س:۔ اچھا آپی اللہ آپ کو لمبی زندگی دیں اور ہم غریب لوگوں کو بھی؟
ج:۔ سلامت رہو۔

ربیعہ لیلیٰ شاہ...... چك سادہ

س:۔ پہلی بار شرکت کی ہے دل سے خوش آمدید بولیے نا؟
ج:۔ دل سے خوش آمدید۔
س:۔ آپی زندگی میں لوگوں کو محبت کے علاوہ دوسرا کام کیوں نہیں آتا؟
ج:۔ تمام لوگ فارغ جو ٹھہرے۔
س:۔ آپی دل بہت بے چین رہتا ہے کوئی اچھی سی دعا دیں۔
ج:۔ خوش رہو دل کی نہ سنو۔

سیدہ حیا عباس کاظمی...... تلہ گنگ

س:۔ آداب عرض ہے آپیا جی۔
ج:۔ آداب عرض ہے۔
س:۔ وہ بہت یاد آتے ہیں کیا کریں؟
ج:۔ ان کی یادوں کو دل میں قلس کرلو پھر نہیں آئیں گے۔
س:۔ عورت زیادہ بے وقوف ہوتی ہے یا مرد؟
ج:۔ عورت۔
س:۔ دل وجذبات کا قتل عام جاری...... کچھ کریں۔
ج:۔ ایف آئی آر درج کرادو۔

فرزانہ سرور...... میاں چنوں

س:۔ پہلی بار آپ کی محفل میں حاضر ہوئی ہوں کیسا لگا بتایئے نا؟
ج:۔ بالکل ویسا ہی جیسا آپ کو لگا یہاں آ کر۔

س:۔ مجھے سردی بہت پسند ہے اور آپ کو۔
ج:۔ ہمیں بھی۔
س:۔ آہاہا ایک بارش دوسرا گرما گرم پکوڑے اف اتنی مرچیں پانی دو؟
ج:۔ اف پانی تو ختم ہوگیا اچار ہے لے آؤ؟۔
س:۔ میری زندگی کا نیا سفر شروع ہونے جارہا ہے کوئی نصیحت نہیں کریں گی آپ؟
ج:۔ سب کو خوش رکھو اپنے خرچہ پر۔
س:۔ آپی دعا کریں میں ایف اے اچھے نمبروں سے پاس کروں۔
ج:۔ تم نقل کرو ہم دعا کریں یہ تضاد نہیں کیا؟

رضوانہ کرن...... ٹوبہ ٹیك سنگھ

س:۔ تیرے در پر ہم چلے آئے ہیں تو نہ آئی تو ہم چلے آئے ہیں۔
ج:۔ ہائے بن بلائے مہمان کی طرح آمد ہوئی۔
س:۔ بتایئے آپی کیسا لگا آپ کو (پہلی بار جو آئی ہوں)
ج:۔ خوش آمدید۔
س:۔ شمائلہ آپی دیکھو تو میں خالی ہاتھ نہیں آئی آپ کے لیے مٹھائی بھی لائی ہوں۔ پلیز جلدی بتائیں کہاں رکھوں اسے؟
ج:۔ رکھنا کہاں ہے ہمارے ہاتھ میں دو۔
س:۔ آن...... اوں...... ادھر بھی نہیں...... ادھر بھی نہیں...... ارے کہاں ہے آخر...... مل گیا...... مل گیا بھلا کیا؟
ج:۔ تمہاری بتیسی ہے نا۔
س:۔ شمائلہ آپی بتایئے چپکے سے کسی کے کان کے پاس منہ کر کے ڈرانا (ہپ کرنا) کیسا لگتا ہے؟
ج:۔ تمہیں بڑا تجربہ ہے۔
س:۔ ارے واہ آپ کے پاس تو بہت مزہ آتا ہے میں تو اب روز آؤں گی؟
ج:۔ مٹھائی کے ساتھ۔